www.KitaboSunnat.com

وہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

فضیلۃ الاستاذ خاور رشید بٹ

بفرمائش:

عبدالوارث گل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

www.kitabosunnat.com

تالیف

فضیلۃ الاستاذ خاور رشید بٹ

بفرمائش:

عبدالوارث گل

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

تالیف: .... فضیلۃ الاستاذ خاور رشید بٹ

بفرمائش: .... عبدالوارث گل

اشاعت: .... اپریل 2018ء

جو دے آپ کو ایمان وعمل کا پیغام

بیت السلام پرنٹنگ پریس

کتب کی مکمل تیاری پرنٹنگ، بائنڈنگ اور ٹائٹل کا مرکز

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Tel: +92-42-37361371, 37320422 Mob: +92-321-9350001, 0320-6666123

@bait.us.salam1@gmail.com www.bait-us-salam.com facebook.com/baitussalambookstore

Huqooq-un-Naas

حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

صفحہ نمبر	فہرست	نمبر شمار
20	سیدہ ہاجرہ علیہا السلام	1
32	سیدنا اسماعیل علیہ السلام	2
42	ذبیح کون؟	3
47	اولاد اسماعیل	4
51	قرآن کیسے محفوظ ہوا؟	5
80	واقعہ غرانیق حقیقت یا افسانہ	6
86	پیغمبر اسلام اور دیگر مذاہب	7
128	سیدنا سلیمان علیہ السلام کا محمد یم	8
156	محمد ﷺ اور عہد جدید	9
169	ہندوؤں کی کتابوں میں محمد ﷺ کی آمد کی بشارت	10
183	محمد ﷺ کا تذکرہ مقدس پارسی لٹریچر میں	11
184	نبی ﷺ کی خانگی زندگی	12
222	پیغمبر اسلام اور تشدد پسندی	13
256	عہد نبوی کی جنگیں اور انکے اثرات ونتائج	14
264	اسلامی اصول جنگ	15
287	پیغمبر اسلام ﷺ اور یہود مدینہ	16

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

مسلمان آخری نبی ﷺ کی امت ہیں اور یہ واحد امت ہیں جو تمام سچے پیغمبروں پر ایمان رکھتی ہے۔ ایک مسلمان حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام اور باقی تمام پیغمبروں کی نبوت پر کامل ایمان رکھتا ہے ان کو سچا نبی مانتا ہے، ان سے شدید محبت کرتا ہے اور ان کا از خود احترام کرتا ہے، اس کا ایمان ہے کہ اسلام اور دوسرے آسمانی ادیان میں بنیادی طور پر کوئی فرق نہیں، البتہ اسلام آخری دین ہے اور قیامت تک کے لیے ہے اس لیے یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جبکہ باقی ادیان عبوری ادوار کے لیے تھے۔

تمام ادیان میں بنیادی ارکان یہی ہیں البتہ ذیلی ادوار ہیں تفصیلات الگ الگ ہیں کوئی مسلمان یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ کسی نبی کے بارے میں کوئی بھی منفی بات کرے۔

اس کے برعکس یہود حضرت عیسیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے وہ ان دونوں پیغمبروں کے بارے میں انتہائی منفی روش رکھتے ہیں، ان کے بارے میں جھوٹ اور بہتان تراشتے رہے اور لوگوں میں ان دونوں پیغمبروں کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانا ان کا پرانا وطیرہ ہے حضرت عیسیٰ کے بعد رسول ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ ان کی توقع کے برعکس یہود کی بجائے بنو اسماعیل میں سے مبعوث ہوئے تو یہ معلوم ہو جانے کے باوجود کہ اب وہی سچے نبی ہیں جن کا وہ انتظار کر رہے تھے انہوں نے اپنے شدید ترین تعصب کی بنا پر آپ کو ماننے سے انکار کر دیا اور اپنی بہتان تراشی کا رخ آپ کی طرف موڑ دیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے مشکل حالات میں ہمیشہ ان کا ساتھ دیا۔ جب عیسائیوں کی طرف سے شدید انتقامی کاروائیاں ہوئیں تو یہود کو پناہ دی لیکن آج بھی ان کی شدید مخالفت اور بہتان تراشی کا نشانہ اسلام اور پیغمبر اسلام ہیں۔ یہی حال عیسائیوں کا ہے وہ بھی یہود کی طرح اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جھوٹے الزامات من گھڑت اعتراضات کی شدید ترین مہم میں مصروف ہیں۔ جبکہ اسلام نے روز اول سے ان کو اہل کتاب کا درجہ دیا اور مسلمانوں نے ہمیشہ ان کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کی کوشش کی ہے ان سب معاندانہ کاوشوں کے باوجود ہر دور میں دونوں مذاہب کے ماننے والوں کی کافی بڑی تعداد قرآن اور سیرت رسول کا مطالعہ کر کے اسلام قبول کرتے رہے اور یہ سلسلہ اب بھی بڑی شد و مد سے جاری ہے۔ اس بنا پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں اور عیسائی مذہبی لیڈران اس کے حوالے سے اور بھی زیادہ تلخ ہوتے جا رہے ہیں اور دونوں مذہبوں سے تعلق رکھنے والے مذہبی لیڈروں اور نام نہاد سکالرز کا سارا زور اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف جھوٹ پھیلانے، غلط اور من گھڑت اعتراضات کرنے اور لوگوں میں غلط باتیں پھیلانے میں مصروف ہوتا ہے۔

ان کوششوں کے باوجود ان کے پیروکاروں کی بڑی تعداد مسلسل اسلام قبول کر رہی ہے جو لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں یا جو اس طرف مائل ہو سکتے ہیں ان کے ذہنوں میں مخالفین کے اعتراضات کے اثرات بھی کسی نہ کسی حد تک موجود ہوتے ہیں اور اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اس طرح ترتیب دی جائے کہ اس میں مخالفین کے اعتراضات کے صحیح جوابات آ جائیں حقائق کی وضاحت ہو اور ان اعتراضات کے برعکس اسلام اور رسول ﷺ کے عظیم محاسن اور مفاخر کو واضح کیا جائے۔

مولانا خاور رشید بٹ صاحب نے جو اس میدان میں ایک مردِ جلیل ہیں اسی ضرورت کے پیش نظر سیرت کے حوالے سے ایک ایسی کتاب مرتب کی ہے جو نہ صرف جھوٹ اور بہتان پر مبنی من گھڑت اعتراضات کا قلع قمع کرتی ہے بلکہ سیرت کے تابناک پہلوؤں کو اشکارا کرتی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف مسلمانوں کے مطالعے کے لیے ضروری ہے تا کہ ان کے دل اطمینان کی دولت سے معمور ہو جائیں بلکہ دعوت کا کام کرنے والوں بلکہ عام مسلمانوں کے مطالعے کے لیے بھی انتہائی مفید ہے۔ اس کے مطالعے سے عام مسلمان بھی نہ صرف اسلام کے محاسن اور مفاخر سے آشنا ہوں گے اور ان کے دل اطمینان کی دولت سے مالا مال ہوں گے بلکہ وہ بوقت ضرورت خصوصاً اپنے بچوں کی تربیت کے دوران اس کتاب میں دیے گئے دلائل سے بہت زیادہ فائدہ اٹھا سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ بٹ صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کے فوائد سے اپنے بندوں کو مستفید فرمائے۔ آمین!

پروفیسر محمد یحییٰ جلالپوری
صدر ادارہ حقوق الناس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

سطر چند کتاب کے پس منظر میں
مثلِ بوند علم کے سمندر میں

عاجز کو زمانۂ عیسائیت میں ہی اس بات ادراک ہو گیا تھا کہ اس کرۂ ارض پر پائی جانے والی ہر اچھائی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے مستعار ہے یا کم از کم انبیاء سابقہ علیہم السلام سے۔

قصہ مختصر یوں ہے کہ شعوری حیات کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی صالح مسیحی بننا میرا جنون تھا۔

بارہا کوشش کے باوجود آبائی مذہب کا فلسفہ، عقائد و عبادات، تہوار اور رسومات کبھی بھی میری عقل و روح کی تسکین و راحتِ جاں کا ساماں نا کر سکیں۔

کیونکہ مطالعہ عیسائیت سے سامنے آنے والا تصورِ خدا اپنے ضعف کی وجہ سے اس قدر مایوس کن تھا کہ نا قابل بیاں ہے، تعظیمِ یسوع المسیح میں ایسا مبالغہ کہ جہاں خدا کی بھی ثانوی حیثیت معلوم ہوتی تھی۔

توہین انبیا میں کلیساؤں نے شرق و غرب اپنا کوئی ثانی نہیں چھوڑا۔ اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے کلامِ مقدس کو اس انداز سے خلط ملط کر کے پیش کیا کہ مسیحی مذہب کے عقائد و نظریات، عبادات اور رسومات محض ایک افسانوی منظر پیش کر رہے تھے۔

اور یوں میرا آبائی دھرم میرے لئے ایک خوابِ تاریک بن کے رہ گیا۔

دینِ فطرت کی تلاش میں دیگر مذاہب کے ساتھ ساتھ مطالعہ اسلام بھی ناگزیر تھا مگر وراثت میں ملنے والی اسلام دشمنی اسلام اور پیغمبر اسلام کو سمجھنے میں ہمیشہ ہی مانع رہی مگر جب غیر مسلم بشمول مسیحی رہنما و مبلغین مفکر و مصنف،، ماہرِ تعلیم، فلکیات و ارضیات، مورخ و فلسفی، کیمیا گرو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قانون ساز، یہاں تک کہ عظیم ریاستوں کے فاتحین وتخت نشینوں کو اسلام اور پیغمبر اسلام کی مدح کرتے دیکھا تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

یہ تصویر کا دوسرا رخ تھا جس سے کشتِ جگر زرم پڑ گئی اور مطالعہ اسلام سے ہدایت مجھ پر بارانِ رحمت کی طرح برسنے لگی۔

روح کو تطہیر بخشنے والی کتاب قرآن مبین کے آفاقی
پیغام کو سمجھنا میرے لئے اب کوئی مشکل نہیں تھا

مطالعہ قرآنِ مبین سے پتہ چلا کہ اللہ سبحان وتعالی واحد و یکتا ہے اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں خالقِ ارض وسماوات اور جو کچھ اس میں ہے سب کچھ کا مالکِ حقیقی وہی ہے اور بالآخر سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

کتابِ فرقان سے حلال وحرام، فرمانبرداری ونافرمانی اظہر من الشمس سب واضح کر دیا گیا ہے

اب حلال اور فرمانبرداری اختیار کرنے والوں کے کے لئے نعمتوں بھرے باغات یعنی جنتیں ہیں جبکہ حرام ونافرمانی کی روش اختیار کرنے والوں کا ٹھکانہ مقامِ آتش وجحیم یعنی جہنم ہے اور انہی دو مقامات یعنی مقامِ راحت و مقامِ بد کی نشاندہی کے لئے اللہ نے لاکھوں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا جبکہ نبیِ رحمۃ للعالمین کی بعثت اسی سلسلہِ انبیاء کی وہ آخری کڑی تھی بلکتی ہوئی بے راہ انسانیت جسکا انتظار کر رہی تھی۔

مزید کتبِ سابقہ پر نظر دوڑائی تو رخِ شمس وقمر آئینہ دار دکھائی دینے لگا کہ یہ تو وہی نبی ہیں جسکی دعا ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی اور یعقوب علیہ السلام نے جنکو شیلوا کہہ کر یاد کیا تھا۔

یہی تو ہیں وہ نبی مثلِ موسیٰ اور جنکے بارے لکھا ہے کہ وہ فاران کی چوٹیوں سے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ تو وہی رسولِ جمیل ہیں جو غزل الغزلات کا مرکزی حُسن اور جنکو سلیمان علیہ السلام محمدیم کہہ کر پکارتے تھے۔

فارقلیط، مددگار، وہ نبی اور سچائی کی روح کہہ کر ابنِ مریم علیہ السلام نے جنکی نوید سنائی تھی۔

بگوت پوران نے کالکی اوتار، گوتم بدھ نے مَایتریا اور پارسی مذہب کی کتب نے دِجس سوِی شَنت کی بشارتیں دیں

محمد ﷺ وہی نبیِ محترم تو ہیں کہ جنکو زمان ومکاں کے فضائلِ کثیر عطا کر کے تمام خلق پر افضل کیا، جنکو حسن ظاہر بھی دیا، حسن باطن بھی، نسب عالی بھی رسالتِ اکمل بھی، کتاب ابدی بھی، علم و حکمت بھی، شفاعت محشر بھی، حوض کوثر و مقام محمود بھی، کثرت امت بھی، رعب وغلبہ بھی، کثرت فتوح بھی، ایسی نعمتیں برکتیں اور فضیلتیں بھی کہ جنکو شمار میں لانا حقیقتاً محال ہے۔

مطالعہ سیرت سے قلبِ مضطرب کو یقینِ کامل ہو گیا کہ محمد عبدِ صالح ہی نہیں بلکہ نبی اللہ و محمد رسول اللہ بھی ہیں۔

مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ربِ کعبہ نے تمام انبیاء ورسول کی صفات جمیلہ واوصاف حمیدہ اپنے کمال کے ساتھ محمد رسول اللہ میں یکجا وجا گزیں دی ہوں۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تاریخِ انسانی میں بلند کردار، شیریں گفتار، خوش اخلاق، کریمانہ عادات، غنا وسخاوت میں بے حساب، عفو ودرگزر میں لاجواب، صابر وشاکر حکیمانہ وفاضلانہ بصارت ومعاملات اور عبادت گزاری کی وجہ سے اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔

سب سے زیادہ بامروت، خیر اور دور اندیش، راست گو، نرم پہلو، نیک و پاک نفس، پابند عہد، سب سے بڑھ کر سچے اور امانتدار حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنی قوم میں صادق اور امین کے لقب سے جانے، پہچانے جاتے تھے۔ بلکہ دشمنانِ دین و جاں تا دمِ آخر آپ معترف بھی تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان تمام جملہ اوصاف کے ساتھ اللہ نے نا صرف آپ کو عبدِ کامل و رسول اللہ بنایا بلکہ آپ کو خاتم النبیین والمرسلین کا اعزاز بھی دیا یعنی اب محمد رسول اللہ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی رسول۔ اور اگر کوئی اس کا دعویٰ کرے گا تو یقیناً جھوٹا کذاب، فاسق و فاجر ہی ہوگا۔

اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ فرد کامل و اکمل اور قابل اطاعت و اتباع ہیں کہ جنکے طریقہ وسلیقہِ حیات ہی ضابطہِ حیات و صراط المستقیم ہے کہ جسے اب اپنا کر ہی بنی نوع انسان کے لئے رضائے الٰہی اور حیاتِ جاوداں کا حصول ممکن ہے۔

میں کوہِ یقین کی اس بلندی پر جا چکا تھا کہ جہاں میں یہ کہنے پر مجبور تھا کہ اگر محمد نبی اللہ و رسول اللہ نہیں تو پھر آج تک دنیا میں کوئی نبی یا رسول اللہ آیا ہی نہیں۔

جب عقل و شعور، قلب و جگر ظاہر و باطن اس بات پر یکجا و متحد ہو گئے کہ اسلام ہی وہ دین فطرت ہے کہ اک زمانے سے میں جسکی تلاش میں تھا تو بغیر کسی تردد کے یہ عاجز بفضلِ الرحمٰن حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

میرے اللہ تجھے پایا تو دل کو چین ملا
اک زمانے سے میری روح تیری تلاش میں تھی۔

اسلام قبول کرتے ہی امتحانِ عشق یعنی تلخ ادوار کا سامنا ہو گیا جیسے ہی گرمیِ حالات، جھلتے سلگتے شب و روز، تلاطمِ وقت اور تھپیڑے دار طوفانِ بے کراں سے ساحلِ پُرسکوں پر پہنچا تو صبغت اللہ و محبت رسول اللہ کا رنگ پکا ہو چکا تھا اب اتباعِ دین و تبلیغ اسلام میرا مقصدِ اولین بن چکا تھا لہٰذا اللہ سبحان و تعالیٰ نے ایک ایسا ادارہ بنانے کی توفیق عطا فرمائی کہ جہاں سے نہ صرف غیر مسلم بہن بھائیوں میں اسلام کا پیغامِ نجات پہنچایا جائے بلکہ آنے والے نو مسلمین کی تعلیم و تربیت و دیگر مسائل کا مناسب اور مقدور بھر حل بھی پیش کیا جائے۔

میری خواہش تھی کہ دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسی کتاب تصنیف کی جائے جو خالصتاً میرے ان غیر مسلم بہن بھائیوں کے لئے ہو جو ہادی و رہبر محسن کائنات کی سیرت سے ابھی تک محروم ہیں یا جن تک یہ پیغام پہنچا تو ہے مگر خلط ملط، نامکمل اور توڑ مروڑ کر یعنی تصویر کا ایک ایسا رخ جو حقیقت کے بالکل منافی ہے۔ اس تصنیف کے لئے مجھے ایک ایسے گوہر نایاب و بحر علوم کی تلاش تھی کہ جو نا صرف علوم اسلامیہ میں ہی علم و فن کا ماہر ہو بلکہ دیگر ادیان خصوصاً مسیحی تعلیمات پر بھی عبورِ باکمال و نظرِ بے مثال رکھتا ہو۔

آخر وہ مردِ مجاہد مسجد کی ایک چٹائی پر قال اللہ و قال رسول اللہ کے موتی بکھیرتے ہوئے مل ہی گیا آج دنیا جسکو خاور رشید بٹ کے نام سے جانتی ہے استاد صاحب سے حالات، خیالات جذبات و خواہشات کا جب اظہار کیا تو عاجزی و انکساری اور مصروفیت کے پیش نظر کتاب لکھنے سے معذرت کر لی مگر چند روز بھی نہ گزرے تھے کہ اللہ کی توفیق اور کام کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے خاور رشید بٹ صاحب نے کتاب لکھنے کی حامی بھرتے ہوئے ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام سیرت سیکشن میں کتاب کی تصنیف کا کام شروع کر دیا اس خواہشِ طفل کو حقیقت کا جامہ پہنانے میں نہایت اعلیٰ پایہ کا محققانہ انداز اختیار کرتے ہوئے اور مختلف زبانوں و دیگر مذاہب و بے شمار تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد نہایت شاندار اور قیمتی کتاب مرتب کی۔

یہ کتاب نہ صرف متلاشیان حق کو منزل کا پتہ بتاتی ہے بلکہ سیرت پر اٹھنے والے غیر مسلم بہن بھائیوں کے بے شمار سوالات، اعتراضات اور شکوک و شبہات کے محکم اور ٹھوس دلائل بھی فراہم کرتی ہے۔

کتاب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیرت کے ان درخشاں پہلوؤں پر یہ تصنیف نہ صرف حسنِ کلام اور تاثیرِ بیان کا ایک شاہکار ہے بلکہ میرا یہ دعوٰی ہے کہ اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب اپنی نوعیت کی ایک منفرد اور بے مثال کتاب ہے جس سے کہ ہماری بہت سی توقعات بھی وابستہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکمیلِ کتاب کے اس پر مسرت موقع پر مبارک باد کے ساتھ میں فضیلۃ الاستاذ خاور رشید بٹ صاحب اور انکے شاگردانِ رشید مولانا شکیل عاصم اور مولانا عبدالرحمٰن نواز کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے صبح شام استاد صاحب کی معاونت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، بھائی عمر قادری اور بھائی سہیل شوکت کا بھی نہایت دل سے ممنون ہوں جنہوں نے کتاب کی کمپوزنگ کے فرائض سرانجام دیئے اور ہمارے نہایت ہی محترم ومکرم بزرگ جناب کامران احمد صاحب جنہوں نے مشکل عبارتوں کو نہایت آسان قالب میں ڈھالا نیز شیخ الحدیث حافظ محمد عبداللہ رفیق صاحب کہ جنہوں نے کتاب کی اول تا آخر نظرِ ثانی کر کے ممکنہ غلطیوں سے پاک کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا اور بھائی علی ساجد ملک (اکنان فاؤنڈیشن) جنہوں نے کتاب کی طباعت و اشاعت میں خصوصی معاونت فرمائی اور ان کے علاوہ میں ان تمام جملہ افراد کا بھی مشکور ہوں جو تصنیفِ کتاب میں کسی بھی درجہ میں معاونت کر سکے۔

میں اللہ سبحان وتعالی سے دعا گو ہوں کہ اللہ جی اپنے یہاں اس کتاب کو قبولیتِ درجات عطا فرمائیں اور حلقۂِ اہل دل واہل ذوق میں اس کتاب کو ایسی پذیرائی وقدر شناسی عطا فرمائیں جس کی یہ مستحق ہے۔

عاجز: عبدالوارث گل

جنرل سیکریٹری ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿مقدمہ﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنی مکلّف مخلوق (انسان اور جنات) کی راہنمائی کے لیے انبیاء کا سلسلہ بھی رکھا تھا تا کہ جہاں ان کے لیے دنیاوی اعتبار سے اچھی زندگی اور مثالی معاشرہ میسر آئے وہاں روز قیامت ان کے پاس کوئی دلیل وحجت باقی نہ رہے۔

سلسلۃ الذھب کی س کڑی کا آغاز سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوا اور سید الاولین والآخرین جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر مکمل ہوئی۔ اس دوران ہر قوم کی جانب انبیاء آتے گئے یہاں تک کہ بسا اوقات ایک ہی وقت میں ایک ہی قوم کے لیے زیادہ نبی بھی مبعوث ہوئے۔ اور کسی قوم میں نسل درنسل لگاتار انبیاء بھی آتے رہے بنی اسرائیل یہودی اس کی واضح مثال ہے۔

نبی کا کام چونکہ معاشرے میں رائج غلط عقائد اور بدعات وخرافات کی بیخ کنی کرنے کے ساتھ ساتھ ایک صحت مند معاشرہ تشکیل دینا ہوتا ہے اس لیے جن کی روزی، روٹی عہدے اور خاندانی رسم ورواج پر زد آپڑتی ہے وہ شیطان کی معیت بھی جا کھڑے ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی مخالفت پر کمر بند ہو جاتے ہیں نیز اس اندھی مخاصمت میں جھوٹ، اور سچ کی کوئی تمیز نہیں کرتے اور جو بات ذہن میں آتی ہے گال دیتے ہیں، انصاف کا ترازو ہرگز ان کے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ چنانچہ کبھی تو ان کو پاگل اور دیوانہ کہا جاتا ہے اور کبھی ان پر کیچڑ اچھال کر معاشرے میں ان کو گندہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں دشمن اس طرح کی بکواس کرے تو سمجھ میں آتی ہے لیکن ان کے زیر اثر وہ لوگ بھی راگ الاپنا شروع ہو گئے جو انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کے دعویدار اور ان کے وارث کہلاتے ہیں۔ چنانچہ بائبل میں کئی انبیاء کے حوالے سے عجیب و غریب داستانیں آج بھی مرقوم ہیں۔

۱۔ مثلاً لوط علیہ السلام کے ساتھ انکی دونوں صاحبزادیوں نے باری باری منہ کالا کیا اور باقاعدہ دو نسلیں (موآبی اور بنی عمون) چلیں۔ (پیدائش۔ ۱۹: ۳۳۔ ۳۷)

۲۔ داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے نسب میں فارص نامی آدمی آتا ہے جو کہ حرام کاری کا نتیجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ (پیدائش ۳۸:۱۲۔۳۰، متی ۱:۳)

۳۔ داؤد علیہ السلام نے اپنے جرنیل کی بیوی سے زنا کیا اور اس کے عشق میں مبتلا ہو کر اس کے خاوند کو جنگ میں آگے رکھنے کا حکم دیا تا کہ وہ جلد از جلد قتل ہو کر اس کی بیوی سے شادی کر سکیں۔ (۲سموئیل ۱۱:۲۔۱۶)

پھر وہ قتل ہو گیا شادی کر لی اور زنا کے نتیجے میں جو بچہ پیدا ہوا وہ تو مر گیا لیکن پھر اسی عورت سے حضرت سلیمان علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (۲۔سموئیل ،۱۲۔۲۴)

۴۔ داود علیہ السلام جب بوڑھے ہو گئے تو انہیں گرمی پہنچانے کے لیے ایک کنواری لڑکی لانے کی تجویز دی گئی جو انکی محبت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے پہلو میں لیٹے ،سو ایسا ہی کیا گیا (ا۔سلاطین ۱:۱۔۴)

(نوٹ) یہ کہہ کر پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ داود تو ایک بادشاہ تھا اور بادشاہ تو ایسے کام کرتے رہتے ہیں یہ کونسے نبی تھے؟

تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ بائبل ہمیں جہاں بتاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور ممسوح تھے وہاں نبی بھی تھے ،ان کے نبی ہونے کی صراحت: رسولوں کے اعمال (۲:۲۹۔۳۰) میں ہے

۵۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑھاپے میں اپنی بیویوں کی خاطر خدا تعالیٰ کی طرف کامل دل نہ رکھا بلکہ غیر معبودوں کی طرف رغبت رکھی اور یوں شرک کے مرتکب ٹھہرے۔ (ا۔سلاطین ۱۱:۱۔۵)

۶۔ سیدنا ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے لیے بچھڑا بنایا تھا جسے انھوں نے دیوتا قرار دیا۔ (خروج ۳۲۔۱۔۵)

۷۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے دھوکہ دے کر اپنے بڑے بھائی ،،عیسو،، کے پہلوٹھے ہونے کی برکت سیدنا اسحاق علیہ السلام سے حاصل کی۔ (پیدائش ۲۵:۲۹۔۳۴،،۲۷:۶ومابعدہ)

۸۔ جناب مسیح علیہ السلام کا نسب نامہ (مزعومہ) جو اناجیل (متی ۱:۱۔۱۶،لوقا ۳:۲۳۔۳۸) میں مروی ہے اس میں فارص نامی شخص ہے جو کہ بدکاری کا نتیجہ تھا جیسا کہ وضاحت گزر چکی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، لہٰذا اس فارض کی والدہ تمر بدکار عورت ہوئی، اسی طرح جناب مسیح علیہ السلام کو سیدنا داود علیہ السلام کے صاحبزادے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی نسل سے بتایا گیا ہے، انکی والدہ ،،بت سبع،، وہی خاتون تھی جس کے ساتھ حضرت داود علیہ السلام نے بدکاری کی تھی۔ اسی طرح ایک عورت ،،راحب،، نامی کا تذکرہ ملتا ہے جو کہ کسبی (رنڈی) تھی (یشوع ۲:۱)

از روئے انجیل خدا کی بادشاہی یہودیوں سے لیکر دوسری قوم کو دے دی جائے گی۔ (متی ۲۱:۴۳)

ایسا ہی ہوا، نبوت کا سلسلہ یہودیوں میں صدیوں سے چلا آرہا تھا ختم کر کے بنی اسماعیل (اہل عرب) میں رکھا گیا اور اسی کو کامل اور مکمل نبوت گردان کر نبوت کے محل کو پورا کر دیا گیا تو چند سعید روحون کے علاوہ باقی حسد و بغض کی آگ میں جھلسنا شروع ہو گئے اور ایمان لانے کی بجائے مخالفت پر اتر آئے۔

آنے والی نسلوں نے اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مختلف حیلے اور بہانوں سے خدا کی اس بادشاہی کو رد کرنے کی سبیل نکالی، سو جہاں انھوں نے علمی اعتراضات اٹھائے وہاں خدا کے برگزیدہ نبی و پیغمبر پر رکیک حملے بھی کیے،

جو ہر مخالف کا حق بنتا ہے بشرطیکہ احقاق حق کی خاطر ہو تو وہاں ان کی آڑ میں گھٹیا باتیں شروع کر دیں اور معاملہ تنقید سے توہین کی طرف چلا گیا،

سب سے پہلے یہ حرکت جان آف دمشق نے کی اور پھر آہستہ آہستہ ایک طوفان بدتمیزی کھڑا ہوتا گیا جو اس دور جدید میں جدید ٹیکنالوجی کے سہارے نئ صوت اختیار کر گیا، اس پر جب غور کیا گیا تو دو وجوہات سامنے آئین

(اول) رحمۃ للعالمین سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اور صفات چونکہ ہر اعتبار سے مکمل و کامل تھیں، اور ان کا لایا ہوا دین و شریعت بھی بلکل خالص و اجلی تھی، جس میں انھیں اپنا بدنما چہرہ نظر آتا تو انھوں نے ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرنا چاہا جو اپنے انبیاء کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارے میں روا رکھا، نیز جس طرح ان کے حوالے سے بھی جھوٹی باتیں، بے سرو پا قصے اور گپیں ہانکیں، جن کی چند امثلہ آپ ابھی ملاحظہ فرما چکے ہیں، تو پیغمبر اسلام ﷺ کو بھی اسی زمرے میں لاکر جھوٹی تسکین کے خواہاں ہوئے،

(دوم) اپنی عوام کو اسلام کی سادہ اور فطرتی تعلیم سے دور رکھنے کے لئے پیغمبر اسلام کا ایسا بھیانک تصور پیش کیا کی وہ اسلام کا نام لینے سے بھی خوف کھائیں،

کسی حد تک وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے کیونکہ جھوٹ کو اگر زیادہ مرتبہ دہرایا جائے تو جھوٹ بولنے والے کو وہ بھی سچ لگنا شروع ہوجاتا ہے،

لیکن (۱۱۔۹) کے بعد جب دنیا میں تبدیلی کی نئی لہر اٹھی گو ظاہری اعتبار سے تبدیلی مسلمانوں کے حق میں نہیں لیکن اس کا فائدہ ضرور ہوا کہ مخالفیں اسلام کو تڑپ ہوئی کہ اسلام کا مطالعہ کیا جائے، اس کو پیش کرنے والے کی شخصیت کو جانچیں، سوسینکڑوں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور کئی لوگ گو اسلام میں داخل تو نہ ہوئے لیکن صحیح تصویر سامنے آجانے کے بعد مخالفت چھوڑ دی حمایت میں لگ گئے۔

دراصل یہ لہر رسول اکرم ﷺ کی اس پیش گوئی کا حصہ ہے کہ قیامت کے نزدیک اسلام ہر کچے اور پکے گھر میں داخل ہوجائے گا۔

محترم عبدالوارث گل حفظہ اللہ (سابقہ وارث مسیح) نے جب ۲۰۰۹ میں ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاونڈیشن کی بنیاد رکھی تو جہاں نومسلمین کی تعلیم وتربیت اور معاشی ومعاشرتی مسائل کا حل کرنے کی سعی کی وہاں ایسے شعبے کی کمی محسوس کی جہاں اسلام، پیغمبر اسلام کی حقانیت پر بات ہوسکے، اس کو پورا کرنے کی غرض سے مین اسی ادارہ کے تحت شعبہ تقابل ادیان و سیرت سیکشن شروع کیا گیا،

راقم اثیم تو تدریسی ذمہ داریوں میں مگن تھا لیکن اللہ تعالی کو کچھ اور ہی منظور تھا، سو بھائی عبدالوارث گل حفظہ اللہ نے تقابل ادیان پر میری دلچسپی محسوس کرکے ایسی کتاب ترتیب دینے کا کہا جس میں آنخضرت ﷺ کی سیرت طیبہ پر اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب آجائے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی کہ ایسی اصطلاحات استعمال ہوں جو انہی کے ہاں معروف ہوں اور انہی کے مسلمات سے جواب دیا جائے، اسی لئے ہم نے کتاب کا نام ،،وہ نبی،، انجیل یوحنا (۲۱:۱) سے لیا۔

کچھ اعتراضات لکھ کر مجھے دیئے گئے اللہ تعالی نے توفیق بخشی اور ان کے جوابات مرتب کر دیئے گئے۔ جب ایک متنازعہ فلم (اینوسنس مسلم) یوٹیوب پر ریلیز ہوئی تو اس میں بصورت توہین دو اعتراضات کا جواب کتابچوں کی شکل میں چھپ کر داد تحسین حاصل کر چکے ہیں ،درحقیقت ہماری اس کتاب کے دو باب تھے،

آخر میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے کسی بھی صورت میں میری مدد فرمائی خاص کر دکٹوریہ سٹور والے فرحان بھائی کہ جنھوں نے ضرورت کی کافی کتابیں مجھے میسر کیں۔

شاگردان رشید محمد شکیل عاصم اور عبدالرحمٰن نواز کا جنھوں نے لمحہ بہ لمحہ میرے ساتھ علمی معاونت کی۔

شیخ الحدیث محترم جناب حافظ عبداللہ رفیق حفظہ اللہ کا نہایت شکرگزار ہوں انھوں نے اس کتاب کو اول تا آخر پڑھ کر کمزوری دور فرمائی،

ناسپاسی ہوگی اگر میں ادارہ حقوق الناس کے جملہ اراکین کا شکریہ ادا نہ کروں کہ جنھوں نے اتنی بڑی ذمی داری میرے ناتواں کندھوں پر ڈالی، خاص کر محترم عبدالوارث گل حفظہ اللہ کا،

اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور اس کتاب کو ہم سب کے لئے ذریعہ نجات بنائے

خاور رشید بٹ

انچارج: شعبہ تقابل ادیان وسیرت سیکشن

مدرس: دارالعلوم المحمدیہ (لوکوورکشاپ)

مدرس: جامعہ لاہور الاسلامیہ (جامعہ رحمانیہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام

یہ مسیح علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال پہلے کی بات ہے، سلطنتِ بابل بڑے عروج پر تھی، یہ بہت مالدار تھی، اس کی فوجی طاقت بھی بڑی زبردست تھی، دولت کی بہتات اور امنِ عامہ کے استحکام کی وجہ سے بادشاہ بے حد مغرور ہو گیا اسی غرور کے نشے میں اس نے سلطنت کی سب سے بڑی عبادت گاہ میں اپنی سونے کی مورت رکھوا کر حکم دیا کہ سب لوگ اسے سجدہ کریں، اسی کے لیے مَنت بڑھائیں اور اسی کو اپنا حاجت روا مانیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہدایت کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ ان کا سلسلہ نسب نو (۹) واسطوں سے سیدنا نوح علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ ①

توحید کا پیغام سنانے کی پاداش میں انبیاء کرام علیہم السلام پر جو ظلم و ستم ڈھائے گئے، وہی ظلم و ستم ان کے ساتھ بھی روا رکھا گیا لیکن انھوں نے اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی کی دعوت دینے میں ذرّہ برابر کوتاہی نہیں کی، انہیں اس وقت کے بادشاہ نمرود نے آگ میں جھونک کر جلا دینے کی دھمکی دی، وہ اس سے بھی نہیں گھبرائے اور انھیں واقعی بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا گیا تب بھی وہ مطلق پریشان نہیں ہوئے۔

اس ہولناک صورتحال میں رب تعالیٰ نے بھی اپنے برگزیدہ نبی اور خلیل کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا بلکہ براہ راست آگ کو حکم دیا:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۔ ②

”اور ہم نے کہا اے آگ! تو ابراہیم پر سراسر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔“

---

① پیدائش ۱۱: ۱۰۔۲۷۔ ② الانبیاء: ۶۹/۲۱۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حالات جب اس قدر نازک ہو گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنی بیوی اور بھتیجے لوط علیہ السلام کو ساتھ لیا اور بابل سے ہجرت کر گئے۔ بھیڑ بکریاں رکھ لیں اور پھرتے پھراتے مصر جا پہنچے، وہاں کا حکمران رقیون نامی شخص بابل کا باشندہ تھا، یہ طوطیس اور فرعون (اول) کے نام سے معروف تھا۔ ①

اس بادشاہ نے سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا کو بری نظر سے دیکھا اور ان پر اپنا استحقاق جتلایا۔ سیدہ نے اللہ کی بارگاہ میں اپنی حفاظت کی دعا کی۔ یہ دعا فوراً قبول ہوگئی۔ جونہی وہ آپ کو ہاتھ لگانے کی کوشش کرتا تھا اس پر بیماری کا حملہ ہو جاتا تھا۔ آخر کار وہ سمجھ گیا کہ یہ کوئی عام خاتون نہیں بلکہ ایک برگزیدہ نبی کی پاکباز بیوی ہے لہٰذا اس نے انھیں چھوڑ دیا۔ ②

اس نے انھیں رخصت کرتے ہوئے اپنی بیٹی کو ان کے سپرد کر دیا۔ اس لڑکی کا عبرانی نام ہاغار تھا اور مصر سے فلسطین اور فلسطین سے مکہ معظّمہ تک ہجرت کرنے کی وجہ سے وہ ہاجرہ کے نام سے معروف ہوئی۔ بادشاہ نے اپنی بیٹی سے کہا تیرا ان کے ساتھ رہنا میرے ساتھ رہنے سے بہتر ہے۔ ③

یہودی مفسر ربی شلومو [1] اسحاق کتاب پیدائش ۱/۱۶ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''وہ فرعون کی بیٹی تھی، جب ان کی کرامات کو دیکھا جو بوجہ سارہ واقع ہوئی تھیں تو فرعون نے کہا: میری بیٹی کا اس کے گھر میں خادمہ بن کر رہنا اس سے بہتر ہے کہ وہ دوسرے (گھر) میں ملکہ ہو۔ ④

---

① رحمۃ للعالمین ۳۹/۱ طبع مکتبہ محمودیہ، حاشیہ سیرت آنحضرت ﷺ بائبل کی روشنی میں ص ۲۷۔ ② بخاری، رقم الحدیث ۳۳۵۸، مسند احمد ۴۰۴/۲۔ ③ سیرت آنحضرت بائبل کی روشنی میں ۲۷، ۲۸۔ ④ اقتباس از خطبات احمدیہ مصنف سر سید احمد خطبہ اول ص ۱۱۱۔

۱۔ ۱۰۴۰ء ۲۲ فروری کو فرانس میں پیدا ہوا اور ۱۳ جولائی ۱۱۰۵ء میں وفات پائی یہ راشی کے نام سے معروف ہے۔ اس نے اسفار خمسہ یعنی تورات کی تفسیر لکھی تھی جس کا نام (The Artscroll Chumash) ہے۔

۲ (وکیپیڈیا آزاد انسائیکلو پیڈیا) یہ کتاب نیٹ پر موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اظہار عقیدت کا مشرقی انداز

یہ اظہار عقیدت کا ایک مشرقی انداز ہے کیونکہ اہل مشرق اللہ کے پاکباز بندوں کا غلام اور خادم کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ بائبل میں لکھا ہے کہ جناب یعقوب علیہ السلام جب اپنے ننھیال سے آل، اولاد، نوکر چاکر اور جانور وغیرہ لے کر واپس آئے تو انہوں نے غلاموں کو اپنے بھائی عیسو کے لیے کچھ تحائف دے کر بھیجا اور تاکید کی کہ جب وہ ملے تو کہنا: ''آپ کا بندہ یعقوب کہتا ہے کہ میں لابن کے ہاں مقیم تھا___ تو کہنا یہ تیرے خادم یعقوب کے (جانور) ہیں، یہ نذرانہ ہے۔ یہ بھی کہنا کہ تیرا خادم یعقوب خود بھی ہمارے پیچھے آرہا ہے''[1]

جب دونوں بھائیوں کی ملاقات ہوئی تو عیسو نے عورتوں اور بچوں کے بارے میں پوچھا: ''یہ تیرے ساتھ کون ہیں؟ یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا یہ وہ بچے ہیں جو خدا نے تیرے خادم کو عنایت کیے ہیں۔''[2]

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو آزادی کا درس دیا تھا اور آزادی کی اسی تعلیم کی برکت سے انہوں نے غلامی کا ہر طوق اتار پھینکا لیکن غلامی رسول کا رشتہ انھیں اس قدر عزیز تھا کہ وہ اسے کسی قیمت پر ختم کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے آزاد ہو کر اپنے والد کے ساتھ جانے کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو ترجیح دی۔ یہ ایسی غلامی تھی جس پر ہزار آزادیاں قربان کی جا سکتی تھیں جبکہ یہ تو صرف ایک تھی.........

یہ درس ہمیں بائبل سے بھی ملتا ہے، مثلاً روت نامی ایک موآبی خاتون جو ایک یہودی کے گھرانے میں شادی کر لینے کی وجہ سے قوم یہود میں شامل ہو گئی تھی، نہایت پارسا اور نیک تھی۔

---

[1] پیدائش ۳۲:۴، ۱۸، ۲۰۔ [2] پیدائش ۳۳:۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نے اپنے آپ کو بوعز نامی ایک یہودی ___ جو حضرت داوٗد علیہ السلام کا پڑدادا تھا ___ کی لونڈی کہا۔ لکھا ہے کہ جب وہ رات کے اندھیرے میں اس کے پاس گئی تو اس نے پوچھا تو کون؟ اس نے کہا میں تیری لونڈی روت ہوں۔ ①

سموئیل نبی کی والدہ "حنہ" خداوند سے دعا کرتے ہوئے یہ الفاظ بولتی ہیں:

"اے رب الافواج اگر تو اپنی لونڈی کی مصیبت پر نظر کرے اور مجھے یاد فرمائے اور اپنی لونڈی کو فراموش نہ کرے اور اپنی لونڈی کو فرزند نرینہ بخشے تو میں اسے زندگی بھر کے لئے خداوند کو نذر کر دوں گی اور استرہ اس کے سر پر کبھی نہ پھرے گا۔" ②

اور عیلی کاہن سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتی ہے تو اپنی لونڈی کو خبیث عورت نہ سمجھ۔ ③

اسی طرح مریم علیہا السلام نے فرشتے (جبرائیل) سے مخاطب ہوتے ہوئے اپنے متعلق کہا: دیکھ میں خداوند کی بندی ہوں۔ ④

جبکہ اپنے گیت میں کہتی ہیں کہ میری روح مرے منجی خدا سے خوش ہوئی کیونکہ اس نے اپنی بندی کی پست حالی پر نظر کی۔ ⑤

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ نیک اور برگزیدہ لوگوں کا غلام، خادم اور لونڈی کہلانا اور اللہ تعالیٰ کی زبردست شان، عظمت، بڑائی اور کبریائی پر دھیان دیتے ہوئے اس کے نیک بندوں کی نقل کرنا ہرگز عار اور قابل تنقید بات نہیں بلکہ درجات میں علیٰ قِمَّةِ الْجَبَل سب سے بلند رتبے پر ہوتے ہوئے بھی عاجزی کا اظہار، ان کے مرتبے کو مزید بلند کر دیتا ہے چنانچہ یہی معاملہ سیدہ ہاجرہ کا بھی ہے یعنی خدا کے خلیل اور ان کی پاکباز بیوی کا خادمہ کہلانا ان کے لئے باعثِ عار نہیں بلکہ ایک طرح سے فخر کا سبب ہے۔

① روت ۳:۹۔ ② ا۔سموئیل ا:۱۱۔ ③ ا۔سموئیل ا:۱۶۔ ④ لوقا ا:۳۸ ⑤ لوقا ا:۴۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاہ مصر نے اسی اعزاز کی خاطر اپنی بیٹی کے لیے خادمہ کا لفظ استعمال کیا۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ چونکہ سیدہ سارہ علیہا السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑی بیوی تھیں جبکہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام چھوٹی، اس لحاظ سے بھی چھوٹی کو بڑی بیوی کی خدمت گزار کہہ دیا جاتا ہے۔ صحیح بخاری رقم الحدیث ۳۳۵۸ میں آنے والے الفاظ فاخدمها هاجر کہ اس بادشاہ نے سیدہ سارہ کو ہاجرہ خدمت کے لیے دی تھی۔ کا بھی یہی مفہوم ہے۔ ①

بائبل کی رو سے غلام اور لونڈی بنانے کے طریقے

بائبل کے مطابق غلام اور لونڈی بنانے کے کئی طریقے تھے مثلاً:

۱۔ جنگی قیدی۔ ②

۲۔ خرید لیے جائیں۔ ③

۳۔ قرض کے بدلے میں لوگ غلام بن جاتے تھے۔ ④

۴۔ غلاموں کی اولاد غلام ہوتی تھی۔ ⑤

۵۔ اگر چور چوری کا ہرجانہ بھر نہ سکتا ہو تو اسے غلام بنالیا جاتا تھا۔ ⑥

مذکورہ بالا حوالوں میں سے کوئی بات بھی ایسی نہیں جو سیدہ ہاجرہ علیہا السلام پر صادق آسکے تو پھر تمثیلی طور پر بولے گئے لفظ خادمہ اور لونڈی کو حقیقی معنی پہنانا کہاں کا انصاف ہے؟ انہی حقائق کے پیش نظر جیوش انسائیکلوپیڈیا میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے:

---

① تاریخ ارض القرآن ص ۳۴۹۔ ② گنتی ۳:۹۔ ③ احبار 44:25۔

④ احبار ۲۵:۳۹۔ ⑤ خروج ۲۱:۴۔ ⑥ خروج ۲۲:۲۔۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

According to the Midrash (Gen. R. xlv.), Hagar was the daughter of Pharaoh, who, seeing what great miracles God had done for Sarah's sake (Gen. xii. 17), said: "It is better for Hagar to be a slave in Sarah's house than mistress in her own." In this sense Hagar's name is interpreted as "reward" ("Ha-Agar" = "this is reward"). She was at first reluctant when Sarah desired her to marry Abraham, and although Sarah had full authority over her as her handmaid, she persuaded her, saying. "Consider thyself happy to be united with this saint." Hagar is held up as an example of the high degree of godliness prevalent in Abraham's time, for while Manoah was afraid that he would die because he had seen an angel of God (Judges xiii. 22), Hagar was not frightened by the sight of the divine messenger (Gen. R. l.c.). Her fidelity is praised, for even after Abraham sent her away she kept her marriage vow, and therefore she was identified with Keturah (Gen. xxv. 1), with allusion קטר (Aramaic, "to tie"; Gen. R. lxi.). Another explanation of the same name is "to adorn," because she was adorned with piety and good deeds. (l.c.)

---

①Jewish Enc., 6:138-6

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''مدراش ① کے بیان کے مطابق ہاجرہ فرعون کی بیٹی تھی۔ جب فرعون نے یہ دیکھا کہ سارہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیسے عظیم معجزات صادر فرمائے ہیں۔تو اُس نے کہا: ''ہاجرہ کے لیے یہ بات زیادہ اچھی ہے کہ وہ سارہ کے گھر میں لونڈی بن کر چلی جائے بانسبت اس کے کہ وہ اپنے گھر میں مالکن کی حیثیت سے رہے''۔اس مفہوم کے اعتبار سے ہاجرہ کے نام کا ترجمہ اجر یا انعام (ھا اجر یعنی یہ اجر ہے) کیا جاتا ہے۔ ہاجرہ کو ابراہیم کے دور میں رائج نیکی و پارسائی کے اعلیٰ درجے کی مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔اس کی وفاداری کی تعریف کی گئی ہے کیونکہ باوجود اس کے کہ ابراہیم نے اُسے اپنے گھر سے دور کر دیا تھا لیکن پھر بھی اُس نے ابراہیم کے ساتھ اپنی شادی کے بندھن کو برقرار رکھا۔اس نام (ہاجرہؑ) کی ایک اور توضیح ہے ''سجانا''۔ کیونکہ اسے نیکی و پارسائی اور اعمال صالحہ سے مزین کیا گیا تھا۔''

پروفیسر عبدالستار غوری اپنی معروف کتاب ''اکلوتا فرزند ذبیح اسحاق یا اسماعیل'' کے صفحہ 34 میں لکھتے ہیں:

ایچ۔ای رائل نے بھی اپنے مضمون ''ہاجر'' میں یہی رائے بیان کی ہے:

Rashi, in his commentary on 16:1, records the belief that Hagar was a daughter of Pharaoh, who, after seeing the wonders that had been done for Sarah, declared that it was better for his daughter to be a bondservant in the house of Abraham than a mistress in the palace of another-②

① عہد عتیق کی آزاد تشریح جو تالمود کے وجود میں آنے سے پہلے کی جاتی تھی بعد میں اسی کو تالمود کا نام دے دیا گیا۔

② J- Hastings, Dic- Of Bible, 2: 278-

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''راشی نے اپنی تفسیر (۱:۱۶) میں یہ عقیدہ درج کیا ہے کہ ہاجرہ فرعون کی بیٹی تھی، فرعون نے یہ دیکھ کر کہ سارہ کے لیے عجیب وغریب معجزات صادر ہوئے ہیں۔ یہ اعلان کیا کہ اُس کی بیٹی کے لیے ابراہیمؑ کے گھر میں لونڈی کی حیثیت سے رہنا اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ کسی اور کے محل میں ملکہ بن کر رہے۔''

بائبل میں سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے آزاد خاتون ہونے کی گواہی

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بعد کے زمانے میں لونڈی اور اس کی اولاد کو میراث پانے کا حق حاصل نہیں تھا جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیویاں راخیل اور لیاہ کہتی ہیں: ''کیا اب بھی ہمارے باپ کے گھر میں کچھ ہمارا بخرہ یا میراث ہے؟ کیا وہ ہم کو اجنبی کے برابر نہیں سمجھتا؟ کیونکہ اس نے ہم کو بیچ ڈالا اور ہمارے روپے بھی کھا بیٹھا''۔ ①

گو یہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی ماموں زاد اور آزاد تھیں لیکن ان کے بقول ان کے باپ نے انہیں نہ صرف فروخت کر دیا بلکہ پیسے بھی کھا لیے۔ لہٰذا وہ سمجھتی تھیں اب اس طرح کرنے سے ہماری وراثت بھی ختم ہو گئی۔ یہی وجہ تھی کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی حرموں کے بیٹوں کو بہت کچھ انعام دے کر اپنے جیتے جی (اضحاق) اسحاق علیہ السلام کے پاس سے مشرق کی طرف یعنی مشرقی ملک میں بھیج دیا۔ ②

شریعت موسوی میں بھی یہی حکم تھا کہ صرف قانونی بیوی کی اولاد ہی میراث پا سکتی ہے۔ ③

اس قانون کو مدنظر رکھ کر جب ہم غور کرتے ہیں کہ بچوں کی آپس کی لڑائی کے نتیجے میں سیدہ سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غصہ میں کہا: ''اس لونڈی کو اور اس کے بیٹے کو نکال دے کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق (اسحاق) کے ساتھ وارث نہ ہوگا۔'' ④

---

① پیدائش ۳۱:۱۴۔۱۵۔ ② پیدائش 6:25۔ ③ قاموس الکتاب ۹۸۵۔ ④ پیدائش ۲۱:۱۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر سیدہ ہاجرہ واقعی لونڈی تھیں تو سیدہ سارہ کو وراثت میں شراکت کا خوف کیوں لاحق ہوا؟ معلوم ہوا وہ انھیں حق دار سمجھتی تھیں۔ سو انھیں الگ کرایا اور غصہ کی حالت میں اپنی سوکن کو لونڈی کہدیا کیونکہ سوتنوں میں ایسی لڑائی اور جملوں کا تبادلہ معمول کی بات ہے، لہٰذا اسے حقیقت پر محمول کرنا ہرگز درست نہیں۔

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام اور عبرانی زبان

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے لیے عبرانی (جسے تورات کی اصل زبان کہا جاتا ہے) میں مستعمل لفظ ''شِفخہ'' (שפחה) پر غور کریں گے تو واضح ہوگا کہ یہ لفظ صرف لونڈی ہی کے معنوں میں نہیں آتا بلکہ خدمت گزار اور خادمہ کے مفہوم کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ جبکہ تمام اہل علم جانتے ہیں کہ ہر خادم یا خادمہ کا غلام یا لونڈی ہونا ضروری نہیں بلکہ ایک آزاد اور اونچے خاندان کا فرد بھی کسی کی خدمت کے لیے وقف ہوسکتا ہے۔

جب ہم عبرانی کی ایک معتبر لغت دیکھتے ہیں تو وہاں اس کے معنی "Maid Servant" کے ہیں۔①

بائبل کے کنگ جیمز ورژن (KJV) میں بھی اس کا ترجمہ "Maid Servant" ہی کیا گیا ہے۔ اسی طرح Interlinear Bible اور RSV میں اس کا ترجمہ محض "Maid" ہے۔ انگریزی سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ یہ لفظ غلام اور لونڈی کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ مشترک لفظ ہے۔ جبکہ غلام کے لیے لفظ "Slave" اور لونڈی کے لیے "Slave girl" استعمال ہوتا ہے۔

①(Dictionary by William Gesenius P-1046)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو جب عبرانی کا لفظ ''شِفخہ'' لونڈی کے معنوں کیلئے خاص نہیں تو تکلّفاً اسے یہ معنی پہنانے کی کیا ضرورت ہے۔ یاد رہے کہ عہد قدیم میں سیدہ ہاجرہ کے لیے یہ لفظ سات مرتبہ آیا ہے۔ (پیدائش 1:16، 2:16، 5:16، 6:16، 8:16، 12:25) گو ان کے لیے لفظ (אמה) ''امہ'' (عربی کا أَمَةٌ) بھی چار مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی ''لونڈی'' کے ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اُن کے لیے یہ لفظ سیدہ سارہ، بچوں کی لڑائی سے چڑ کر بولتی ہیں۔ (پیدائش 10:21) جس کے حوالے سے بتایا جا چکا ہے کہ سوکنوں کی لڑائی میں ایسے جملوں کا تبادلہ عام معمول ہے۔ جبکہ بقیہ تینوں مقامات پر سیدہ سارہ کے قول کی نقل ہے، لیکن پھر بھی اگر کوئی بضد ہو تو ہمیں بائبل ہی بتاتی ہے کہ یہ لفظ (אמה) قانونی بیوی کے لیے بھی مجازاً بولا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھیں:

''اور اگر کوئی شخص اپنی بیٹی لونڈی ہونے کے لیے بیچ ڈالے تو وہ غلاموں کی طرح چلی نہ جائے۔ اگر اس کا آقا جس نے اس سے نسبت کی ہے اس سے خوش نہ ہو تو وہ اس کا فدیہ منظور کرلے۔ پر اسے یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کو کسی اجنبی قوم کے ہاتھ بیچے کیونکہ اس نے اس سے دغا بازی کی۔ اور اگر وہ اس کی نسبت اپنے بیٹے سے کر دے تو وہ اس سے بیٹیوں کا سا سلوک کرے۔ اگر وہ دوسری عورت کر لے تو بھی وہ اس کے کھانے، کپڑے اور شادی کے فرض میں قاصر نہ ہو۔''[1]

عبرانی میں اس مقام پر (אמה) ''امہ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی یہاں لونڈی بتائے گئے ہیں حالانکہ قانونی بیوی بنانے کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ اگر آپ 1 سموئیل باب 25 دیکھیں گے تو داوٗد علیہ السلام کی ملکہ ''ابی جیل'' نے آٹھ بار اپنے لیے لونڈی کا لفظ استعمال کیا حالانکہ نکاح سے پہلے بھی وہ ایک ریاست کی ملکہ تھی، اُس کے اپنے غلام اور لونڈیاں تھیں اور بعد میں بھی ملکہ بنی۔ یہاں بھی عبرانی لفظ (אמה) ''امہ'' ہی استعمال ہوا ہے۔

---

[1] خروج 21:7-11۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصول کے مطابق کسی بھی مشترک لفظ کو خاص معنوں میں استعمال کرنے کے لیے قرائن درکار ہوتے ہیں جو مخالفین کے پاس ناپید ہیں جبکہ ہمارے حق میں بائبل کی گواہی (وراثت سے محروم کرنے والی بات جو پیچھے بیان ہو چکی) اور یہودیوں کے معتبر انسائیکلو پیڈیا و علماء کے بیانات، منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک یہ بحث عہد قدیم (یہودیوں کے ہاں) رہتی ہے تو اس میں اتنی شدت نظر نہیں آتی بلکہ محققین نے تحقیق کی روشنی میں تسلیم کیا ہے کہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام لونڈی نہ تھیں بلکہ آزاد خاتون اور بادشاہ زادی تھیں۔ لیکن جیسے ہی یہ بات موجودہ مسیحیت کے اصل بانی ''پولوس'' کے پیش کردہ عہد جدید میں پہنچتی ہے تو بڑی شدت اختیار کر جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر خرابیوں کی طرح یہ غلطی بھی پولوس کی ڈالی ہوئی ہے چنانچہ لکھتا ہے: ''مجھ سے کہو تو۔ تم جو شریعت کے ماتحت ہونا چاہتے ہو کیا شریعت کی بات کو نہیں سنتے؟ یہ لکھا ہے کہ ابرہام کے دو بیٹے تھے ایک لونڈی سے دوسرا آزاد سے، مگر لونڈی کا بیٹا جسمانی طور پر اور آزاد کا بیٹا وعدہ کے سبب سے پیدا ہوا۔ ان باتوں میں تمثیل پائی جاتی ہے اس لیے کہ یہ عورتیں گویا دو عہد ہیں۔ ایک کوہ سینا پر کا جس سے غلام پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہاجرہ ہے۔ اور ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے اور موجودہ یروشلیم اس کا جواب ہے کیونکہ وہ اپنے لڑکوں سمیت غلامی میں ہے مگر عالم بالا کی یروشلیم آزاد ہے اور وہی ہماری ماں ہے کیونکہ لکھا ہے کہ اے بانجھ تو جس کے اولاد نہیں ہوتی خوشی منا۔ تو جو دردِ زہ سے ناواقف ہے آواز بلند کر کے چلا کیونکہ بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد شوہر والی کی اولاد سے زیادہ ہوگی۔ پس اے بھائیو! ہم اضحاق کی طرح وعدہ کے فرزند ہیں اور جیسے اُس وقت جسمانی پیدائش والا روحانی پیدائش والے کو ستاتا ہے ویسے ہی اب بھی ہوتا ہے۔ مگر کتاب مقدس کیا کہتی ہے؟ یہ کہ لونڈی اور اُس کے بیٹے کو نکال دے کیونکہ لونڈی کا بیٹا آزاد کے بیٹے کے ساتھ ہرگز وارث نہ ہوگا۔ پس اے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھائیو! ہم لونڈی کے فرزند نہیں بلکہ آزاد کے ہیں مسیح نے ہمیں آزاد رہنے کے لیے آزاد کیا ہے پس قائم رہو اور دوبارہ غلامی کے جوئے میں نہ جتو۔“ ①

اگر حقائق کو مدنظر رکھے بغیر ہی اس تمثیلی لفظ کو اصل معنی میں مستعمل سمجھا جائے تو پھر اوپر دیئے گے حوالوں میں سیدنا یعقوب علیہ السلام، روت، سموئیل نبی کی والدہ حنہ اور سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کو کس زمرہ میں رکھا جائے گا؟

دلائل سے قطع نظر

بالفرض ہم اس ساری تحقیق کو نہ بھی تسلیم کریں پھر بھی بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ نبی کے ساتھ کسی خادمہ اور لونڈی کی شادی ہو جائے تو اس کی اولاد بھی اسی طرح قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے جس طرح آزاد عورت سے پیدا ہونے والی اولاد۔ ملاحظہ فرمائیں کہ بنو اسرائیل کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہونے کے سبب یہ لقب ملا، اور یہ سب اس پر فخر کرتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور انہی سے بنو اسرائیل کی بارہ شاخیں نکلیں۔ یہ تمام قبائل برابر عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں جب آپ تحقیق میں جائیں گے تو معلوم ہوگا ان میں سے چار بیٹے لونڈیوں سے تھے۔ تورات کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ان کی چار بیویوں سے تھے۔ لیاہ، راخیل، زلفہ اور بلیاہ، ان میں سے دو راخیل اور لیاہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ماموں زاد تھیں۔ زلفہ اور بلہاہ کو ان کے سسر نے اپنی بیٹیوں کو لونڈی اور خادمہ کے طور پر عنایت کیا تھا۔ لکھا ہے:

اور لابن نے اپنی لونڈی زلفہ اپنی بیٹی بلہاہ کے ساتھ کردی کہ اس کی لونڈی ہو۔ ②

---

① گلتیوں 4:21-31، 5:1 ② پیدائش ۲۹:۲۴۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

آگے جا کر یوں لکھا ہے:

''اور اپنی لونڈی بلہاہ اپنی بیٹی راخل کے ساتھ کر دی کہ اس کی لونڈی ہو۔''①

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیویوں کی خواہش پر انہوں نے ان لونڈیوں سے بھی شادی کر لی اوران کے ہاں دو دولڑکے ہوئے۔②

یہ بات بالکل اسی طرح ہے جیسے حضرت سارہ کی خواہش پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ ہاجرہ سے شادی کر لی تھی۔

چنانچہ لکھا ہے:

''اور ابرام (ابراہیم) کو ملک کنعان میں رہتے دس برس ہو گئے جب اسکی بیوی ساری (سارہ) نے اپنی مصری لونڈی اسے دی کہ اسکی بیوی بنے۔''③

جن خواتین کے بارے لونڈی کا لفظ حقیقی معنوں میں مستعمل ہے، اگر وہ نبی کی بیوی بن جائیں تو ان کی اولاد، آزاد عورت سے پیدا ہونے والی اولاد کی طرح قابل احترام ہے تو جس کے متعلق یہ لفظ بطور تمثیل آیا ہو اس کی اولاد برابری کی حقدار کیوں نہیں؟ نیز اگر آپ بنی اسرائیل کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا حضرت یوسف علیہ السلام نے غلامی کی زندگی گزاری اور وہ بھی اپنے بھائیوں کی مہربانی سے، مصریوں نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے انھیں اس غلامی سے نجات دلائی، ایرانیوں، بابلیوں اور رومیوں نے بھی ان پر ان کی غلامی کی زنجیریں بھاری کر دیں لیکن اس حقیقی غلامی کے باوجود یہ لوگ اپنے آپ کو آج تک عزت و شرف اور خاندانی نسب کے لحاظ سے بہت اونچا معیار سمجھتے ہیں تو جس خاتون کے لیے بطور استعارہ ایسا لفظ بولا گیا اور اس کی اولاد کبھی کسی کی غلامی میں نہیں گئی اسے تختۂ مشق کیوں بنایا ہوا ہے؟

① پیدائش ۲۹:۲۹ ② پیدائش ۳۰:۱۔۱۴ ③ پیدائش ۱۶: ۳۔۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یادرکھیں مسلمان تو ہراس شخصیت کو اپنے سر کا تاج سمجھتے ہیں جس کا تعلق کسی نبی یا رسول کے ساتھ ہو لیکن یہودیوں اور نصرانیوں کے ہاں لینے کے باٹ اور دینے کے باٹ اور ہیں۔فرق انصاف کا خون ہے۔

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کی سیدہ سارہ علیہا السلام پر فضیلت

بائبل میں ایک ایسی بات بھی ہے جو سیدہ ہاجرہ کو سیدہ سارہ سے ممتاز کرتی ہے،اس اعتبار سے انہیں لونڈی کہنے کا کیا فائدہ؟ اور وہ فرشتوں کا بلا واسطہ حضرت ہاجرہ کے سامنے آ کر اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچانا ہے۔ ① جبکہ حضرت سارہ کے سامنے کبھی کوئی فرشتہ نہیں آیا حتی کہ حضرت اسحاق کے پیدا ہونے کی نوید بھی فرشتے نے حضرت ابراہیم کی معرفت ہی بی بی سارہ کو دی تھی۔ ②

بائبل کی اصل تعلیم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی نیک انسان کا لونڈی،غلام یا ان کی اولاد ہونا اس کی عزت وشرف اور احترام میں رکاوٹ کا باعث نہیں بنتا لیکن بعد میں بعض لوگوں نے محض تعصب کی بناء پر اہل عرب (بنی اسماعیل) کو حقیر بنانے کی کوشش کی۔

اسلام کا طرہ امتیاز

اسلام دیگر امور کی طرح اخلاقی اقدار میں بھی ان سے آگے نکل جاتا ہے کیونکہ اس میں کسی کے مقام ومرتبہ اور فضیلت کا معیار اونچا خاندان،مال،دولت اور حکمرانی نہیں ہے بلکہ عظمت و فضیلت کا اصل معیار تقوی و پرہیز گاری اور پارسائی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم۔

''اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔'' ③

① پیدائش ۱۶: ۹۔۱۲ ② پیدائش ۱۸: ۸۔۱۵ ③ الحجرات ۴۹: ۱۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا تھا:

أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَافَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَىٰ عَجَمِيٍّ ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَىٰ عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَعَلَىٰ أَسْوَدَ، وَلَا لِأَسْوَدَعَلَىٰ أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوٰى۔

''لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے، بے شک تمہارا باپ ایک ہے، یادرکھو کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ فام پر اور سیاہ فام کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں البتہ جس میں تقویٰ زیادہ ہو وہ زیادہ عزت والا ہے۔'' ①

غلامی کی صورت میں اسلام نے انسان کو درجہ انسانیت سے خارج نہیں کیا بلکہ اسے اتنے حقوق سے نوازا جس کا اس زمانے میں تصور بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ مثلاً فرمان نبوی ہے کہ غلام کو اسی طرح کے کپڑے پہناؤ جیسے خود پہنتے ہو، اسے کھانا بھی وہ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔ ②

اگر مالک غلام پر ظلم کرے، اسے مارے تو غلام کو آزاد کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من ضرب غلاما له حدًا لم یا ته او لطمه فان کفارته ان یعتقه

''جس نے غلام کو ناکردہ گناہ کی سزا دی یا تھپڑ رسید کیا تو اس کا کفارہ اسے آزاد کرنا ہے۔'' ③

دوسری حدیث میں ہے:

من ضرب مملو که ظلما اقید منه یوم القیامة۔

''جس نے اپنے غلام کو ظلم کرتے ہوئے مارا تو قیامت کے دن اس سے بدلہ لیا جائے گا۔'' ④

---

① مسند احمد ۵/۴۱۱۔ ② بخاری ۲۵۴۵ مسلم ۴۳۱۳۔ ③ مسلم رقم ۴۲۹۸ کتاب الایمان۔
④ مجمع الزوائد ۴/۲۳۶ رجالہ ثقات۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اور ذمہ داری نہیں ڈال سکتا۔ ①

اگر کوئی غلام آزادی کا معاہدہ کرنا چاہے جسے اصطلاحاً ''مکاتبت'' کہتے ہیں تو مالک اس معاہدہ کو تسلیم کرنے کا پابند ہوگا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۔

''اور جن کو بیاہ کی طاقت نہ ہو وہ پاکدامنی کو اختیار کیے رکھیں یہاں تک کہ خدا ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے اور جو غلام تم سے مکاتبت چاہیں اگر تم ان میں (صلاحیت) اور نیکی پاؤ تو ان سے مکاتبت کر لو اور خدا نے جو مال تمہیں بخشا ہے اس میں سے انھیں بھی دو''②

لونڈیوں سے شادی کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ اس بات کی تاکید بھی کی گئی ہے کہ انہیں رواج کے مطابق حق مہر بھی دیا جائے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

① بخاری ۲۵۴۵، مسلم ۴۲۱۳۔ ② النور ۲۴:۳۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اور تم میں سے جو مالی لحاظ سے طاقت نہ رکھے کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرے تو تمہاری مومن لونڈیوں میں سے، جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں، ان سے (نکاح کرلے) اور اللہ تمہارے ایمان کو بہتر جانتا ہے۔ تمہارے بعض بعض کی جنس سے ہیں تو ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو اور انہیں ان کے مہر اچھے طریقے سے ادا کرو، جب کہ وہ پاک دامن ہوں، نہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ چوری چھپے یار بنانے والی، پھر جب وہ نکاح میں آجائیں تو اگر کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔ یہ اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے اور صبر کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے“[1]

اسلامی اصول کے مطابق جسے قرآن زیادہ یاد ہوگا، نماز کی امامت کرانے کا حقدار وہی ہوگا۔ ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر صحابی پیچھے کھڑا ہے اور آزاد کردہ غلام امامت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔[2]

یہی وجہ ہے کہ ہم قریش کے معزز رکن اور خلیفہ اول جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ”سیدنا“ کہتے ہیں تو ان کے آزاد کردہ حبشی غلام بلال رضی اللہ عنہ کو بھی سیدنا ہی کہہ کر یاد کرتے ہیں۔

---

① النسآء ۴:۲۵۔ ② ابوداؤد، الصلاۃ باب من احق بالامامۃ رقم ۵۹۴۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سیدنا اسماعیل علیہ السلام

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سیدہ سارہ سے جب اولاد نہ ہوئی تو ان کی خواہش پر انھوں نے سیدہ ہاجرہ سے شادی کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام اللہ تعالیٰ نے خود اسماعیل رکھا، وہ گورخر کی طرح آزاد مرد تھا۔ ①

خدا اُس کے ساتھ تھا، وہ فاران (مکہ) کے بیابان میں رہتا تھا۔ وہ تیرانداز بنا۔ ②

جب تیرہ برس کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر ختنہ کا حکم نازل کیا چنانچہ انہوں نے اپنا (ننانوے برس کی عمر میں) اور اپنے بیٹے اسماعیل اور گھر کے دیگر مردوں کا ختنہ کیا۔ ③

جب چودہ برس کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ کے بطن سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے سیدنا اسحاق علیہ السلام کو پیدا کیا۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برکت دی اور ان کے حوالے سے کئی وعدے کیے مثلاً: ''وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا۔'' ④

آگے جا کر فرمایا: ''اور اسماعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی، دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔ ⑤

---

① پیدائش ۱۶: ۱۱۔۱۲۔ ② پیدائش ۲۱: ۲۰۔۲۱۔ ③ پیدائش ۱۷: ۲۱۔۲۵۔
④ پیدائش ۱۶: ۱۲۔ ⑤ پیدائش ۱۷: ۲۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ اسی طرح کے انعامات اور خوشخبریاں ہیں جو بائبل میں سیدنا اسحاق علیہ السلام کے حوالے سے درج ہیں۔ ①

انہی خصوصیات کی وجہ سے سیدنا اسحاق علیہ السلام اور ان کی اولاد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کو کیوں قدر کی نگاہ سے دیکھا نہیں جائے گا؟

ابدی عہد کی علامت

بلکہ کئی ایسی باتیں ہیں جو سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور اُن کی اولاد کو سیدنا اسحاق علیہ السلام اور ان کی اولاد سے ممتاز کرتی ہیں۔ مثلاً

کتاب پیدائش ۱۷: ۱۔۱۴ پڑھیں تو معلوم ہوگا سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے جو ابدی عہد باندھا گیا اس کی نشانی یہ ہے کہ اس نسل کے لوگ ختنہ کرنے والے ہونگے اور جو نہیں کرے گا وہ اپنے لوگوں سے جدا کر دیا جائے گا۔

ابراہیم علیہ السلام کے بڑے فرزند سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسل (اہل عرب) میں آج تک یہ سلسلہ رائج ہے جبکہ بنی اسرائیل میں سیدنا مسیح علیہ السلام کے ظہور تک تو چلتا رہا لیکن جب انہوں نے سیدنا مسیح کا انکار کر دیا تو یہ ابدی عہد سے خارج ہو گئے اور جو بنی اسرائیلی ان پر ایمان لائے تھے انہوں نے یا ان کی اگلی نسل نے سینٹ پال (پولوس) کے زیر اثر اس علامت کو ترک کر دیا اور آج تک یہ متروک ہے لہٰذا یہ بھی ابدی عہد سے خارج ہیں۔

اب یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا ابدی عہد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس بیٹے سے باندھے جس کی نسل میں سے بعض تو سرے ہی سے منحرف ہو جائیں اور بقیہ اس علامت کو چھوڑ بیٹھیں۔ لامحالہ یہ عہد اسی بیٹے کے ساتھ تھا جس کی نسل میں یہ علامت ابد تک پائی جائے اور وہ صرف سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

① پیدائش ۱۷: ۱۹، ۱۸: ۱۹، ۲۶: ۲۴، ۱۷: ۱۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تین حوالے آپ کی خدمت میں پیش ہیں جن کے بعد ہر صاحب شعور کے لئے حقیقت تک رسائی آسان ہو گی۔

پہلا حوالہ۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان۔

دوسرا حوالہ۔ ایک عالم عیسائی بادشاہ ___ کی گواہی۔

تیسرا حوالہ۔ سینٹ پال کا قول۔

1۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ؛ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ۔

''ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''پانچ کاموں کا تعلق فطرت سے ہے:

ا۔ ختنہ کرانا۔ ۲۔ زیر ناف بال صاف کرنا۔ ۳۔ مونچھیں کاٹنا۔

۴۔ ناخن کاٹنا۔ ۵۔ بغل کے بال اکھیڑنا۔ [1]

(۲) شاہ روم ''ہرقل'' علم نجوم کا ماہر تھا۔ جب وہ ایلیاء آیا تو ایک صبح وہ پریشانی کے عالم میں اٹھا۔ اس کے خواص نے پوچھا: کیا بات ہے؟ ہمیں اس وقت آپکی حالت کچھ اچھی دکھائی نہیں دیتی۔ اس نے کہا میں نے رات ستاروں کو دیکھا تو معلوم ہوا، ختنہ کرانے والوں کا بادشاہ نمودار ہو گیا ہے۔ اسی دوران اس تک پیغمبر اسلام کا پیغام پہنچا تو اس نے عرب کے لوگوں کے بارے میں سوال کیا آیا وہ ختنہ کرتے ہیں؟ تو اسے معلوم ہوا واقعی یہ لوگ ختنہ کرتے ہیں پھر اس نے کہا: ''یہ (نبی) اس امت کا بادشاہ ہے جو ظاہر ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے جیسے ہی ایک صاحب علم سے جو روم میں موجود تھا، دریافت کیا تو اس نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ [2]

---

(1) صحیح مسلم رقم ۵۹۷

(2) بخاری کتاب الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قول اللہ عزوجل (اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ) النساء ۴/۱۶۳ حدیث نمبر ۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

③ مسیحی حضرات کا نظریہ جو سینٹ پال نے دیا:

''دیکھ میں پولس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔''①

مزید لکھا ہے:

''ختنہ اور نامختونی کوئی چیز نہیں② بلکہ ایک جگہ تو صراحت کر دی کہ اگر ختنہ کی منادی کی جائے تو جناب مسیح علیہ السلام کا سولی پر لٹک کر مر جانا کسی کام نہیں آتا۔''

چنانچہ لکھا ہے:

''اور اے بھائیو! میں اگر اب تک ختنہ کی منادی کرتا ہوں تو اب تک ستایا کیوں جاتا ہوں؟ اس صورت میں صلیب کی ٹھوکر جاتی رہی۔''③

پولوس نے جناب مسیح علیہ السلام کے شاگردوں اور دیگر ارکان کلیسیا سے یہ امر منظور کرا لیا کہ غیر قومیں جب دائرہ مسیحیت میں آئیں تو انہیں ختنہ کرانے کی تکلیف نہ دی جائے۔ رسولوں کے اعمال باب ۱۵ میں اسکی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

وعدہ کا فرزند

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، وہ بڑی عاجزی اور انکسار سے خدا کے سامنے گڑگڑائے اور کہا:

''دیکھ تو نے مجھے کوئی اولاد نہیں دی اور دیکھ میرا خانہ زاد میرا وارث ہوگا، تب خداوند کا کلام اس پر نازل ہوا اور اس نے فرمایا یہ تیرا وارث نہ ہوگا بلکہ وہ جو تیرے صلب سے پیدا ہوگا وہی تیرا وارث ہوگا اور وہ اس کو باہر لے گیا کہ اب آسمان کی طرف نگاہ کر اور اگر تو ستاروں کو گن سکتا ہے تو گن اور اس سے کہا کہ تیری اولاد ایسی ہی ہوگی۔''④

① گلتیوں کے نام خط ۵:۲۔ ② گلتیوں ۶:۱۵، ۱۔کرنتھیوں ۷:۱۸
③ گلتیوں ۵:۱۱ ④ پیدائش ۱۵:۱۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے تھوڑے عرصہ بعد سیدہ ہاجرہ سے شادی کی اور اللہ تعالیٰ نے اسماعیل دیا، معلوم ہوا وعدے کے فرزند یہی تھے۔ دوسری علامت یہ ہے کہ مذکورہ بالا عبارات میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کی اولاد کا شمار نہ ہو سکے گا جیسے ستارے نہیں گنے جا سکتے۔ اور یہ بات صرف سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد پر صادق آتی ہے کیونکہ ان کی نسل کا شمار ایک مرتبہ بھی نہیں ہوا بلکہ جب سیدہ ہاجرہ کو فرشتے نے اسماعیل کی نوید سنائی تو ساتھ ہی کہا:

''میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب اس کا شمار نہ ہو سکے گا''۔ ①

ازروئے بائبل سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ ہاجرہ اور ان کے صاحبزادے کو بیابان میں چھوڑ دیا تھا لہٰذا لکھا ہے:۔

''بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد، شوہر والی کی اولاد سے زیادہ ہے''۔ ②

سو آپ حسب ذیل حوالہ جات دیکھیں جن میں سیدنا اسحاق کی نسل کا کئی مرتبہ شمار ہونا مذکور ہے۔

(۱) داخلہ مصر کے وقت۔ ③

(۲) داخلہ بیت المقدس کے وقت۔ ④

(۳) داؤد علیہ السلام نے بھی ایک دفعہ بنی اسرائیل کی مردم شماری کروائی تھی۔ ⑤

(۴) یروشلم پر جب شاہِ بابل نبوکدنضر نے چڑھائی کی اور اسے تباہ کیا اس وقت بھی بنی اسرائیل کا شمار ہوا۔ ⑥

---

① پیدائش ۱۶:۱۰۔ ② یسعیاہ ۵۴:۱۔ ③ خروج باب اول
④ گنتی باب اول ⑤ ۲۔سموئیل ۲۴:۱۔۱۰۔ ⑥ ۲۔سلاطین ۲۴:۱۴۔۱۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۵) کتاب نحمیاہ، باب ۷ میں کتاب عزرا، باب ۲ میں بھی ان کا شمار ملتا ہے بلکہ ایک مقام پر یوں لکھا ہے:

"خداوند نے تم سے محبت کی اور تم کو چن لیا تو اس کا سبب یہ نہ تھا کہ تم شمار میں اور قوموں سے زیادہ تھے۔ کیونکہ تم سب قوموں سے شمار میں کم تھے۔"①

وعدہ کے فرزند سیدنا اسماعیل تھے اس کی تائید بائبل کی شرح "تفسیر الکتاب" سے بھی ہوتی ہے۔ (پیدائش ۱۶: ۱۰-۱۴) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"فرشتہ اسے (ہاجرہ کو) یقین دلاتا ہے کہ ولادت محفوظ ہوگی۔ تیرے "بیٹا" ہوگا جس کی ابرام کو بڑی آرزو تھی، یہ خدا کا وعدہ تھا۔"②

ذبیح کون؟

ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کئی طرح سے ہوئی۔ ان میں سے ایک بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم تھا جسے انہوں نے پورا کر دکھایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بچے کے بدلے میں ایک مینڈھا ذبح کرا دیا یہ ذبیح بچہ کون ہے؟ اس حوالے سے مسلمان اور مسیحی اختلاف رائے رکھتے ہیں۔

مسیحیوں کے بقول یہ سیدنا اسحاق علیہ السلام تھے جبکہ مسلمانوں کے مطابق یہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

قرآن مجید (سورۃ الصافات ۳۷/ ۱۰۰-۱۱۱) میں یہ واقعہ مرقوم ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی بشارت دی"۔③

واضح ہوا کہ اسحاق علیہ السلام اس واقعہ کے بعد پیدا ہوئے اور ان سے قبل فقط سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہی حضرت ابراہیم کے فرزند تھے۔

بائبل بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کیونکہ جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا اس کے لئے تین مرتبہ اکلوتے کا لفظ آیا ہے۔④

---

① استثناء ۷:۷۔
② تفسیر الکتاب ۱/ ۵۷ چرچ فاؤنڈیشن سیمینارز۔
③ سورۃ الصافات ۳۷/ ۱۱۲۔
④ پیدائش ۲۲: ۲، ۱۲، ۱۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا کا کوئی صاحب عقل اسحاق علیہ السلام کو اکلوتا ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ ان کی پیدائش کے وقت ان کے بڑے بھائی سیدنا اسماعیل علیہ السلام بعمر چودہ برس موجود تھے۔ بائبل کے درج بالا مقام پر سیدنا اسحاق کا نام شامل کرنا مرتبین کی کارستانی ہے جس کی لفظ ''اکلوتا'' چغلی کھا رہا ہے۔

دوسرے نمبر پر اس قربانی کی یادگار سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے کس بیٹے کی نسل میں چل رہی ہے؟ مکہ میں کیوں اس کی یادگار قائم رہی؟ اسحاق علیہ السلام اور ان کی اولاد میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ یادگار بھی کیوں نہیں پائی جاتی؟

بائبل کے مطابق بنی اسرائیل میں قربانی یا تو قومِ فرعون کے پہلوٹھوں کے واقعہ ہلاکت کی یادگار کے طور پر دی جاتی ہے۔[1]

یا پھر مصر سے نکلنے کی یاد میں یہودی سال کے پہلے مہینہ ابیب میں کی جاتی ہے۔ اسے فسح کی قربانی کہا جاتا ہے۔[2]

یہ ان کی ''عید فسح'' کہلاتی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس بنی اسماعیل میں اس ذبیح بیٹے کی یادگار قائم رہی اور اسلام نے بدستور اسے جاری رکھا۔

بائبل کی اندرونی شہادت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے، چنانچہ لکھا ہے:

''اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اور عیفہ کی سانڈنیاں آکر تیرے گرد بے شمار ہوں گی۔ وہ سب سبا سے آئیں گے اور سونا اور لُبان لائیں گے اور خداوند کی حمد کا اعلان کریں گے۔ قیدار کی سب بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبایوت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے، وہ میرے مذبح پر مقبول ہوں گے اور میں اپنی شوکت کے گھر کو جلال بخشوں گا۔''[3]

---

[1] خروج ۱۳: ۱۱۔۱۶۔ [2] استثناء ۱۶: ۱۵۔۱۷۔ [3] یسعیاہ ۶۰: ۶۔۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مورخِ اسلام قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مدیان اور عیفا اور سبا بنی قطورہ ہیں (ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی قطورہ تھی) اسماعیل علیہ السلام کے برادر زادے جو یمن میں آباد ہوئے یہ سب بنو اسرائیل نہیں ہیں، قیدار اور نبیت خاص اسماعیل علیہ السلام کے فرزند ہیں۔“

ان سب قوموں کا ایک مذبح پر قربانیاں لانا، اس مذبح کو اللہ تعالیٰ کا اپنے کلام میں اپنا مذبح کہنا اور اس جگہ ایک شوکت کے گھر کا ___ جو لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے ___ موجود ہونا، یہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ یہ قربانی کا مقام خاص مکہ میں تھا جو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی جائے سکونت ہے اور جس کے گرداگرد ان کی اولاد قیدار اور نبیت کی نسلیں آباد ہوئی ہیں اور اس روشن دلیل کا انکار، بدیہیات کا انکار ہے۔ [1]

بائبل کے اس حوالے میں ایک جملہ اور بھی قابل غور ہے: کہ یہ لوگ قربانیاں لاتے ہوئے خداوند کی حمد کا اعلان کریں گے“۔

یہ طریقہ آج تک اسی طرح چلا آرہا ہے۔ چنانچہ تمام حجاج کرام احرام باندھتے ہی اللہ تعالیٰ کی حمد کا اعلان شروع کردیتے ہیں:

(لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ)

”اے اللہ میں حاضر ہوں (بالکل) حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، اس بات میں شک نہیں کہ تمام کی تمام تعریف اور نعمت تیرے لیے ہے اور بادشاہت بھی۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے جب ابراہیم علیہ السلام کو اس آزمائش کے لیے آواز دی تھی تو انہوں کہا تھا۔ میں حاضر ہوں۔ [2]

---

[1] رحمۃ للعالمین ص ۴۴، جلد ۲، طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور۔ [2] پیدائش ۲۲: ۲۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ عربی لفظ "لبّیك" کا ترجمہ ہے۔ درج بالا تلبیہ کے الفاظ دیکھیں اس میں یہ لفظ بار بار آرہا ہے۔ مکہ میں بسنے والے بنو اسماعیل میں نسل در نسل سے یہی الفاظ چلے آرہے تھے جنہیں اسلام نے بھی برقرار رکھا۔

بیر سبع:

بائبل بتاتی ہے کہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو جناب ابراہیم نے جس جگہ چھوڑا تھا اس کا نام "بیر سبع" تھا، یہ بیابان تھا وہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ ①

جبکہ سیدہ سارہ علیہا السلام اور ان کے صاحبزادے سیدنا اسحاق علیہ السلام قریت اربع میں رہائش پذیر تھے جو کنعان میں تھا۔ ادھر ہی سیدہ سارہ نے وفات پائی۔ ②

ابراہیم علیہ السلام کو جب بیٹا ذبح کرنے کا حکم ملا تو آپ بیر سبع میں مقیم تھے۔ (دیکھیں پیدائش، باب ۲۱ کا آخر اور ۲۲ کا شروع) لہٰذا جب اس قصہ کے بعد واپسی ہوئی تو اس وقت اسی علاقے "بیر سبع" میں ہی واپس ہوئے۔ ③

سوچنے کی بات ہے کہ بائبل کے مطابق یہ وہ علاقہ ہے جہاں اسحاق علیہ السلام اور ان کی والدہ نہیں بلکہ سیدہ ہاجرہ اور ان کا فرزند اسماعیل رہتے تھے۔ واپسی وہیں ہوئی نیز بائبل میں یہ واقعہ بھی سیدہ ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو اس علاقے میں چھوڑنے کے بعد لکھا ہوا ہے۔ درمیان میں سیدہ سارہ اور ان کے صاحبزادے کا ہرگز کوئی تذکرہ نہیں۔ نیز بیر سبع کے معنی (سات کا کنواں) پر غور کرنے سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ بیابان کا بیر سبع مکہ ہی بنتا ہے اور یہیں وہ کنواں (چاہ زم زم) ہے جو آج تک دنیا کو سیراب کر رہا ہے

---

① پیدائش ۲۱: ۱۴۔ ② پیدائش ۲۳: ۲۔ ③ پیدائش ۲۲: ۱۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ کنواں سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے صفا، مروہ پر پریشانی کے عالم میں لگائے گئے سات چکروں کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمودار ہوا۔ مزید تفصیل کے لیے ''اکلوتا فرزند ذبیح اسحاق یا اسماعیل ص ۱۹۹۔۲۴۸'' از پروفیسر عبدالستار غوری رحمہ اللہ دیکھیے۔

یہ قرائن اور شواہد کون سی کہانی بیان کر رہے ہیں؟ ہر ہوش مند بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

نوٹ: اس گفتگو کی بنیاد سیدنا اسحاق علیہ السلام سے حسد اور بغض نہیں، نہ ان کی تحقیر مقصود ہے کیونکہ مسلمان اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان نہ لائے اور ان کا احترام نہ کرے۔ البتہ فضیلت کسی کی کم کسی کی زیادہ ہے۔ یہ ایک فطری اصول ہے۔ ہمارا مقصد صرف تاریخی حقائق کو اجاگر کر کے سامنے لانا ہے۔

اس باب کو درج ذیل حوالے پر ختم کرتے ہیں:

''جو شخص راستبازی کے کام نہیں کرتا وہ خدا سے نہیں اور وہ بھی نہیں جو اپنے بھائی سے محبت نہیں رکھتا''[1]

☆☆☆☆☆

[1] یوحنا کا پہلا خط ۳:۱۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اولاد اسماعیل علیہ السلام

سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے بارہ سردار پیدا ہوئے تھے۔ جن کے نام بائبل میں یوں مرقوم ہیں۔

''اور اسماعیل کے بیٹوں کے نام یہ ہیں، یہ تمام ترتیب وار انکی پیدائش کے مطابق ہیں، اسماعیل کا پہلوٹھا نبایوت تھا، پھر قیدار اور ادبئیل اور مبسام اور مشماع اور دُومہ اور مسّا۔ حدد اور تیما اور یطور اور نفیس اور قدمہ یہ اسماعیل کے بیٹے ہیں اور ان ہی کے ناموں سے ان کی بستیاں اور چھاؤنیاں نامزد ہوئیں اور یہی بارہ اپنے قبیلے کے سردار ہوئے''۔ ①

معروف سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بارہ بیٹے ہوئے۔ انہوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کرلیا اور وہ بہت جلد اس قدر (اطراف واکناف میں) پھیل گئے کہ مغرب کی طرف مصر سے جوان کا ننھیال تھا، جا ملے اور جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہنچ گئے، جہاں باپ نے ان کے بھائیوں بنو قطورہ کو آباد کیا تھا۔ اور شمال کی طرف ان کی بستیاں شام سے جا ملیں جہاں ان کے بھائی بنو اسحاق آباد تھے۔ اس طرح ایک ہی باپ کے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم وتہذیب کے مالک ہوگئے اور بحر ہند اور بحیرہ احمر جیسی بندرگاہوں پر ان کا قبضہ ہوگیا، جہاں سے وہ اس وقت کی تمام متمدن دنیا کی تجارت پر اپنا قبضہ کر سکتے تھے۔ اور عرب کا اندرونی حصہ بھی ان کے پاس آگیا جو غیر اقوام سے بچاؤ کے لئے ہمیشہ ناقابلِ تسخیر حصار ثابت ہوا ہے۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ان کا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور ہوا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی۔ انہوں نے اپنے باپ کی طرح اس مقدس مسجد کے حقوق کو ہمیشہ پورا کیا جو دنیا کے لیے توحید کی پہلی درسگاہ تھی۔

① پیدائش ۲۵:۱۳۔۱۶۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قیدار کی اولاد میں ۳۷ پشت کے بعد عدنان اوّل نہایت اولوالعزم شخص گزرا ہے۔ اس کے چھوٹے بھائی عک نے یمن میں سلطنت قائم کر لی تھی۔ عدنان کے بعد اس قوم پر بنو جرہم کا قبیلہ غالب آ گیا۔ اگر چہ وہ ان کے ماموں ہی تھے، تاہم بنو جرہم نے ان کو ۲۰۷ء میں مکہ سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ بنو اسماعیل نے اب تک بنو جرہم کا بت پرستی میں ساتھ نہ دیا تھا۔

لیکن قصی نے جو عدنان دوم سے، پندرہویں پشت میں ہے، پھر مکہ پر قبضہ حاصل کر لیا اور اس نے مکہ میں مشترکہ حکومت کی بنیاد ۴۴۰ء میں رکھ کر مندرجہ ذیل عہدے قائم کیے۔ (۱) رفادہ (۲) سقایہ (۳) حجابہ (۴) قیادہ (۵) نیز قومی نشان بنایا، جسے لواء (پرچم، جھنڈا) کہتے ہیں۔ (۶) اور قومی مجلس قائم کی، جسے ندوہ یا دارالندوہ کہتے تھے۔

قصی کے بعد اس کا فرزند عبد مناف، پھر اس کا فرزند ہاشم پھر اس کا فرزند عبدالمطلب (المولود ۴۹۷ء)، اور پھر اس کا فرزند ابوطالب اپنے اپنے وقت میں مکہ کے محترم سردار ہوتے رہے"۔ (رحمۃ للعالمین ۱/ ۴۱۔ ۴۲ طبع مکتبہ محمودیہ)

عبدالمطلب کا ایک صاحبزادہ عبداللہ تھا۔ جن کی شادی قبیلہ بنو زہرہ کے سردار وہب کی بیٹی آمنہ سے ہوئی تھی۔ ان کے ہاں سید الاوّلین والآخرین، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیدائش ہوئی۔

ان کی والدہ کا نسب فہر الملقب بہ قریش کے ساتھ جا ملتا ہے۔ لہٰذا پیغمبر اسلام ددھیال اور ننھیال ہر دو طرف سے عرب کے بہترین قبیلہ اور شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔

والدِ محترم تو آپ ﷺ کی ولادت سے قبل ہی وفات پا گئے۔ اور آپ ﷺ ابھی چھ برس کے تھے کہ والدہ محترمہ چل بسیں۔ آٹھ برس تک دادا عبدالمطلب کی پرورش میں رہے۔ اور ان کی وفات کے بعد آپ ﷺ چچا ابوطالب کے زیرِ کفالت آ گئے۔ پچیس سال کی عمر میں شادی ہوئی اور جب چالیس برس کی عمر کو پہنچے تو وحی الٰہی کے شرف سے مشرف ہوئے، اب آپ ﷺ کی نبوی زندگی کا آغاز ہو چلا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبوت کب ملی؟

نبوت کا شرف پانے سے تین برس قبل آپ ﷺ کے قلب اطہر میں گوشہ نشینی و خلوت محبوب کر دی گئی۔ چنانچہ کچھ دنوں کا توشہ لے کر مکہ سے کچھ دور غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور عبادت میں مشغول رہتے۔ ایک دن اچانک یوں ہوا کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ ''پڑھو''! آپ ﷺ نے جواباً فرمایا کہ: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں''۔ فرشتے نے آپ کو اپنے ساتھ ملا کر خوب دبایا۔ پھر کہا ''پڑھو''! آپ ﷺ نے پھر وہی بات دہرادی کہ ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' فرشتے نے پھر دبایا اور تیسری دفعہ کہا کہ ''پڑھو!'':

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۝

''اپنے رب کے نام سے پڑھو! جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھو اور آپ کا رب سب سے زیادہ معزز ہے۔ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا (اور) انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''[1]

اس وقوعہ سے آپ گھبرا گئے۔ اپنی بیوی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا:

''مجھے چادر اوڑھا دو! مجھے چادر اوڑھا دو! کچھ دیر بعد جب آپ سے گھبراہٹ کافور ہوئی تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ سیّدہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی اور فرمایا:

''واللہ آپ کو اللہ تعالیٰ قطعاً رسوا نہ کرے گا، آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور اصل مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں۔ سو خدا تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہ کرے گا۔''

---

[1] اقرأ ۹۶/۱۔۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی کے پاس لے گئیں۔ وہ جاہلیت میں عیسائی ہو چکے تھے۔ اور عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ عبرانی کے ماہر بھی تھے اور اسی زبان میں انجیل لکھا کرتے تھے۔ اس وقت وہ عمر رسیدہ اور نابینا ہو چکے تھے۔ صورت حال سے آگہی کے بعد انہوں نے کہا: ''یہ تو وہی ناموس (فرشتہ) ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش میں اس وقت طاقتور رہوں، اے کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں، جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔''①

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر تعجب گزرا۔ سو دریافت کیا کہ کیا لوگ مجھے نکال دیں گے؟ تو ورقہ بن نوفل نے جواب دیا: ''ہاں! جب بھی کوئی آدمی اس طرح کا پیغام لایا جیسا تم لائے ہو تو اس سے ضرور دشمنی کی گئی۔ اور اگر میں حیات رہا تو تمہاری خوب پشت پناہی کروں گا۔'' لیکن رب تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا...... ورقہ بن نوفل اس کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے۔②

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''دلائل وقرائن پر ایک جامع نگاہ ڈال کر حضرت جبریل علیہ السلام کی تشریف آوری کے اس واقعے کی تاریخ معیّن کی جا سکتی ہے ہماری تحقیق کے مطابق یہ واقعہ رمضان المبارک کی ۲۱ تاریخ کو دوشنبہ (سوموار) کی رات پیش آیا۔ اس روز اگست کی ۱۰ تاریخ اور ۶۱۰ء تھا۔ قمری حساب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال چھ مہینے بارہ دن اور شمسی حساب سے ۳۹ سال تین مہینے ۲۲ دن تھی۔''③

---

① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ صاحب السر (رازدان) کیا ہے۔ (فتح الباری ۱/ ۲۵) ظاہر ہے وحی لانے پر مامور فرشتہ رازدان ہی ہوتا ہے۔ سو اسی لیے ''فرشتہ'' بریکٹ میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

② صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، رقم الحدیث ۳۔ ③ الرحیق المختوم ص ۹۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کیسے محفوظ ہوا؟

یہ فرشتہ تیئس برس تک وحی الٰہی لاتا رہا۔کبھی اصل شکل میں،کبھی انسانی صورت میں اور کبھی دل پر القاء کر دیتا تھا۔اس وحی الٰہی (جلی) جس کا آغاز غارِ حرا سے ہوا اور آنحضرت ﷺ کی وفات سے کچھ دن قبل مکمل ہوئی، کے مجموعہ کو قرآن مجید کہا جاتا ہے۔ جو آج بھی ہمارے سامنے اپنی اصل شکل میں بغیر تغیر و تبدّل کے موجود ہے۔

پیغمبر اسلام نے قرآنِ مجید کو حفظ کرنے کی بھی ترغیب دلائی۔ چنانچہ اکثر صحابہ کو قرآن مجید ازبر تھا۔اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ اسے تحریر بھی کراتے جاتے، چنانچہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں یہ تلفظاً و تحریراً محفوظ ہو چکا تھا۔اور بعد میں خلفاء راشدین نے اسے ازسرنو تحریر کرایا۔

آپ ﷺ نے قرآن مجید کی حفاظت کا بہت اہتمام کیا اور آمیزش کی روک تھام کے لیے فرمایا:

”مجھ سے قرآن مجید کے علاوہ اور کچھ نہ لکھو۔“ ①

کیا قرآن شیطانی کلام ہوسکتا ہے؟

وحی الٰہی لانے کا فریضہ جبرئیل علیہ السلام کو سونپا گیا تھا۔چونکہ یہ پاک وحی اور کلام الٰہی تھا،سو ناپاک شیاطین سے اس کی خوب حفاظت کی گئی اور انہیں قریب بھی پھٹکنے نہ دیا گیا۔ارشادِ ربانی ہے:

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝

”اسے شیاطین لے کر نہیں اترتے رہے اور یہ ان کے لائق بھی نہیں ہے اور نہ ان میں اس کی استطاعت ہے (قرآن مجید نازل کرنا تو کجا) وہ تو اسے سننے سے بھی معزول ہیں“ ②

① صحیح مسلم، رقم الحدیث ۷۷۰۲۔ ② الشعراء ۲۶/ ۲۱۰۔۲۱۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیکھئے کس عمدگی سے ربّ تعالیٰ نے معترضین کا ناطقہ بند کیا۔ اور کس طرح بالترتیب دفاع کرتے ہوئے معترضین کو دفاعی حالت میں پہنچا دیا۔ قاری دیکھتا ہے کہ قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر شیطان کی خوب مذمت کی گئی ہے، اور جوں جوں شیطان کے حوالے سے قرآنی تعلیمات کا بنظر غائر مطالعہ کرتا جاتا ہے، توں توں اس کا وسیع جہان معانی اسے ورطۂ حیرت میں ڈالتا جاتا ہے اور بالآخر وہ کہہ اٹھتا ہے۔ "ماھذا کلام بشر"۔ (یہ انسانی کلام نہیں) اور کبھی سراسیمگی کے عالم میں ڈوب کر یہ کہنا پڑتا ہے: "گویا یہ بھی میرے دل میں ہے"۔ اور اس کا دل اقرار کر لیتا ہے کہ دینِ اسلام ہی دین فطرت ہے جبکہ۔۔۔۔

شیطان کے حوالے سے راہنمائی کے لیے، معترضین کی مذہبی کتب پر ایک نظر اس کا تعارف تو ضرور دے دیتی ہیں، مگر مزید حقائق جو انجیل اور صاحب انجیل نے نہیں بتلائے وہ قرآن اور صاحب قرآن نے واضح کیے ہیں۔ اور یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے۔ دیکھیئے! اور خود فیصلہ کر لیجئے۔

شیطان لعین (1) اپنے مقصد، جن و انس کو گمراہ کرنے میں بہت پر عزم ہے۔ (2) سو ربّ تعالیٰ کے مقابلہ میں آنے والا یہ متکبر (3) ہمارا صریح دشمن ہے (4) دشمن کیونکر نہ ہو، ہمارے باپ آدم اور ماں حوا کو جنت سے نکلوانے والا یہی ہے۔ (5) اور اسے اس کی اپنی درخواست پر قیامت تک کے لیے مہلت دی گئی۔ (6)

وہ اپنے کام میں بلا کا طاق ہے مگر اسے صرف وسوسہ اور خیال ڈالنے (Delusion) کا اختیار و قوت ہے (7) اور اس کے جملہ طریقہ واردات بھی اسی پر منحصر ہیں۔ لیکن بسا اوقات ہم اس کی تلبیس (Mocking) سے بچنے کی سکت نہیں پاتے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا تسلط عباد اللہ پر نہیں ہوتا، ہاں جس کے دل میں چور ہو، اس پر مغلوبیت طاری ہو جاتی ہے۔ (8)

ادھر آیت مبارکہ میں استعمال ہونے والا لفظ "یتولونہ" ہے جو باب تفعّل ہے، جس کا ایک خاصہ "تکلف" کا ہے۔

---

(1) الحجر ۱۵:۳۵۔ (2) ص ۳۸:۸۲۔ (3) البقرۃ ۲:۳۴۔ (4) البقرۃ ۲:۲۰۸۔ (5) البقرۃ ۲:۳۶۔
(6) ص ۳۸:۷۹۔۸۱۔ (7) ابراہیم ۱۴:۲۲۔ (8) النحل ۱۶:۱۰۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جہاں تک اس کی تلبیس (Mocking) کے چلن کا تعلق ہے تو وہ اس میں بہت مہارت رکھتا ہے اور انسانی نفسیات کو پوری طرح ملحوظ رکھتا ہے۔ سو.........

وہ تدریج (Gradualness) کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۝

''اور تم شیطان کے قدموں کے نشانات کی پیروی نہ کرو۔''①

ربّ تعالیٰ نے لفظ ''خُطُوٰتِ'' استعمال کیا ہے۔ جسکے معنی قدموں کے نشانات ہیں اور یہ لفظ ''خطوط'' کی جمع ہے۔ ادھر جمع استعمال کی گئی جو اشارہ (Denotative) ہے اس بات کی طرف کہ اس کے چھوڑے ہوئے نشانات پر چل کر اس کے مطلوب و مقصود تک نہ پہنچو اور نشانات کی پیروی قدم بقدم ہی ممکن ہے۔

وہ دکھتی رگ پکڑتا ہے۔② ایک جگہ پر فرمان الٰہی اس طرح نقل ہوا:

وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ

''مومنو! شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور جو اس کے قدموں کی پیروی کرے گا پس وہ تو بے حیائی اور برے کاموں ہی کا حکم کرتا ہے۔''③

ادھر بے حیائی کا خصوصی تذکرہ کیا گیا ہے کیونکہ انسان طبعاً کمزور ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر 28 کا پس منظر بھی یہی بتلاتا ہے۔

____ وہ ناکامی پر ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنے کا بھی قائل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خواہشات اور تمنائیں ابھارتا رہتا ہے۔④ یا پھر گناہ کا اچھا پہلو دکھائے گا اور اسے مزین کر کے انسان کے ضمیر (Conscience) کو چمکارتا رہتا ہے، اور اگر ضمیر کی آواز مؤثر نہ ہو تو ''بس یہ آخری دفعہ اور اس کے بعد صالح و نیکوکار'' کے اصول کے ذریعے کام دکھائے گا⑤ اور نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ سیاہ کاریوں کا ارتکاب کراتے کراتے وہ ضمیر کو سیاہ کر دے گا⑥ جو اسی قابل ہو گا کہ اس پر لکھا ہو ''یہ ضمیر برائے فروخت ہے۔''

---

① البقرہ 208:2۔ ② آلِ عمران ۳:۱۴۰۔ ③ البقرۃ ۲:۱۶۸۔۱۶۹۔ ④ النساء ۴:۱۲۰۔

⑤ یوسف ۱۲:۹۔ ⑥ شعب الایمان ۲۰۵/۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بس نہ چلنے کی صورت میں نیکی کرنے کی سوچ کو، نئے فکر و خیال سے ہٹا دے گا۔ (1)
یا شبہات پیدا کر دے گا۔ (2) اور وہ اپنا کام کرتے ہوئے تنگ نہیں پڑتا بلکہ اتنا پر عزم ہے کہ گمراہ کرنے کے لیے بار بار کوشش کرتا ہے۔ (3)

اسلام نہ صرف شیطان کے طریقہ واردات کی خبر دیتا ہے بلکہ اپنے مخاطب کو اس سے بچنے کے طریقے بھی بتلاتا ہے۔ مزید براں کہ اس کا شکار ہو جانے والے کو بیچ منجدھار کے نہیں چھوڑ دیتا بلکہ اسے سچی توبہ والی پرسکون گود فراہم کرتا ہے۔

کلام الٰہی ہمیں اس بات سے بھی خبردار کرتا ہے کہ شیاطین کس شخص پر اترتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾

''کیا میں تمھیں بتلاؤں کہ شیاطین کیسے شخص پر اترتے رہتے ہیں؟ وہ ہر زبردست جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں''۔ (4)

محمد ﷺ ایسی صادق و مصدوق شخصیت ہیں جن کی عظمت اور صداقت کے معترف ان کے مخالفین بھی تھے اور سخت دشمنی کے باوجود انھیں ''صادق و امین'' ہی کہہ کر پکارتے، اور اپنی امانتیں بھی انھی کے پاس رکھواتے تھے۔ آپؐ نے ہجرت مکہ کے موقع پر اپنے چچا زاد علی رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری لگائی کہ تم یہ امانتیں صبح لوگوں کو واپس کر کے مدینہ آ جانا۔ (5)

تو ایسا بے مثال شخص جس نے ساری زندگی کسی عام انسان پر بھی جھوٹ نہیں بولا، بھلا وہ ذاتِ باری تعالیٰ پر کیونکر جھوٹ بول سکتا ہے؟ اسی طرح تلاوتِ قرآن سے پہلے شیطان مردود سے تعوّذ ضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

''پس جب تو قرآن پڑھے تو مردود شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کر۔'' (6)

---

(1) الکھف ۱۸:۶۳۔ (2) الانعام ۶:۱۳۷۔ (3) الناس ۱۱۴:۴۔ (4) الشعراء ۲۶/۲۲۱۔۲۲۲۔
(5) سیرۃ النبی ﷺ از شبلی نعمانی ۱/۱۸۱۔ (6) النحل ۱۶:۹۸۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

غور طلب بات یہ ہے کہ اگر قرآن مجید شیطانی الہام ہوتا تو وہ کیونکر اپنے سے بچنے کی دعوت دیتا اور پھر اپنے سے بچنے کے طریقے بھی بتلاتا، اپنے آپ کو انسانیت کا کھلا دشمن بتلاتا، اور اس طرح اپنی کھلی مذمت کرتا؟

سیّدنا مسیح علیہ السلام پر فریسیوں نے الزام لگایا کہ یہ بعل زبول (شیطان) کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہے تو انہوں نے جواباً کہا:

''جس بادشاہی میں پھوٹ پڑتی ہے وہ ویران ہو جاتی ہے اور جس شہر یا گھر میں پھوٹ پڑے گی وہ قائم نہ رہے گا اور اگر شیطان نے ہی شیطان کو نکالا تو وہ اپنا مخالف ہو گیا پھر اسکی بادشاہی کیونکر قائم رہے گی۔ ①

دوسری انجیل میں لکھا ہے:

''اور اگر شیطان اپنا ہی مخالف ہو کر اپنے میں پھوٹ ڈالے تو وہ قائم نہیں رہ سکتا بلکہ اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔'' ②

گویا شیطان اپنی مخالفت خود نہیں کرتا۔ اگر وہ خود اپنی مخالفت کرے گا تو خود تباہ، برباد ہو جائے گا۔

اسی طرح بائبل کہتی ہے:

''جو راستبازی کے کام کرتا ہے وہی اسکی (یعنی مسیح علیہ السلام) کی طرح راستباز ہے۔ جو شخص گناہ کرتا ہے وہ ابلیس سے ہے کیونکہ ابلیس شروع ہی سے گناہ کرتا رہا ہے...... جو کوئی راستبازی کے کام نہیں کرتا وہ خدا سے نہیں اور وہ بھی نہیں جو اپنے بھائی سے محبت نہیں رکھتا۔'' ③

① متی ۱۲:۲۲۔۲۶۔ ② مرقس ۳:۲۶۔ ③ یوحنا عارف کا پہلا خط ۳:۷۔۱۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر اسلام کی ساری زندگی بشمول قبل از نبوت، سچائی اور راستبازی کا اعلیٰ مظہر ہے تو پھر ان پر اترنے والی وحی شیطانی کیسے ہوسکتی ہے؟

ادھر بنی اسرائیل کے لیے ایک اور قابل غور بات ہے کہ وہ اپنے بھائی بنو اسماعیل کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ایک اور انداز سے:

قرآنی دعویٰ اور بائبل

قرآن مجید نے کھلے لفظوں میں اعلان کیا:

تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

''اس کتاب کا نازل کرنا جس میں کوئی شک نہیں جہانوں کے رب کی طرف سے ہے'' ①

جبکہ اہل بائبل کے ہاں یہ دعویٰ جھوٹ کا پلندا اور کذب بیانی ہے لیکن اس بات کو جب بائبل کے اوراق میں دیکھتے ہیں تو وہ بجائے اُن کے قرآن کی حقانیت کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن اگر اپنے دعویٰ کے برخلاف شیطانی الہام ہوتا تو بائبل کے مطابق آنحضرت ﷺ کو قتل ہو جانا چاہیے تھا۔ کیونکہ لکھا ہے:

''لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسکو حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔'' ②

اور اسی طرح لکھا ہے:

''تو ان کو، جو جھوٹ بولتے ہیں ہلاک کرے گا'' ③

مزید کہا:

''جو جھوٹ بولتا ہے فنا ہوگا۔'' ④

---

① الم السجدة ۳۲:۲۔ ② استثناء ۱۸:۲۰۔ ③ زبور، ۵:۶۔ ④ مثال ۱۹:۹۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مزید پڑھیے:

”جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔ انکے پھلوں سے تم ان کو پہچان لو گے۔ کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں؟ اسی طرح ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے اور برا درخت برا پھل لاتا ہے اچھا درخت برا پھل نہیں لا سکتا نہ برا درخت اچھا پھل لاسکتا ہے جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔“ ①

بائبل کے مذکورہ بالا تینوں حوالوں میں ایک بات مشترک ہے کہ جھوٹا شخص ہلاک ہوگا جبکہ جھوٹ بولنا تو درکنار آپ ﷺ نے کبھی کسی جھوٹی بات کہنے کا تصور بھی نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین بھی آپ کی سچائی کے معترف تھے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ تو اپنی مثال آپ ہی ہیں، آپ سے فیض پانے والے صحابہ کی سچائی کا حال یہ ہے کہ وہ خود بیان کرتے ہیں:

”اللہ کی قسم ہم جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے بلکہ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے تھے جھوٹ کیا ہوتا ہے“ ②

پیغمبر اسلام کی بے لاگ سچائی پر اس بات سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ ان کے زیر تربیت اشخاص یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ جھوٹ کیا چیز ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خود ان حضرات کی تربیت کرنے والے مجسم صداقت کی سچائیوں کا کیا حال ہوگا؟ یاد رہے کہ مذکورہ بالا بائبل کے فقروں کا تعلق صرف آخرت کے ساتھ نہیں ہے۔ دیکھیے تیسرا حوالہ جس میں ایک اور بات بیان ہوئی ہے کہ جھوٹے نبی کی تعلیمات کا پھل اچھا نہیں ہوتا۔ کیونکہ جھاڑیوں سے انگور نہیں اترتے۔۔۔۔

---

① متی ۷:۱۵-۲۰۔ ② مسند البزار، رقم الحدیث ۲۸۸۷۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس آیت نے گویا یک قلم فیصلہ ہی کر دیا، حق کے متلاشی کو ایک پیمانہ دے دیا، اسے شمع پکڑا دی اور ایک معیار حق مقرر کر دیا۔ کیونکہ پیغمبر اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیمات سے مفر محال ہے اور اس اٹل حقیقت سے بھی انکار ممکن ہے کہ دینِ فطرت کے احکام دوررس فیوض وفضائل اور ابدی فوز وفلاح کے حامل ہیں۔ اس ضابطہ حیات پر سرسری نظر ہی انسان کو اس کی حقانیت کا گرویدہ بنا دیتی ہے۔ معاش ہو یا سیاست، فرد ہو یا ادارہ، گھر ہو یا معاشرہ اسلام ایسا نظام زندگی دیتا ہے جو انتہائی جامع و مانع اور فقید المثال ہے۔ اس کا معیار عدل وانصاف ایسا ہے کہ عقل دنگ رہ جائے۔ فرمایا: ''اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو میں لازماً اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''[1]

یہ انگور کی بیل سے انگور نہیں تو اور کیا ہے؟ اسے انجیر کے درخت سے اُترنے والی انجیر نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟ اور پیغمبر امن کے دیے گئے نظام امن کو دیکھئے اور تکتے ہی رہ جایئے۔ سیدنا ابی بن حاتم رضی اللہ عنہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب علم انسان تھے مسلمان ہوئے تو نبی ﷺ نے ان سے چند باتیں کیں، ان باتوں میں ایک بات یہ تھی کہ اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو دیکھے گا کہ حیرہ علاقے سے ایک تن تنہا عورت بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے آئے گی اور اس کے دل میں اللہ کے علاوہ کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ جناب عدی فرماتے ہیں: میں نے اس عورت کو دیکھا، وہ اکیلی ہی آئی تھی۔[2]

تن تنہا ایک عورت نے چار ہزار کلومیٹر سے زیادہ کا سفر کیا وہ بھی اس زمانے میں جبکہ صرف چند ہی سال پہلے حالت یہ تھی کہ قافلوں کو لوٹ لیا جاتا تھا اور راستے نہایت پر خطر تھے لیکن اسلام آنے کے بعد امن وامان اس قدر مستحکم ہوگیا کہ ڈاکہ، چوری، رہزنی اور بدامنی کا بالکل خاتمہ ہوگیا۔

---

① صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۴۷۵۔ ② بخاری ۳۵۹۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریباً ڈیڑھ ہزار سال بیت جانے کے باوجود اس مبارک دور کے مستحکم امن و امان کی ایک جھلک سعودی عرب میں آج بھی دیکھی جا سکتی ہے جہاں زندگی کے اکثر شعبوں میں اسلامی نظام نافذ ہے۔ آج وہاں کیا حال ہے؟ یہ حقیقت ایک مسیحی خاتون بابس رول کے قلم سے پڑھیے۔ وہ سعودی عرب میں قیام کے دوران اپنا مشاہدہ یوں بیان کرتی ہے:

''ایک اور مارکیٹ ''سُوق'' ہے..... سوق مارکیٹ واقعی ایک قابل دید جگہ ہے۔ یہاں کے سٹال سونے سے لدے ہوئے ہیں۔ بیلٹس، نیکلیسیز اور بریسلٹس کے سٹال قطار در قطار سجے ہیں۔ یہ ہار مختلف سائزوں کے ہیں جو گلے سے لے کر کمر تک آسکتے ہیں، یہ سب آئٹم 24 قیراط سونے سے بنے ہوئے ہیں، یہ سٹالوں کی چھتوں سے لے کر نیچے تک آتے ہیں اور چم چم کرتے ہوئے خریداروں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ ہر سٹال کی تین دیواریں سونے کی بالیوں اور زنجیروں سے لدی ہوئی ہیں۔ شوکیسوں میں لعل و جواہر، زمرد اور دیگر بیش قیمت پتھر، سونے اور چاندی کے سیٹ سجے ہیں، جن کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے۔ بوتھس میں خریداروں کا ہجوم ہے، میں سوچتی ہوں کہ اس قدر خوبصورت زیورات اور گوناگوں پتھروں کی نمائش امریکہ میں کہیں لگتی تو مسلح ڈاکوؤں کے گروہ کبھی کے، ان دکانداروں اور خریداروں کو ان کی ''بھاری ذمہ داریوں'' سے فارغ کر چکے ہوتے''۔ (1)

پیغمبر امن ﷺ کے کسی بھی جاں نثار کو لے لیجیے، ہر شخصیت اپنی جگہ ایک مستقل و معظم اقدر کا مرقع ہے۔ ہر کوئی میٹھا پھل ہے جو اچھے درخت پر دالّ وشارّ (Denotative) ہے۔ ''عدلِ فاروقی'' آج بھی دنیائے عدل کا ایسا لافانی محاورہ ہے جس پر دورِ جدید کی ترقی یافتہ مملکتیں عمل کر رہی ہیں اور اس کے فلاحی نتائج سے فیض یاب ہو رہی ہیں۔

(1) حرم سرا کے شب و روز ۸، ص 58 مترجم محمد یحییٰ خان ﷫ طبع نگارشات لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقلی انداز سے

پیغمبر اسلام اُمّی یعنی ان پڑھ تھے جیسا کہ قرآن مجید نے واضح کیا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ

''وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امّی (ان پڑھ) نبی ہے جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں''۔ ①

بائبل میں لکھا ہے:

''اور پھر وہ کتاب کسی ناخواندہ کو دیں اور کہیں اس کو پڑھ اور وہ کہے کہ میں تو پڑھنا نہیں جانتا''۔ ②

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ

''پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امّی (ان پڑھ) پر ایمان لاؤ جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاجاؤ''۔ ③

نبی ﷺ نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ پھر آپ ﷺ اتنے عمدہ، موقع محل کے مطابق اور نہایت فصیح و بلیغ جوامع الکلم کا مرقع کس طرح پیش کر سکتے ہیں، جس نے عرب کے نامور ادیبوں اور شاعروں کو دانتوں تلے انگلی دبانے پر مجبور کر دیا۔

قرآن اور صاحبِ قرآن، پوری انسانیت کی بہبود کے لیے آئے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

''آپ کہہ دیجیے! اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں''۔ ④

① الاعراف ۷:۱۵۷۔ ② یسعیاہ ۲۹:۱۲۔ ③ الاعراف ۷:۱۵۸۔ ④ الاعراف ۷:۱۵۸۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید اتارا گیا جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں''۔ ①

تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک انسان پوری دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے اور اس کی بنیاد دروغ گوئی پر رکھے؟ ایسا تو وہی شخص کر سکتا ہے جس کے پیش نظر محض دنیاوی اور مادی مقاصد ہوتے ہیں، جبکہ محمد ﷺ مال و دولت کے طالب تھے، نہ ٹھاٹھ باٹھ کے۔ ورنہ آپ اہل مکہ کی طرف سے من پسند شادی، مال و دولت اور بادشاہت کی پیش کش نہ ٹھکراتے۔ آپ صرف دین حق کے علمبردار تھے اور تمام انسانوں کو ایک اللہ کی بندگی کا سبق دینے آئے تھے۔ آپؑ نے مال و دولت کی کبھی پروانہ کی، غریبی کی زندگی خوشی خوشی قبول کر لی۔ مدتیں گزر جاتی تھیں مگر آپؑ کے شانہ مبارک میں چولہا روشن نہ ہوتا تھا۔ آپؑ کے عزائم عظیمہ پہاڑوں سے زیادہ مضبوط تھے۔

اگر قرآن جھوٹ کا پلندہ ہوتا تو رب تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے کی مذمت نہ بیان ہوتی کیونکہ اس صورت تو وہ خود کو اسم تفضیل کا صیغہ (Superlative Degree) (ذیلی آیت میں) ''اَظْلَمُ'' استعمال کر کے عالم انسانی میں موجود ہر ذات سے اپنے کو نیچا دکھا رہا ہوتا۔ جبکہ اپنے آپ کو ہیچ کرنا تو جھوٹے شخص کی ترجیحات کے منافی ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کو کسی صورت شیطانی الہام ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

''اور اس شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ دے یا کہتا پھرے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے جبکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہ کیا گیا ہو۔ اور وہ شخص بھی (اسی ضمن میں آتا ہے) جو کہتا ہے کہ میں بھی اللہ کے نازل کردہ کلام جیسا کلام نازل کر کے دکھاؤں گا''۔ ②

---

① البقرۃ ۲:۱۸۵۔ ② الانعام ۶:۹۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مقام پر فرمایا:

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝

''یہ ربّ العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اور اگر اس (نبی) نے خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑتے اور اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔''[1]

ایک اور انداز سے

بھلا ایسا کون سا شخص ہے جو اپنی ہی تصنیف میں خود اپنی ہی مذمت بیان کرے حتی کہ کوئی کام کرے اور اپنے آپ کو سخت ڈانٹ پلا دے۔ کیونکہ اس طرح تو وہ خود اپنے کیے کو اپنے اعلی کردار کے اجلے دامن پر دھبہ بنا رہا ہوگا۔ سو اصل حقیقت جاننے کے بعد ہم اس فیصلے پر پہنچتے ہیں کہ صاحب قرآن اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ اور اس کی بات ماننے کا پابند ہے لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ موقع بہ موقع ان کی اصلاح کی گئی چنانچہ جب جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں بہتر بات چھوڑ کر دوسرا فیصلہ کیا تو قرآن مجید میں فرمایا گیا:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

''کسی نبی کو زیبا نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے، تم لوگ دنیا کے فائدے چاہتے ہو، حالانکہ اللہ کے پیش نظر آخرت ہے، اور اللہ غالب اور حکیم ہے۔ اگر اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم لوگوں نے لیا ہے اس کی پاداش میں تمھیں بڑی سزا دی جاتی۔''[2]

---

[1] الحاقۃ ۶۹: ۴۳-۴۷۔ [2] الانفال ۸: ۶۷-۶۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ سردارانِ قریش کو دعوت دے رہے تھے کہ اس دوران اچانک ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن امّ مکتوم رضی اللہ عنہ کوئی مسئلہ دریافت کرنے کی غرض سے آ گئے اس وقت ان کا آنا آپ کو گراں گزرا تو سورۃ عبس میں ان الفاظ کے ساتھ انتباہ کیا گیا:

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ اَوْيَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى

''اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا کہ اس کے پاس اندھا آ گیا۔ اور (اے نبی) تجھے کیا خبر شاید وہ پاکیزگی حاصل کرلے یا نصیحت حاصل کرے تو اسے نصیحت فائدہ دے لیکن جو بے پرواہے تو اس کی فکر میں ہے۔'' (1)

اسی طرح کسی خاص وجہ سے آپ ﷺ نے شہد کھانا ترک کردیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے روک دیا اور اصلاح فرمادی:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ (2)

یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں:

کیا قرآن مجید جیسی بے مثل کتاب کا مصنف کہلانا بجائے خود ایک اعلیٰ شرف کی بات نہیں؟ تو پھر نبی ﷺ نے ایسی بے مثل اعلیٰ تصنیف کا مصنف کہلوانے سے خود کو کیوں محروم رکھا؟

---

(1) عبس ۸۰/۱۔۶ (2) التحریم ۶۶:۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ کیا قرآن جیسی برگزیدہ تصنیف کا مصنف جھوٹ جیسی خباثت سے آلودہ ہو سکتا ہے؟ کیا وہ کتاب جس نے ساری دنیا کو صداقت سکھلائی اور جس نے بہت تھوڑے عرصے میں دیکھتے ہی دیکھتے عرب کی کایا پلٹ دی، وہ کتاب جس نے حیّ القیوم اللہ تعالیٰ کی یگانہ ہستی کا اعتقاد دلوں میں قائم کر کے کروڑوں ابنائے آدم کو حیات جاوید سے بہرہ اندوز کر دیا۔ کیا ایسی عظیم انقلابی کتاب ایسے دل اور ایسی زبان سے نکل سکتی ہے جو صادق نہ ہو؟

قرآنی چیلنج

کسی بھی مدّ مقابل کو شکست سے دوچار کرنے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ اس کا دیا ہوا چیلنج قبول کر کے اسے شکستِ فاش دی جائے۔ قرآن مجید نے اپنے جیسا رفیع و وقیع کلام پیش کرنے کا چیلنج دیا ہے، لہٰذا جو اسے کلام الٰہی تسلیم نہیں کرتا وہ اس کے مقابل آ کر دیکھ لے۔ حق و باطل نکھر کر اس کے سامنے آ جائے گا۔

قرآن مجید دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جس سے ایک عام فرد اور بہت پڑھا لکھا عالم دونوں بیک وقت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس کی معجزاتی زبان سے ادب کا دامن بھی نہیں چھوٹتا، اور شاعرانہ کلام نہ ہونے کے باوجود یہ بڑے سے بڑے فصیح البیان کے کلام کو ماند کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا

”آپ کہہ دیں کہ اگر جن و انس اس قرآن جیسا کلام لانے پر اتفاق کر لیں تو وہ اس جیسا کلام ہرگز نہیں لا سکتے، چاہے وہ ایک دوسرے کی مدد کر لیں۔“ [1]

---

① بنی اسرائیل ۱۷:۸۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کی بعثت سے قبل اہل عرب کی فصاحت و بلاغت مسلّم تھی۔ اور انھیں اپنی زبان دانی پر اتنا فخر تھا کہ غیر عرب کو وہ عجمی (گونگا) کہہ کر پکارتے تھے، لیکن قرآن مجید کی ادیبانہ شان کے پہلو نے انہیں بھی عاجز کر دیا، سو وہ اس کا دیا ہوا چیلنج زندگی بھر توڑ نہ سکے۔ تو ربّ تعالیٰ نے مزید تخفیف کر دی اور فرمایا:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

"یا وہ کہتے ہیں کہ اسے (قرآن کو) گھڑ لیا ہے آپ کہہ دیں کہ پھر تم اس جیسی دس سورتیں ہی گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جسے مرضی بلا لو اگر تم سچے ہو۔"[1]

اتنا زبردست، جاندار اور شاندار کلام پیش کرنے والی شخصیتؐ نے اہل عرب ہی کے بیچ انھیں کی بستی میں اپنا بچپن، لڑکپن اور جوانی کے ماہ و سال بسر فرمائے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ یہ شخص ناخواندہ ہے۔ اس کے باوجود وہ مقابلے کے لیے تیار نہ ہو سکے جس سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید وحی اور کلام الٰہی ہونے کے دعوے میں بالکل سچا ہے۔

مزید تخفیف یوں ہوئی:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

"یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے (قرآن کو) گھڑ لیا ہے؟ کہہ دے تم اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو۔"[2]

مدینہ میں اس چیلنج کا پھر اعادہ کیا گیا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

---

[1] یونس ۱۰:۳۸۔ [2] ھود ۱۱:۱۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اگر تم اپنے بندے پر ہماری نازل کردہ کتاب کے بارے میں شک میں مبتلا ہو تو اس کی مثل ایک ہی سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سارے حمایتی بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا، اور کبھی کر بھی نہ سکو گے، تو اس آگ سے بچ جاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔'' ①

قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت الکوثر نمبر (۱۰۸) صرف تین آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود مکہ کے لوگ چیلنج قبول کر سکے، نہ مدینہ کے مخالفین سامنے آنے کا حوصلہ کر پائے ، جن میں یہودی علماء وفضلا بھی شامل تھے۔ یہاں بھی اور سورۃ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیت میں بھی یہ پیشین گوئی کر دی گئی تھی کہ نزول قرآن کے وقت کے لوگ ایسا کلام لا سکتے ہیں اور نہ کبھی آئندہ آنے والے۔ سو آج بھی یہ اعلان برقرار ہے۔ بلکہ اس میں اتنی تخفیف کر دی گئی کہ یہ چیلنج نہ ہونے کے برابر رہ گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ۝ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝

''کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے؟ بلکہ وہ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے پس وہ اس جیسی ایک ہی بات بنا کر لے آئیں اگر وہ سچے ہیں''۔ ②

اللہ تعالیٰ نے مخالفین کی نفسیاتی تحلیل کر دی کہ وہ ماننا ہی نہیں چاہتے ، اور اسی پر ان کے اعتراضات کی بنیاد ہے۔ اگر ان کے اعتراضات کی بنیاد تعصب پر نہیں بلکہ تحقیق پر ہے تو اس جیسی ایک آیت ہی بنا لائیں۔ مگر وہ ایسا نہیں کر سکے، پس جب وہ اس کی عالی شان جیسی ایک بات بھی پیش نہیں کر سکے تو قرآن کے منزّل من اللہ اور مخالفین کے جھوٹے ہونے میں مطلق کوئی شک نہیں۔ مزید تفہیم کے لیے محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ کے محاضرات سے ایک واقعہ نقل کرنا چاہتا ہوں ملاحظہ فرمائیے:

---

① البقرۃ ۲:۲۳۔۲۴۔ ② الطور ۵۲:۳۳۔۳۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''آج سے کچھ سال قبل مصر کے ایک مسلمان طالب علم پیرس کی ایک یونیورسٹی میں تعلیم پا رہے تھے۔ وہاں ایک مستشرق ان کا استاد تھا۔ اس نے ایک دن ایک مسلمان طالب علم سے پوچھا: کیا تم بھی سمجھتے ہو کہ قرآن مجید ایک معجزہ ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! بالکل یہی سمجھتا ہوں۔ اس نے کہا کہ تم جیسے پڑھے لکھے آدمی کو جو یہاں یا کسی بڑی یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہو اُس کو تو کم از کم یہ نہیں کہنا چاہیے۔ مسلمان طالب علم نے اسے سمجھانا چاہا اور سمجھانے کی غرض سے اس کے سامنے ایک تجویز رکھی۔ وہ یہ کہ ایسا کرتے ہیں کہ ہم ۲۰، ۲۵ لوگ جو عربی سے واقف ہیں ایک ایسے مضمون کو عربی میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔ وہ مستشرق جو بہت بڑا عربی داں تھا، اس بات کے لیے تیار ہو گیا اور ان سب نے قرآن مجید کی اس آیت کو منتخب کیا ''یوم نقول لجھنم ھل امتلات و تقول ھل من مزید'' [1] جس دن جہنم سے کہا جائے گا کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کیا ابھی اور کچھ ہے؟

ان تمام لوگوں نے اپنی اپنی عربی میں اس مضمون کو بیان کیا۔ کسی نے کہا ''جھنم کبیرۃ جداً۔'' کسی نے کہا، جھنم واسعۃ جداً۔ کسی نے لکھا ''جھنم لن تملا ''۔ یعنی مضمون یہ بیان کرتا تھا کہ جہنم کی وسعت بہت زیادہ ہے۔ سب لوگوں نے اپنی پوری پوری زبان دانی خرچ کر دی۔ اس کے بعد انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت سامنے رکھی اور بتایا کہ اس مضمون کو جس انداز سے قرآن مجید نے بیان کیا ہے اس کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔ سب نے بالاتفاق تسلیم کیا کہ قرآن مجید کے اس اسلوب کا مقابلہ ممکن نہیں۔'' [2]

اس عالمگیر مذہب اور کتاب کی حقانیت کو پہچاننے کے اور بھی کئی ذرائع اور مختلف طریقے ہیں۔ مثلاً ارشادِ ربانی ہے:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا

''کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔'' [3]

---

① ق 30:50۔ ② محاضرات قرآنی از ڈاکٹر محمود احمد غازی ص 279-280 الفیصل ناشران لاہور۔

③ النساء ۴:۸۲۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے منکر اس میں تضاد بیانی یا غلطی تلاش کریں تو انہیں ہمیشہ ناکامی ہوگی، اس سلسلے میں جن لوگوں نے اپنی منطق سے کام لیا ہے تو ماہرین نے انہیں بڑے مدلل، مسکت، کافی اور شافی جوابات دیے ہیں۔ یاد رہے کہ ذہن میں اعتراض پیدا ہونے کی صورت میں اس فن کے ماہرین سے رابطہ کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اس بارے میں قرآن مجید نے یہ اصول بتادیا ہے:

فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا

''اس کے متعلق کسی پورے باخبر سے پوچھو۔''①

۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌO لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍO

''بلاشبہ یہ یقیناً ایک عزت مآب کتاب ہے۔ اس کے پاس باطل، نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ ایک کمال حکمت والے تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے''۔②

مولانا مودودی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''سامنے سے نہ آسکنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پر براہ راست حملہ کر کے اگر کوئی شخص اس کی کسی بات کو غلط اور کسی تعلیم کو باطل و فاسد ثابت کرنا چاہے تو اس میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ پیچھے سے نہ آسکنے کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کوئی حقیقت و صداقت ایسی منکشف نہیں ہوسکتی جو قرآن کے پیش کردہ حقائق کے خلاف ہو۔ کوئی ایسا شخص نہیں آسکتا جو فی الواقع عالم ہو۔ اور قرآن کے بیان کردہ علم کی تردید کرتا ہو۔ کوئی تجربہ اور مشاہدہ ایسا نہیں ہوسکتا جو یہ ثابت کردے کہ قرآن نے عقائد، اخلاق، قانون، تہذیب وتمدن، معیشت و معاشرت اور سیاست مدن کے باب میں انسان کو جو راہنمائی دی ہے وہ غلط ہے۔ اس کتاب نے جس چیز کو حق کہہ دیا ہے وہ کبھی باطل ثابت نہیں ہوسکتی اور جسے باطل کہہ دیا ہے وہ کبھی حق ثابت نہیں ہوسکتی۔''③

① الفرقان ۲۵:۵۹۔ ② حم السجدة ۴۱: ۴۱۔۴۲۔ ③ تفہیم القرآن ۴/۴۶۳ حاشیہ نمبر ۵۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝

''بے شک ہمی نے یہ ذکر (قرآن) اتارا ہے۔اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''①

معروف مفسّر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''یعنی اس کو دست و برد زمانہ سے اور تحریف وتغیر سے بچانا یہ ہمارا کام ہے۔ چنانچہ قرآن آج تک اسی طرح محفوظ ہے، جس طرح یہ اترا تھا۔گمراہ فرقے اپنے اپنے گمراہانہ عقائد کے اثبات کے لیے اس کی آیات میں معنوی تحریف تو کرتے رہے ہیں ،اور آج بھی کرتے ہیں ،لیکن پچھلی کتابوں کے برعکس یہ لفظی تحریف اور تغیر سے پوری طرح محفوظ ہے۔علاوہ ازیں اہل حق کی ایک جماعت بھی تحریفات کا پردہ چاک کرنے کے لیے موجود رہی ہے۔ جو ان کے گمراہانہ عقائد اور غلط استدلالات کے تارو پود بکھیرتی رہی ہے اور آج بھی وہ اس محاذ پر سرگرم عمل ہے۔''②

اگر کوئی شخص اس کتاب کو غیر محفوظ ثابت کر دے تو قرآن اپنے دعوی منزل من اللہ ہونے میں (نعوذباللہ) غلط ثابت ہوگا جبکہ آج تک کوئی ایسا کر سکا ہے، نہ الی یوم الآخر آئندہ کبھی کر سکے گا۔

حقانیت قرآن اصول مسیحی کی روشنی میں:

مسیحیوں کی جانب سے بائبل کی صداقت پرکھنے کے چار اصول سامنے آئے ہیں لہٰذا انہی اصولوں کے پیش نظر قرآن کی جانچ کرتے ہیں:

پہلا اصول:

''اپنی گواہ آپ، کسی بھی کتاب کو پرکھنے کا سب سے بہتر اصول یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ خود اپنے بارے میں کیا بیان کرتی ہے۔''③

① الحجر 15:9۔ ② احسن البیان ص ۷۱۲ طبع سعودی عرب۔ ③ صداقت بائبل ص ۱۶۶ طبع ایم۔آئی۔کے لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کی سچائی ثابت کرنے کے لیے پیچھے گزری باتیں اسی ''بہتر اصول'' کے تحت آتی ہیں کیونکہ قرآن نے خود ''منزل من اللہ'' ہونے کا اعلان کیا ہے۔

دوسرا اصول:

''ہمارے نزدیک کسی کتاب کی تعلیم ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ من جانب اللہ ہے بھی یا نہیں۔'' ①

یہ اصول بھی اپنی جگہ بالکل صحیح ہے۔ لہٰذا جب ہم قرآن کی تعلیم پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ انسانوں کو توحید الٰہ العالمین کی طرف بلانے کے ساتھ ساتھ روحانی اور جسمانی صفائی ستھرائی کی تلقین کرتا ہے۔ نماز روزے کے ذریعے خالق کے ساتھ تعلق جوڑتا اور مضبوط کرتا ہے۔ تمام انبیاء، فرشتے، بعث بعد الموت اور کتب الٰہیہ پر ایمان لانے کی تاکید کرتا ہے۔ نیکی، پارسائی اور پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔ چوری، ڈاکہ، قتل و غارت، زنا و بدکاری اور اس کے ذرائع سے روکتا ہے اور اگر کوئی ایسی حرکت کا مرتکب ہوتا ہے، تو اس کے لیے غلطی کے مطابق سزا تجویز کرتا ہے۔ گویا عقائد، اخلاقیات، سیاسیات، معیشت اور معاشرت ہر شعبہ میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ اور جس معاشرے میں یہ چیزیں رائج ہو جائیں کیا وہ پرامن اور ارتقاء پذیر نہیں ہو گا؟ یہ فیصلہ ہر صاحب عقل و خرد کر سکتا ہے۔ یہ کوئی دور کی کوڑی لانے کی بات نہیں، نہ اسے سمجھنے کے لیے صدیوں کا سفر درکار ہے۔ مثلاً آج کی دنیا میں سعودی عرب وہ واحد ملک ہے جو حدودِ شرعیہ کے لحاظ سے اسلام کی نمائندگی (Representation) کر رہا ہے سعودی عرب کا اور دنیا کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک امریکہ یا یورپی ممالک کا جرم و سزا اور امن و امان میں تقابل کر کے دیکھ لیں۔ آپ کے شعور سماعت میں سیدنا مسیحؑ کا یہ قول اپنی پوری معنویت کے ساتھ گونج اٹھے گا:

www.kitabosunnat.com

''درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔'' ②

① صداقت بائبل ص ۱۷۶۔ ② لوقا ۶: ۴۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا مسیح کا ارشاد قرآن مجید کے عملی نفاذ پر صد فیصد صادق آتا ہے۔

اس کی ایک گواہی غیر مسلم سکالر اور علامہ اقبالؒ کے استاذ سر ٹی ڈبلیو آرنلڈ کی کتاب سے (The preaching Of Islam) سے پیش خدمت ہے: موصوف صفحہ نمبر ۳۳۲ پر رقمطراز ہیں:

"مسلمانان افریقہ کی تہذیب ایک نومسلم نیگرو پر جس طرح اثر انداز ہوتی ہے، وہ اس درج ذیل اقتباس میں بڑی خوبی سے عیاں ہے۔ ریوراں بوز ورتھ اسمتھ نے لکھا ہے: "انتہا درجہ کی وہ قبیح رسمیں اور خرابیاں مثلاً مردم خوری، انسانی قربانی اور بچوں کو زندہ دفن کرنا، جو ایک زمانے میں پورے افریقا میں پھیلی ہوئی تھیں اور اب بھی افریقا کے بعض حصوں میں گولڈ کوسٹ اور برطانوی نوآبادیوں کے قریب پائی جاتی ہیں، اشاعت اسلام کے بعد ہمیشہ کے لیے فوراً موقوف ہو جاتی ہیں۔ وہ لوگ جو اب تک برہنگی یا نیم برہنگی کی حالت میں رہتے تھے، صاف ستھرے کپڑے پہننا شروع کر دیتے ہیں اور وہ دیسی باشندے، جو پہلے کبھی نہانا نہیں جانتے تھے، اب بار بار نہاتے اور ہاتھ منہ دھوتے ہیں کیونکہ اسلامی تہذیب نے وضو اور غسل کا حکم دے رکھا ہے۔ یہ حکم ایسا ہے جسکی پابندی سے ان کی طبیعت پر زیادہ زور نہیں پڑتا۔ ان کے قبائلی نظام کی جگہ ایک ایسی ملی تنظیم لے لیتی ہے جو وسیع تر بنیادوں پر قائم ہے۔ بالفاظ دیگر قبیلوں کے باہم ملنے سے قومیں بن جاتی ہیں اور جب انکی قوت اور سمجھ بڑھتی ہے تو وہ سلطنتیں قائم کر لیتی ہیں۔ چنانچہ سوڈان اور اسکے ملحقہ ملکوں کی گزشتہ ایک سو برس کی تاریخ سے اس کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ ①

① میتھوڈسٹ کوارٹرلی ریویو، جنوری ۱۸۶۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسرا اصول

حالات وواقعات کے مطالعے ومشاہدے سے مستقبل کے متعلق پیش گوئی ہر زیرک انسان کر سکتا ہے۔مگر اس کے سو فیصد سچا ہونے کا دعویٰ ممکن نہیں، کیونکہ انسان کو مستقبل کا علم تو در کنار، ماضی میں اپنے ساتھ ہونے والی ہر بات بھی یاد نہیں رہتی ۔ جبکہ خالقِ کائنات کا علم زمانے کی تقسیم (ماضی، حال، مستقبل) کا محتاج نہیں ۔ لہٰذا اس کی بات کا صحیح ہونا اور اپنے وقت پر برمحل رونما ہونا بہرحال لازم ہے۔اہل کتاب بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ بائبل میں لکھا ہے:

''مستقبل کے واقعات کی صحیح پیشگوئی اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام کی حقانیت کی بڑی شہادتوں میں سے ایک ہے۔صدیوں پیشتر ایک واقعہ کی پیشگوئی کرنا اور بعد میں اس کی تکمیل کی صحیح تصویر دیکھنا الٰہی طاقت کا ایسا بیّن ثبوت ہے جسکی تردید ناممکن ہے۔''①

بائبل اس کی گواہی یوں دیتی ہے:

''اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اس نبی نے وہ بات گستاخ بن کر کہی ہے۔''②

ہم اس اصول کی روشنی میں قرآنِ مجید کو دیکھتے ہیں تو اس کا وحی الٰہی اور کلام ربانی ہونا سورج سے زیادہ روشن نوشتہء دیوار بن جاتا ہے۔قرآن مجید میں مستقبل کے حوالے سے کئی ایک پیش گوئیاں موجود ہیں۔چند ایک کا مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

غُلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِيٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

''رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہوگئے اور وہ مغلوب ہونے کے بعد جلد ہی چند برسوں میں غالب آئیں گے۔سارا معاملہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے،اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی ۔اور اس دن مومن اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے۔''③

① صداقتِ بائبل ص ۱۸۸۔ ② استثناء ۱۸:۲۲۔ ③ الروم ۳۰: ۲۔۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عہد نبوی میں، روم اور ایران دو بڑی سلطنتیں تھیں۔ ان دونوں کی آپس میں کھٹ پٹ (Clash) چلی آ رہی تھی، بالآخر اس کا منطقی نتیجہ ۶۰۲ء میں نکلا۔ شاہ ایران خسرو ثانی نے رومیوں پر دھاوا بول دیا، سیریا (شام) اور ایشائے کوچک کو لوٹا اور ۶۰۸ء میں کیلسیڈون پر اس کی فوجیں بڑھیں ۔ ۶۱۳ء اور ۶۱۴ء میں جرنیل شہ براز نے دمشق اور یروشلم کو فتح کر لیا اور مقدس صلیب لے گیا۔ جلد ہی مصر بھی فتح ہو گیا۔ رومی کوئی مقابلہ نہ کر سکے، کیونکہ ایک طرف اندرونی جھگڑوں سے اور دوسری طرف سلافیوں کے دباؤ سے وہ بہت کمزور ہو رہے تھے۔ ①

اس فتح کے بعد ایک سال کے اندر اندر ایرانی فوجیں اردن، فلسطین اور جزیرہ نمائے سینا کے پورے علاقے پر قابض ہو کر حدودِ مصر تک پہنچ گئیں۔ ۶۱۶ء میں جب یہ خبر مکہ پہنچی تو مشرکین نے بغلیں بجائیں اور مسلمانوں سے کہنے لگے: دیکھو ایرانی آتش پرست فتح پا رہے ہیں اور وحی و رسالت کے ماننے والے عیسائی شکست پر شکست کھاتے چلے جا رہے ہیں۔ اسی طرح ہم عرب کے بت پرست بھی تمہیں اور تمہارے دین کو مٹا کر رکھ دیں گے۔

مسلمانوں کی ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ تھیں۔ کیونکہ وہ بھی ان کی طرح وحی و رسالت پر ایمان رکھتے تھے۔ اس لیے مسلمانوں کو اس جنگ کے نتیجے سے دکھ ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے ۶۱۶ء کے قریب یہ اعلان نازل کیا کہ رومی چند برسوں میں غالب آ جائیں گے۔ ادھر لفظ ''بضع'' استعمال کیا گیا ہے، جو دس سے کم سال پر بولا جاتا ہے۔

حالات و واقعات اس پیش گوئی کو جھٹلا رہے تھے۔ کیونکہ اتنے بڑے پیمانے پر لٹنے اور شکست و ریخت کے بعد کوئی بھی متاثرہ قوم صدیوں پیچھے چلی جاتی ہے۔ مگر یہ پیش گوئی پوری ہو کر رہی اور رومی صرف نو برس کے قلیل عرصہ میں فتح سے ہمکنار ہوئے۔

اتنی بڑی پیش گوئی اور وہ بھی باقاعدہ تاریخ کے ساتھ ناقابل یقین لگ رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز مؤرخ گبن کو کہنا پڑا:

① انسائیکلو پیڈیا بریٹنیکا بحوالہ بیان القرآن 1065/2۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”قرآن مجید کی اس پیش گوئی کے بعد سات آٹھ برس تک حالات ایسے تھے کہ کوئی شخص یہ تصور تک نہ کرسکتا تھا کہ رومی سلطنت ایران پر غالب آجائے گی بلکہ غلبہ تو درکنار اس وقت تو کسی کو یہ امید بھی نہ تھی کہ اب یہ سلطنت زندہ رہ جائے گی“۔ ①

بحوالہ تفہیم القرآن ۳/ ۷۲۷۔

نزول آیات سے چند سال بعد ایسا ہی ہوا۔ روما میں جو خانہ جنگی اور اندرونی بدنظمی ہو رہی تھی وہ جنرل ہرقل کے بادشاہ بن جانے سے جاتی رہی۔ رومیوں نے اپنے کھوئے ہوئے ملکوں کو واپس حاصل کرلیا۔ مصر و شام، فلسطین اور ایشائے کوچک دوبارہ سلطنت قسطنطنیہ کے ماتحت ہو گئے۔ اس کے ساتھ ایک دوسری پیش گوئی بھی شامل کردی کہ جس دن رومی فتح یاب ہوں گے۔ اس دن مسلمانوں کو بھی نصرت الٰہی سے خوشی ملے گی۔

ادھر اہل کتاب نے آتش پرستوں پر فتح حاصل کی تو ادھر اہل توحید میدان بدر میں مشرکوں پر غالب رہے اس طرح قرآن مجید کی بیک وقت کی گئی دو پیش گوئیاں حرف بحرف سچ ثابت ہوئیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ یہودیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوٓا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ

”یہ جہاں بھی پائے گئے، ان پر ذلت کی مار پڑی۔ البتہ جنہیں اللہ تعالیٰ یا لوگوں کی پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹے اور ان پر مسکنت مسلط کردی گئی۔“ ②

---

① Gillon Decline and of the Roman Empire Vol-11 P-788- Mojern Library New York-

② آل عمران ۳: ۱۱۲۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں پر جو ذلت و مسکنت، غضب الٰہی کے نتیجے میں مسلط کی گئی، اس سے وقتی طور پر بچاؤ کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ وہ اللہ کی پناہ میں آ جائیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام لے آئیں یا اسلامی مملکت میں جزیہ دے کر ذمی کی حیثیت سے رہنا قبول کر لیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ لوگوں کی پناہ ان کو حاصل ہو جائے۔ اس کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں؛ ایک یہ کہ اسلامی مملکت کی بجائے عام مسلمان ان کو پناہ دے دیں جیسا کہ ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے اور اسلامی مملکت کے حکمرانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ ادنی مسلمان کی دی گئی پناہ کو بھی رد نہ کریں، دوسرا یہ کہ کسی بڑی غیر مسلم طاقت کی پشت پناہی ان کو حاصل ہو جائے کیونکہ ''الناس'' عام ہے۔ اس میں مسلمان اور غیر مسلمان دونوں شامل ہیں۔ [1]

اس پیش گوئی کے بعد یہودی کہیں بھی آج تک امن و چین کے ساتھ نہیں رہ سکے اور جہاں انہیں آرام و سکون ملا، وہاں مذکورہ بالا دو وجوہ میں سے کوئی ایک وجہ ضرور کارفرما ہوئی۔ موجودہ زمانہ میں بھی امریکہ و برطانیہ وغیرہ کی شہ پر انہوں نے اپنی ریاست ''اسرائیل'' قائم کر لی۔ اگر آج ان دونوں طاقتوں کا دست شفقت اٹھ جائے تو ان کی سکونت مسکنت کے علاوہ کچھ نہ ہو گی۔

۳۔ یہود صرف اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا مقرب و محبوب (Chosen People) گردانتے ہیں اور باقی انسانوں کو اس قابل نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک کام کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی ایک پیش گوئی بھی کر دی:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

''آپ کہہ دیجیے! اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو! اگر تمہیں یہ گھمنڈ ہے کہ باقی سب لوگوں کو چھوڑ کر بس تم ہی اللہ کے چہیتے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ اگر تم اپنے اس زعم میں سچے ہو۔ لیکن یہ ہرگز اس کی تمنا نہ کریں گے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جو یہ کر چکے ہیں۔ اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔'' [2]

---

[1] احسن البیان ص ۱٦۷ طبع سعودی عرب۔ [2] الجمعة ٦٢: ٦۔۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ مضمون قرآن مجید کے کئی دوسرے مقامات پر بھی دہرایا گیا ہے۔ یہ بڑی سچی اور پکی بات ہے کہ اولیائے ربانی کے لیے دنیوی زندگی حجاب ہے، یہ حجاب اٹھ جائے تو دوست، دوست کے وصال سے شاد ہو جائے۔ عربی مقولہ ہے: "الموت جسر یو صل الحبیب الی الحبیب۔" (موت وہ پل ہے، جو حبیب کو حبیب سے ملا دیتا ہے۔) کسی دوست کی جانب سے تمنائے موت کے معنی عرضداشت وصال کے ہیں اور ایسی عرض و معروض کا بار بار پیش کرنا اور ہر بار اس پر اصرار کرنا لوازم محبت وولایت میں سے ہے۔

یہاں یہودیوں کو دعوت دی گئی ہے کہ اگر تم محبت کے دعوے میں سچے ہو تو چلو ایک مرتبہ ہی اپنی زبان سے موت کی تمنا کا اظہار کر دو، لیکن پیش گوئی کر دی گئی کہ ان کے کرتوتوں اور معاصی کا ان قبضہ ہے۔ اندر کی بات انہیں معلوم ہے لہٰذا یہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ اس آیت کو اترے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ بیت گیا ہے مگر یہود قرآن مجید کی اس پیش گوئی کو جھٹلا نہیں سکے۔ جو اس کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۴۔ قرآن مجید کے پائے کی ایک ہی سورت لانے کا چیلنج تھا جو مخالفین پورا کر سکے اور نہ کبھی کر سکیں گے۔ کما تقدم تفصیلہ۔

۵۔ پیغمبر اسلام ﷺ کو دعوت توحید میں بہت سی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا حتی کہ مخالفین کی صفِ اوّل میں آپ ﷺ کا حقیقی چچا ابولہب بھی شامل تھا۔ اس نے عناد و ہٹ دھرمی میں آپ کو بددعا دی تو اللہ تعالیٰ نے "سورہ اللھب" نمبر (111) نازل فرما دی:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَا لُهٗ وَمَا كَسَبَ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّا لَةَ الْحَطَبِ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ" مِّنْ مَّسَدٍ

"ابولھب کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ نامراد ہو گیا۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا اس کے کسی کام نہ آیا۔ بالضرور وہ شعلہ زن آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کے ساتھ اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیوی بھی، لگائی بجھائی کرنے والی۔ اس کی گردن میں مونجھ کی رسی ہوگی۔“

یہ پیش گوئی تین امور پر مشتمل ہے:

ا اسلام اور نبی ﷺ کے خلاف اس کی جملہ تدابیر ناکام ہوں گی۔

ب اس کی اولاد اور مال کچھ فائدہ نہ دے گا۔

ج وہ خود اور اس کی بیوی دونوں آگ کا ایندھن بنیں گے، یعنی مسلمان نہ ہوسکیں گے۔

خالق کائنات کی بات پوری ہوکر رہنی تھی سو ہوئی......

اس کے چار بیٹے تھے۔ دو بحالت کفر باپ کے سامنے ہی مر گئے جبکہ ایک بیٹی اور باقی دو بیٹے مشرف با اسلام ہوئے۔ گویا کچھ بھی سود مند اور توقعات کے مطابق نہ ہوا۔

میدان بدر میں مسلمانوں کو ہلاک کرنے کی نیت سے سب مشرکین نکل کھڑے ہوئے، مگر ابولہب نے اپنی جگہ ایک قرضدار بھیج دیا۔ لیکن موت سے کون بچا سکتا تھا! میدان بدر میں نامرادی کے چند دن بعد طاعون نے ایسا آلیا کہ وہ انجام بد سے دوچار رہا۔ کوئی اس کی لاش اٹھانے کو تیار نہ تھا۔ اس کا مال بھی کام نہ آیا اس کی لاش پر چھت کھول کر اوپر ہی سے مٹی اور پتھر پھینک دیے گئے۔

اس نے اور اس کی جورو نے کبھی جھوٹے منہ بھی اسلام قبول کرنے کا اقرار نہ کیا۔ حالانکہ وہ اس پیش گوئی کے بعد دس سال سے زیادہ عرصہ زندہ رہے۔

چوتھا اصول

صداقت بائبل کی ایک دلیل ”اثریات“ یعنی علم آثارِ قدیمہ کو بھی بتایا گیا ہے۔ [1]

قرآن مجید اس پہلو سے بھی کلام الٰہی ثابت ہوتا ہے۔ دیکھئے! قرآن مجید نے ہامان کو موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا شخص بتایا ہے، جو فرعون کا معتمد خاص اور تعمیراتی کاموں میں مصروف رہتا تھا۔ [2]

---

(1) صداقت بائبل ص ۲۱۴۔ (2) القصص ۲۸:۳۸۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جبکہ بائبل میں عہدِ موسوی میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا بلکہ اسے اس بادشاہ کے مددگار کی حیثیت سے دکھایا گیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً گیارہ سو سال بعد ہوا اور اس نے بنی اسرائیل پر بہت ظلم ڈھائے۔

دو سو سال قبل جب مصری علاماتی تحریر (Hieroglyphic Alphabet) پڑھی گئی تو ہامان کا نام ان کی قدیم دستاویز میں دریافت ہوا۔ یہ علاقائی زبان تیسری صدی عیسوی میں ترک کر دی گئی تھی اور اسے کوئی بھی پڑھ نہیں سکتا تھا۔ دو سو سال پہلے تک یہی صورت حال رہی۔

۱۷۹۹ء میں پہلی مرتبہ اس راز سے پردہ اٹھا اور یہ تحریر پڑھی گئی۔ قدیم کتبہ جات و تحریرات پر موجود مواد پر مشتمل ایک ڈکشنری، جس کا نام ''پیپل ان دی نیو کنگڈم''

(People In The New Kingdom) ہے، میں ہامان کا ذکر پتھر کی کانوں کے مزدوروں کے سربراہ کے طور پر کیا گیا ہے۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں رہنے والے اکیلے نبی نہ تھے، ان سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام بھی وہاں رہے۔ ان کا دور بہت پہلے کا ہے۔ قرآن مجید نے ان دونوں نبیوں کے واقعات بیان کیے اور موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے میں جو حکمرانِ مصر تھے، ان کے لیے لفظ ''الملک'' یعنی بادشاہ (یوسف ۱۲:۵۴) جبکہ موسیٰ علیہ السلام کے عہد کے حکمرانوں کے لیے لفظ ''فرعون'' استعمال کیا گیا۔ آج جو تاریخی ریکارڈ دستیاب ہے، اس سے ان حکمرانوں کے لیے استعمال ہونے والے مختلف القابات و خطابات کے اسباب کا پتہ چلتا ہے۔ لفظ فرعون، حقیقتاً قدیم مصر میں شاہی خاندان کا لقب تھا۔ پرانی شہنشاہیت کے حکمران یہ خطاب استعمال نہیں کرتے تھے۔ یہ لقب مصری تاریخ کے عہد سلطنت نو سے پہلے شروع نہیں ہوا۔ چنانچہ اٹھارویں شہنشاہیت (۱۵۳۹ تا ۱۲۹۲ ق۔م) سے شروع ہوا۔ اور بیسویں شہنشاہیت (۹۴۵ تا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۰ ۷ ق ۔م) تک لفظ ''فرعون''تعظیم کے خطاب اور لقب کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پرانی بادشاہت کے عہد میں تھے۔لہٰذا اس دور کے حکمرانوں کے لیے لفظ ''الملک'' بولا گیا۔اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سلطنت نو کے عہد میں تھے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اس فرق کو جاننے کے لیے آدمی کو مصر کی تاریخ کا علم ہونا چاہیے۔مگر قدیم مصر کی تاریخ چوتھی صدی عیسوی تک قطعی بھلائی جا چکی تھی ،انیسویں صدی میں اس کی دوبارہ دریافت تک یہ تحریر کوئی بھی نہ جانتا تھا۔اس لیے قرآن مجید کے نزول کے وقت مصری تاریخ کے بارے میں کوئی گہرا علم دستیاب نہ تھا۔یہ حقیقت قرآنِ مجید کے لاتعداد ثبوتوں میں ایک اور ثبوت ہے کہ قرآن مجید اللہ ربّ العالمین ہی کا کلام ہے۔[1]

☆☆☆☆☆

[1] ملخص خطبات ذاکر نائیک،ص ۶۵ تا ۷۰،طبع شرکۃ الامتیاز لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واقعہ غرانیق، حقیقت یا افسانہ؟

حق جب بھی دنیا میں آتا ہے۔ ابلیس اور اس کے چیلے چانٹے اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میدان میں اتر آتے ہیں کیونکہ انہیں اپنی بقا کی ناؤ ڈوبتی نظر آتی ہے، جبکہ اس سے پہلے وہ گھوڑے بیچ کر سو رہے ہوتے ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ جب آپ نے توحید کا علم اٹھایا اور دنیا والوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی راہ دکھائی تو ابلیسی لاؤ لشکر پہلے سے بھی زیادہ مسلح اور مستعد ہو کر نت نئے حربوں کے ساتھ میدانِ عمل میں اترا اور آج تک سرگرم عمل ہے۔

اس کی موجودہ زمانے کی مذموم ترین مثال قرآن مجید کو جلانا اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خاکے بنانا ہے۔ جبکہ قبل ازیں محمد کریم ﷺ کو کبھی جابر و ظالم حکمران کی صورت پیش کیا جاتا تھا تو کبھی نفسانی خواہشات کا بندہ ظاہر کیا جاتا تھا۔ لیکن (ومکروا ومکر الله والله خير الماكرين) ۔ ربّ کائنات کا مقابلہ کون کر سکتا ہے! جب وہ کسی کو عزت دینا چاہے تو ساری دنیا مل کر اس شخص کی عزت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔ لہٰذا ہر دور میں ذاتِ باری تعالیٰ نے ایسے دانشور، علماء اور مذہبی راہنما پیدا کیے جنہوں نے پیغمبرِ اسلام ﷺ کا ہر محاذ پر دفاع کیا۔ اور آپ ﷺ کی کردار کشی کی تمام گھناؤنی کوششیں ناکام ہوتی رہیں۔ انہی میں سے ایک ''واقعہ غرانیق'' ہے۔ جس کا انتساب آپ ﷺ کی طرف ہے۔ ملعون سلمان رشدی نے بھی اپنے ناول (Satanic Verses) میں اسی قصہ کو بنیاد بنا کر ریت کی دیوار کھڑی کی ہے۔

واقعہ یہ ہے:

''نبی اکرم ﷺ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش! قرآن میں کوئی ایسی بات نازل ہو جائے جس سے اسلام کے خلاف کفارِ قریش کی نفرت دور ہو اور وہ کچھ قریب آ جائیں۔ یا کم از

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کم اُن کے دین کے خلاف ایسی سخت تنقید نہ ہو جو انہیں بھڑکا دینے والی ہو۔ یہ تمنا آپ ﷺ کے دل ہی میں تھی کہ ایک روز قریش کی ایک بڑی مجلس میں بیٹھے بیٹھے آپ ﷺ پر سورۂ نجم نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے اسے پڑھنا شروع کیا۔ جب (اَفَرَأَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی) پر پہنچے تو یکایک آپ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے: تلك الغرانقة (الغرانیق) العلی وان شفاعتھن لترجی۔ ''(یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں، ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے) اس کے بعد آگے پھر سورۂ نجم کی آیات پڑھتے چلے گئے، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے اختتام سورت پر سجدہ کیا تو مشرک اور مسلمان سبھی سجدے میں گر گئے۔ کفار قریش نے کہا کہ اب ہمارا محمد ﷺ سے کیا اختلاف باقی رہ گیا؟ ہم بھی تو یہی کہتے تھے کہ خالق و رازق اللہ ہی ہے، البتہ ہمارے یہ معبود اس کے حضور میں ہمارے شفیع (سفارشی) ہیں۔ شام کو جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے پوچھا: یہ آپ ﷺ نے کیا کیا؟ یہ دونوں فقرے تو میں نہیں لایا تھا اس پر آپ ﷺ سخت مغموم ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل کی جو سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۸ (آیت ۷۳ تا ۷۵) میں ہے:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـــًٔا قَلِيْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا

''اور یقیناً وہ قریب تھے کہ واقعی تجھے اس سے بہکا دیں جو ہم نے تیری طرف وحی کی، تا کہ تو ہم پر اس کے سوا جھوٹ باندھ دے اور اس وقت وہ ضرور تجھے دلی دوست بنا لیتے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ ہم نے تجھے ثابت قدم رکھا تو یقیناً قریب تھا کہ تو تھوڑا سا ان کی طرف مائل ہو جاتا۔ اس وقت ہم ضرور تجھے زندگی کے دگنے اور موت کے دگنے (عذاب) کا مزہ چکھاتے پھر تو اپنے لیے ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پاتا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس بات نے برابر نبی ﷺ کو رنج وغم میں مبتلا کیے رکھا، یہاں تک کہ سورۂ حج کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ج فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

''اور ہم نے تجھ سے پہلے نہ کوئی رسول بھیجا اور نہ کوئی نبی مگر جب اس نے کوئی تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں (خلل) ڈالا تو اللہ اس (خلل) کو جو شیطان ڈالتا ہے مٹا دیتا ہے پھر اللہ اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے''①

اس میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی کہ تم سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش کے لوگوں نے بھی سجدہ کر دیا تھا، اور یہ واقعہ مہاجرین حبشہ تک اس رنگ میں پہنچا کہ آنحضرت ﷺ اور کفار مکہ کے درمیان صلح ہو گئی ہے۔ بہت سے مہاجرین مکہ واپس آ گئے۔ مگر یہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ صلح کی خبر غلط تھی، اسلام اور کفر کی دشمنی جوں کی توں قائم ہے۔

یہ قصہ ابن جریر (۶۶۳/۱۸) اور بہت سے مفسرین نے اپنی تفسیروں میں، ابن سعد نے طبقات میں، الواحدی نے اسباب النزول میں، موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں، ابن اسحاق نے سیرت میں، اور ابن ابی حاتم، ابن المنذر، بزّار اور ابنِ مردویہ اور طبرانی نے احادیث کے اپنے اپنے مجموعوں میں نقل کیا ہے۔

---

① الحج: ۲۲/ ۵۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سند کے لحاظ سے تبصرہ

قرآن مجید اور اسلامی تعلیمات اس واقعہ کی کھلے الفاظ میں نفی کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سنداً بھی یہ قصہ پایہء ثبوت تک نہیں پہنچتا۔ اس کی معروف سند (کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس) ہے، اور کلبی متروک راوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ روایت کو نقل کرنے کے بعد امام بزار لکھتے ہیں: ہمارے علم میں اس روایت کی کوئی ایسی متصل سند نہیں جس کا تذکرہ کرنا جائز ہو۔ ماسوائے (ابو بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس) کے۔ اسے فقط امیہ بن خالد ہی متصل بیان کرتا ہے۔ اور یہ ثقہ راوی ہے (جبکہ اسے بھی متصل ہونے کا شک ہے) اور یہ روایت کلبی کی سند سے پہچانی جاتی ہے۔"①

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس قصہ کی تمام اسانید مرسل ہیں۔ اس کی کوئی صحیح سند ہمیں نہیں مل سکی۔"②

علامہ شوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"کسی سند کے لحاظ سے یہ قصہ صحیح ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے باطل ہونے کے ساتھ ساتھ محققین نے قرآنی دلائل سے اس کا دفاع کیا ہے۔"③

اس کے علاوہ قاضی عیاض، ابن العربی، علامہ کرمانی، بدرالدین عینی، ملّا علی قاری، علامہ نسفی، فخر الدین رازی، علامہ قرطبی، علامہ ابوحیان اندلسی، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرھم محدثین ومفسرین نے اس قصہ کو من گھڑت اور نا قابل توجہ قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں۔④

① مسند بزار۔۲/ ۱۹۳، رقم ۵۰۹۶ ② مسند بزار۔۲/ ۱۹۳، رقم ۵۰۹۶ ③ فتح القدیر، الحج ۲۲: ۵۲۔
④ الشفاء ۲/ ۱۰۰۔۱۰۶ طبع ملتان، عمدۃ القاری ۱۹/ ۶۶، شرح کرمانی ۶/ ۱۵۳ و ۸/ ۱۱۶، مرقاۃ شرح مشکوۃ ۳/ ۳۲، احکام القرآن لابن العربی ۳/ ۱۳۰۳۔۱۳۰۰ طبع بیروت، تفسیر کبیر ۸/ ۲۳۸۔۲۴۷ طبع بیروت، تفسیر قرطبی ۱۲/ ۷۶۔۷۵ طبع بیروت، البحر المحیط ۷/ ۵۲۶ طبع بیروت، روح المعانی ۱۷/ ۲۷۶۔۲۶۴ طبع بیروت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفہوم کے لحاظ سے تجزیہ

جب ہم سیاق وسباق سے اس کے مفہوم کو دیکھتے ہیں تب بھی یہ قصہ مکڑی کے جالے سے زیادہ بودا نظر آتا ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

پہلی چیز خود اُس کی اندرونی شہادت ہے جو اسے غلط ثابت کرتی ہے۔ قصے میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ہجرت حبشہ واقع ہو چکی تھی، اور اس واقعہ کی خبر پا کر مہاجرینِ حبشہ میں سے ایک گروہ مکہ واپس آ گیا۔ اب ذرا تاریخوں کا فرق ملاحظہ کیجیے:

ہجرتِ حبشہ معتبر تاریخی روایتوں کی رو سے رجب ۵ نبوی میں واقع ہوئی، اور مہاجرین حبشہ کا ایک گروہ مصالحت کی غلط خبر سن کر تین مہینے بعد (یعنی اسی سال تقریباً شوال کے مہینے میں) مکے واپس آ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ لامحالہ ۵ نبوی کا ہے۔

___ سورۃ بنی اسرائیل، جس کی ایک آیت کے متعلق بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے اس فعل پر بطور عتاب نازل ہوئی۔ معراج کے بعد اتری، اور معراج کا زمانہ معتبر ترین روایات کی رو سے ۱۱ یا ۱۲ نبوی کا ہے۔ اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اس فعل پر پانچ چھ سال گزر چکے۔ تب اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا:

___ اور زیر بحث آیت، (الحج/۵۲) جیسا کہ اس کا سیاق وسباق صاف بتا رہا ہے، ۱ ہجری میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی عتاب پر بھی جب مزید دو اڑھائی سال گزر گئے تب اعلان کیا گیا کہ یہ آمیزش تو القائے شیطانی سے ہوگئی تھی، اللہ نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔

کیا کوئی صاحب عقل آدمی باور کر سکتا ہے کہ آمیزش کا فعل آج ہو، عتاب چھ سال بعد، اور آمیزش کی تنسیخ کا اعلان ۹ سال بعد؟

پھر اس قصے میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ آمیزش سورۂ نجم میں ہوئی تھی اور اس طرح ہوئی کہ ابتدا سے آپ ﷺ اصل سورت کے الفاظ پڑھتے چلے آ رہے تھے، یکایک و منوة الثالثة الاخرى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر پہنچ کر آپ ﷺ نے بطورِ خود یا شیطانی اغوا سے یہ فقرہ ملایا، اور آگے پھر سورۂ نجم کی اصل آیات پڑھتے چلے گئے۔ اس کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ کفار مکہ اسے سن کر خوش ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ اب ہمارا اور محمد ﷺ کا اختلاف ختم ہو گیا۔ مگر سورۂ نجم کے سلسلۂ کلام میں اس الحاقی فقرے کو شامل کر کے تو دیکھیے:

''پھر تم نے کچھ غور کیا ان لات اور عزیٰ پر اور تیسری ایک اور (دیوی) مناۃ پر؟ یہ بلند پایہ دیویاں ہیں، ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے کیا تمہارے لیے تو ہوں بیٹے اور اس (یعنی اللہ) کے لیے ہوں بیٹیاں؟ یہ تو بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے۔ دراصل یہ کچھ نہیں ہیں مگر چند نام، جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی۔ لوگ محض گمان اور من مانے خیالات کی پیروی کر رہے ہیں، حالانکہ ان کے ربّ کی طرف سے صحیح رہنمائی آ گئی ہے۔''

دیکھیے، اس عبارت میں خط کشیدہ فقرے نے کیسا صریح تضاد پیدا کر دیا ہے۔ ایک سانس میں کہا جاتا ہے کہ واقعی تمہاری یہ دیویاں بلند مرتبہ رکھتی ہیں، ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے۔ دوسرے ہی سانس میں پلٹ کر ان پر چوٹ کی جاتی ہے کہ بے وقوفو! یہ تم نے خدا کے لیے بیٹیاں کیسی تجویز کر رکھی ہیں؟ اچھی دھاندلی ہے کہ تمہیں تو ملیں بیٹے اور خدا کے حصے میں آئیں بیٹیاں! یہ سب تمہاری من گھڑت ہے، جسے خدا کی طرف سے کوئی سندِ اعتبار حاصل نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے اس سوال کو جانے دیجیے کہ یہ صریح بے تکی باتیں کسی مردِ عاقل کی زبان سے نکل بھی سکتی ہیں یا نہیں۔ مان لیجیے کہ شیطان نے غلبہ پا کر یہ الفاظ زبان سے نکلوا دیے۔ مگر کیا قریش کا وہ سارا مجمع جو اسے سُن رہا تھا، بالکل ہی پاگل ہو گیا تھا کہ بعد کے فقروں میں ان تعریفی کلمات کی کھلی کھلی تردید سُن کر بھی وہ یہی سمجھتا رہا کہ ہماری دیویوں کی واقعی تعریف کی گئی ہے؟ سورۂ نجم کے آخر تک کا پورا مضمون اس ایک تعریفی فقرے کے بالکل خلاف ہے۔ کس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ قریش کے لوگ اسے سننے کے بعد یہ پکار اٹھے ہوں گے کہ چلو آج ہمارا اور محمد ﷺ کا اختلاف ختم ہو گیا؟

یہ تو ہے اس قصہ کی اندرونی شہادت جو اس کے سراسر لغو اور مہمل ہونے کی گواہی دے رہی ہے۔ اس کے بعد دوسری چیز دیکھنے کی یہ ہے کہ اس میں تین آیتوں کی جو شانِ نزول بیان کی جا رہی ہے، آیا قرآن کی ترتیب بھی اس کو قبول کرتی ہے؟ قصے میں بیان یہ کیا جا رہا ہے کہ آمیزش سورۂ نجم میں کی گئی تھی، جو ۵ نبوی میں نازل ہوئی۔ اس آمیزش پر سورۂ بنی اسرائیل والی آیت میں عتاب فرمایا گیا، اور پھر اس کی تنسیخ اور واقعے کی توجیہ سورۂ حج کی زیر بحث آیت میں کی گئی۔ اب لامحالہ دو صورتوں میں سے کوئی ایک ہی صورت پیش آئی ہوگی: یا تو عتاب اور تنسیخ والی آیتیں بھی اسی زمانے میں نازل ہوئی ہوں جب آمیزش کا واقعہ پیش آیا، یا پھر عتاب والی آیت سورۂ بنی اسرائیل کے ساتھ اور تنسیخ والی آیت سورۂ حج کے ساتھ نازل ہوئی ہو۔ اگر پہلی صورت ہے تو کس قدر عجیب بات ہے کہ یہ دونوں آیتیں سورۂ نجم ہی میں نہ شامل کی گئیں بلکہ عتاب والی آیت کو چھ سال تک یوں ہی ڈالے رکھا گیا، اور سورۂ بنی اسرائیل جب نازل ہوئی تب کہیں اس میں لا کر چپکا دیا گیا۔ پھر تنسیخ والی آیت مزید دو ڈھائی برس تک پڑی رہی اور سورۂ حج کے نزول تک اسے کہیں نہ چسپاں کیا گیا۔ کیا قرآن کی ترتیب اسی طرح ہوئی ہے کہ ایک موقع کی نازل شدہ آیتیں الگ الگ بکھری پڑی رہتیں اور برسوں کے بعد کسی کو دوسری سورت میں ٹانک دیا جاتا تھا؟ لیکن اگر دوسری صورت ہے کہ عتاب والی آیت واقعے کے ٦ سال بعد اور تنسیخ والی آیت آٹھ نو سال بعد نازل ہوئی، تو علاوہ اس بے تکے پن کے جس کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں، یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل اور حج میں ان کے نزول کا موقع کیا ہے؟

یہاں پہنچ کر نقد صحیح کا تیسرا قاعدہ ہمارے سامنے آتا ہے، یعنی یہ کہ کسی آیت کی جو تفسیر بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی جا رہی ہو، اسے دیکھا جائے کہ آیا قرآن کا سیاق وسباق بھی اسے قبول کرتا ہے یا نہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کا آٹھواں رکوع پڑھ کر دیکھیے، اور اس سے پہلے اور بعد کے مضمون پر بھی نگاہ ڈال لیجیے۔ اس سلسلۂ کلام میں آخر کیا موقع اس بات کا نظر آتا ہے کہ چھ سال پہلے کے ایک واقعے پر نبی کو ڈانٹا جائے (قطع نظر اس سے کہ آیت وان کادوا لیفتنونك میں نبی پر کوئی ڈانٹ ہے بھی یا نہیں، اور آیت کے الفاظ، کفار کے فتنے میں نبی کے مبتلا ہو جانے کی تردید کر رہے ہیں یا تصدیق)۔ اسی طرح سورۂ حج آپ کے سامنے موجود ہے۔ آیت زیر بحث سے پہلے کا مضمون بھی پڑھیے اور بعد کا بھی دیکھیے۔ کیا کوئی معقول وجہ آپ کی سمجھ میں آتی ہے کہ اس سیاق وسباق میں یکایک یہ مضمون کیسے آ گیا کہ ''اے نبی! ۹ سال پہلے قرآن میں آمیزش کر بیٹھنے کی جو حرکت تم سے ہو گئی تھی، اُس پر گھبراؤ نہیں، پہلے انبیاء سے بھی شیطان یہ حرکتیں کراتا رہا ہے، اور جب کبھی انبیاء اس طرح کا فعل کر جاتے ہیں تو اللہ اس کو منسوخ کر کے اپنی آیات کو پھر پختہ کر دیتا ہے۔''[1]

غلط فہمی کا اصل سبب

جب ہم اس قصّہ کے متعلق سند اور مفہوم کے لحاظ سے بحث کر چکے تو اب ہم قارئین کو اس بات کی طرف لے جانا چاہتے ہیں کہ غلط فہمی کی اصل وجہ کیا ہے، تا کہ اصل بات کی طرف رسائی سہل ہو جائے۔ یہ غلط فہمی آیت میں مذکورہ لفظ ''تمنی'' سے پیدا ہوئی ہے۔

گو اس لفظ کے معنی ''پڑھنا'' اور ''جھوٹی آرزو'' بھی کیے جاتے ہیں لیکن ہر جگہ ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ عربی لغت کے معروف ماہر امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ''مفردات القرآن'' میں لکھتے ہیں:

''اس کا استعمال ایسی خواہش اور ایسے اندازہ پر بھی ہوتا ہے جس کی بنا اصلیت پر ہو۔''[2]

---

[1] تفہیم القرآن ۳/۲۴۱-۲۴۳۔ [2] مفردات القرآن ۲/۳۹۲ تحت م،ن،ی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح عربی کی مشہور لغت "اقرب الموارد" میں ہے کہ عربی کے ماہرین کے نزدیک یہ لفظ کسی شے کے بطریق محبت حصول کی طلب کے لیے بولا جاتا ہے اور اسی طرح اس کلام پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جو اس کی طلب پر دلالت کرے۔ ①

یعنی یہ لفظ نیک خواہش اور اچھی آرزو کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ سورۂ حج کی زیر بحث آیت میں استعمال ہونے والے اس لفظ کا یہی مفہوم ہے۔ سو اس لحاظ سے آیت کا مطلب بالکل سادہ، ذہن کو مطمئن کرنے والا اور دیگر قرآنی آیات کے مطابق نظر آتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب بھی کوئی نبی لوگوں کی ہدایت کی تمنا کرتا اور توحید الٰہی کی شمع روشن کرنے کی کوشش کرتا ہے تو شیطان نبی کی اس آرزو میں رخنہ اندازی کی کوشش کرتا ہے اور طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کر کے راہِ حق سے بھٹکانے کے درپے ہو جاتا ہے۔ یہ مفہوم پچھلی آیت کے ساتھ خوب میل کھاتا ہے۔ مولانا مودودیؒ کے ذیلی اقتباس کو مدنظر رکھ کر زیر بحث آیت سے پچھلا رکوع پڑھیں گے تو مفہوم روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گا:

"سلسلہ کلام کو نظر میں رکھ کر دیکھا جائے تو ان آیات کا مطلب صاف سمجھ میں آجاتا ہے۔ نبی ﷺ کی دعوت اس وقت جس مرحلے میں تھی، اس کو دیکھ کر تمام ظاہر بین نگاہیں یہ دھوکا کھا رہی تھیں کہ آپ ﷺ اپنے مقصد میں ناکام ہو گئے ہیں۔ دیکھنے والے جو کچھ دیکھ رہے تھے، وہ تو یہی تھا کہ ایک شخص، جس کی تمنا اور آرزو یہ تھی کہ اس کی قوم اس پر ایمان لائے، وہ تیرہ برس، معاذ اللہ، سر مارنے کے بعد آخر کار اپنے مٹھی بھر پیروؤں کو لے کر وطن سے نکل جانے پر مجبور ہو گیا ہے۔ اس صورت حال میں جب لوگ آپ ﷺ کے اس بیان کو دیکھتے تھے کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور اس کی تائید میرے ساتھ ہے، اور قرآن کے ان اعلانات کو دیکھتے کہ نبی کو جھٹلا دینے والی قوم پر عذاب آجاتا ہے، تو انہیں آپ ﷺ کی اور قرآن کی صداقت مشتبہ نظر آنے لگتی تھی، اور آپ ﷺ کے مخالفین اس پر بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے تھے کہ کہاں گئی وہ خدا کی تائید اور کیا ہوئیں وہ خدا کی وعیدیں، اب کیوں نہیں آجاتا وہ عذاب جس کے ہم کو ڈراوے

① اقرب الموارد ذیل مادہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیے جاتے تھے۔ انہی باتوں کا جواب اس سے پہلے کی آیتوں میں دیا گیا تھا، اور انہی کے جواب میں یہ آیات بھی ارشاد ہوئی ہیں۔ پہلے کی آیتوں میں جواب کا رُخ کفار کی طرف تھا، اور ان آیتوں میں اس کا رُخ ان لوگوں کی طرف ہے جو کفار کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو رہے تھے۔ پورے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''کسی قوم کا اپنے پیغمبر کی تکذیب کرنا انسانی تاریخ میں کوئی نیا واقعہ نہیں ہے، پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے پھر اس تکذیب کا جو انجام ہوا، وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے تباہ شدہ قوموں کے آثارِ قدیمہ کی صورت میں موجود ہے۔ سبق لینا چاہو تو اس سے لے سکتے ہو۔ رہی یہ بات کہ تکذیب کرتے ہی وہ عذاب کیوں نہ آ گیا جس کی وعیدیں قرآن کی بکثرت آیتوں میں کی گئی تھیں، تو آخر یہ کب کہا گیا تھا کہ ہر تکذیب فوراً ہی عذاب لے آتی ہے اور نبی ﷺ نے یہ کب کہا تھا کہ عذاب لانا ان کا اپنا کام ہے۔ اس کا فیصلہ تو خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ جلد باز نہیں ہے۔ پہلے بھی وہ عذاب لانے سے پہلے قوموں کو مہلت دیتا رہا ہے اور اب بھی دے رہا ہے۔ مہلت کا یہ زمانہ صدیوں تک بھی دراز ہو تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ سب وعیدیں خالی خولی دھمکیاں ہی تھیں جو پیغمبر کے جھٹلانے والوں پر عذاب آنے کے متعلق کی گئی تھیں۔

پھر یہ بات بھی کوئی نئی نہیں ہے کہ پیغمبر کی آرزوؤں اور تمناؤں کے بر آنے میں رکاوٹیں واقع ہوں، یا اس کی دعوت کے خلاف جھوٹے الزامات اور طرح طرح کے شبہات و اعتراضات کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہو۔ یہ سب کچھ تمام پچھلے پیغمبروں کی دعوتوں کے مقابلے میں بھی ہو چکا ہے۔ مگر آخر کار اللہ تعالیٰ ان شیطانی فتنوں کا استیصال کر دیتا ہے۔ رکاوٹوں کے باوجود دعوتِ حق فروغ پاتی ہے، اور محکم آیات کے ذریعے سے شبہات کے رخنے بھر دیے جاتے ہیں۔ شیطان اور اس کے چیلے ان تدبیروں سے اللہ کی آیات کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر اللہ انھی کو انسانوں کے درمیان کھوٹے اور کھرے کی تمیز کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اس ذریعے سے کھرے آدمی دعوت حق کی طرف کھنچ آتے ہیں، اور کھوٹے لوگ چھٹ کر الگ ہو جاتے ہیں۔"[1]

مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"بعینہ یہی مضمون بتغیر الفاظ، قرآن کے دوسرے مقامات میں بھی بیان ہوا ہے۔ بعض نظائر ملاحظہ ہوں۔ سورۂ انعام میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَافَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ○

اور اسی طرح ہم نے انسانوں اور جنوں کے شیاطین کو ہر نبی کا دشمن بنایا۔ وہ ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی باتیں خلق کی فریب دہی کے لیے القا کرتے ہیں اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ یہ نہ کر پاتے تو ان کو اور ان کی اس ساری فریب کاری کو نظر انداز کرو۔ اللہ نے اس کا موقع اس لیے دے رکھا ہے کہ اس سے اہل ایمان کا ایمان محکم ہو اور تا کہ اس فتنہ کی طرف لوگوں کے دل جھکیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور تا کہ وہ اس کو پسند کریں اور تا کہ جو کمائی یہ کرنا چاہتے ہیں کرلیں۔[2]

ان آیات سے سورۂ حج کی زیر بحث آیت کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔ خاص طور پر يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا کے الفاظ نگاہ میں رہیں۔ یہ بعینہ وہی بات ہے جو آیت زیر بحث میں اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ کے الفاظ سے تعبیر فرمائی گئی ہے۔

[1] تفہیم القرآن ۳/ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ [2] الانعام ۶: ۱۱۲۔ ۱۱۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح سورۂ فرقان میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ○ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ○

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے مجرموں میں سے دشمن بنائے اور اطمینان رکھو، تمہارا رب رہنمائی اور مدد کے لیے کافی ہے۔ اور یہ کافر اعتراض اٹھاتے ہیں کہ اس شخص پر یہ قرآن بیک دفعہ کیوں نہیں نازل کر دیا گیا! ہم نے ایسا اس لیے کیا کہ اس بارِ گراں کے لیے تمہارے دل کو اس کے ذریعہ سے اچھی طرح مضبوط کر دیں اور ہم نے اس کو اہتمام کے ساتھ بالتدریج اتارا۔ اور یہ جو شگوفہ بھی چھوڑیں گے تو ہم اس کے جواب میں حق کو واضح اور اس کی بہترین توجیہ کر دیں گے۔ [1]

اس آیت میں اس القائے شیطانی کی ایک مثال بھی پیش کر دی گئی ہے کہ اللہ کا رسول جب لوگوں کے سامنے اللہ کا کلام پیش کرتا ہے تو یہ معاندین، رسول کو مطعون کرنے کے لیے یہ شگوفہ چھوڑتے ہیں کہ اگر یہ اللہ کے رسول ہیں تو یہ پورا قرآن بیک دفعہ کیوں نہیں پیش کر دیتے؟ آخر اللہ کے لیے یہ کیا مشکل ہے؟ مطلب یہ ہے کہ جب یہ ایسا نہیں کر رہے تو اس کے معنی (نعوذ باللہ) یہ ہیں کہ یہ خود اس کلام کو گھڑتے ہیں اور جتنا گھڑ پاتے ہیں اتنا سنا دیتے اور دھونس جمانے کے لیے جھوٹ موٹ اس کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ [2]

(1) الفرقان: ۳۱۔۳۳۔ (2) تدبر قرآن ۵/۲۷۰۔۲۷۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حسب ذیل آیات بھی قصہ غرانیق کے من گھڑت ہونے پر دلالت کرتی ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ۝ اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَوَلَّوۡنَهٗ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِكُوۡنَ۝

"بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس (شیطان) کا ان لوگوں پر کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے ربّ پر بھروسا رکھتے ہیں اس کا غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس کی وجہ سے شریک بنانے والے ہیں۔"①

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا:

اِنَّ عِبَادِىۡ لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡغٰوِيۡنَ

"بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔"②

مزید فرمایا:

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَةِ مِمَّنۡ هُوَ مِنۡهَا فِىۡ شَكٍّ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ حَفِيۡظٌ

"اور شیطان کا ان پر کوئی زور اور دباؤ نہ تھا مگر تا کہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان لوگوں سے ممتاز طور پر ظاہر کر دیں جو اس سے شک میں ہیں۔ آپ کا رب ہر ہر چیز پر نگہبان ہے۔"③

---

① النحل ١٦: ٩٩۔١٠٠۔ ② الحجر ١٥: ٤٢۔ ③ سبا ٣٤: ٢١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

"اور شیطان کہے گا، جب سارے کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا کہ بے شک اللہ نے تم سے وعدہ کیا سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو میں نے اس کے خلاف کیا اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہنا مان لیا، اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو، بے شک میں اس کا انکار کرتا ہوں جو تم نے مجھے اس سے پہلے شریک بنایا۔ یقیناً جو لوگ ظالم ہیں انہی کے لیے دردناک عذاب ہے۔"①

مزید فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىO

"اور نہ وہ (یعنی محمد ﷺ) اپنی خواہش سے بولتا ہے۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔"②

اسی طرح ارشادِ ربانی ہے:

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍO يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَO

"کیا میں تمہیں بتاؤں شیاطین کس پر اترتے ہیں؟ وہ ہر زبردست جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔"③

ارشاد ہوا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَO

"بے شک ہم ہی نے یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔"④

① ابراہیم ۲۲:۱۴ ② النجم ۵۳: ۳-۴۔ ③ الشعراء ۲۶: ۲۲۱-۲۲۲۔ ④ الحجر ۹:۱۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۝ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے نصیحت کو نہ مانا، جب وہ ان کے پاس آئی (وہ بھی ہم پر مخفی نہیں ہیں) اور بلاشبہ یہ ایک باعزت کتاب ہے۔ اس کے پاس باطل، اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔'' ①

مذکورہ بالا آیات کو مدّنظر رکھ کر غور کریں کہ اگر واقعی وحی الٰہی میں القائے شیطانی ہوتا تو ان آیات کا صریحاً متضاد اور جھوٹا ہونا لازم آتا، جو ''المخالفین الاوّلین'' (پہلے مخالفین) کے لیے قرآن مجید و صاحب قرآن کو جھٹلانے کی خاطر کافی تھا۔ مگر ان کو یہ خیال تک نہ گزرا! اس کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ کے پیروؤں میں بھی ...... جو انتہا کے حق پرست تھے ...... بڑے زیرک اور اعلیٰ دماغ کے لوگ بھی شامل تھے مگر کوئی بھی اس بنا پر آپ ﷺ سے علیحدہ ہوا، نہ مخاصمت کی، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس قصہ کا آپ ﷺ سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

آخر میں محدث العصر، محقق دوراں، الشیخ، الامام ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیق کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

اس قصہ کی تمام اسانید ضعیف اور نا قابل اعتبار ہیں کسی میں ارسال ہے تو کسی میں جہالت۔ اس قصہ کی من گھڑت ہونے کی ایک دلیل اس میں پائی جانے والی وہ باتیں ہیں جو مقام نبوت کے منافی ہیں۔ مثلاً

① حم السجدۃ ۴۱:۴۱-۴۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ تمام روایات یا اکثر میں ہے کہ زیر بحث مختلف فیہ جملہ آنحضرت ﷺ کی زبان سے شیطان نے نکلوایا تھا

۲۔ ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں نے اس جملے کو سن کر یہی سمجھا کہ یہ بھی وحی الٰہی ہے اور انہوں نے وحی کے معاملے میں کبھی بھی آنحضرت ﷺ کو وہم کا شکار نہیں سمجھا جبکہ ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں نے تو اس جملے کو سنا ہی نہیں۔

۳۔ بعض روایات میں آرہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اس جملے کے پڑھنے کے بعد شام کو اپنی غلطی کا علم ہوا جبکہ حضرت جبرائیل نے آکر بتایا تھا۔

۴۔ اور بعض میں ہے کہ پڑھتے ہی آپ کو احساس ہوگیا تھا اور مشرکین کو خود ہی واضح کر کے بتا دیا تھا کہ یہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔

۵۔ کسی میں آرہا ہے کہ دوران نماز آنحضرت ﷺ کو اس جملے کا مغالطہ لگا تھا۔

۶۔ بعض روایات میں ہے کہ اس وقت نبی ﷺ نے یہ آرزو کی تھی کہ کاش آپ پر کوئی ایسی وحی نازل نہ ہو جس میں مشرکین کے معبودان باطلہ کی مذمت ہو۔

۷۔ کچھ روایات میں ہے کہ شام کو جب حضرت جبرائیلؑ آئے اور اس جملے کا انکار کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں اللہ پر افترا کر بیٹھا ہوں اور اللہ کے معاملے میں شیطان شریک ہوگیا ہے۔

یہ تمام باتیں شان نبوت کے منافی ہیں خاص کر آخری بات کیونکہ اگر یہ سچی ہوتی تو سورہ الحاقہ (۴۴۔۴۶) کے مطابق آپ کے رگ جان کٹ جانی چاہیے تھی لہٰذا یہ واقعہ ہی غلط ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں ''نصب المجانيق لنسف قصة الغرانيق'')

البتہ بعض صحیح روایات میں سورہ نجم کی تلاوت کے وقت مسلمانوں کے ساتھ ساتھ مشرکین کا بھی سجدہ کرنا ملتا ہے اس کی وجہ قرآن کی تاثیر تھی نہ کہ کچھ اور سبب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر اسلام ﷺ اور دیگر مذاہب

وہ نبی:

سیّدنا مسیحؑ سے قبل یہودی تین شخصیات کی آمد کے منتظر تھے۔

اول: ایلیاہ

دوم: مسیح

سوم: ''وہ نبی''

مسیح علیہ السلام نے بعثت کے بعد جناب یوحنا (یحیٰ علیہ السلام) کو ایلیاہ قرار دیا۔ ①

لیکن عجیب بات ہے کہ وہ خود اس کے انکاری تھے۔ چنانچہ لکھا ہے:

''اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلیم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اسکے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو ''وہ نبی'' ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔'' ②

---

① متی ۱۱:۱۴۔ ② یوحنا کی انجیل ۱:۱۹۔۲۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم جناب مسیح علیہ السلام اور جناب یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) کے اقرار و انکار کی بات نہیں کرتے۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ یہودی تین شخصیات کے منتظر تھے۔ مسیحیوں کے نزدیک دو شخصیتیں مسیح اور ایلیاہ آ چکے، لیکن تیسری شخصیت ''وہ نبی'' کون ہے؟ اس کا جواب بھی ہمیں بائبل ہی دیتی ہے۔ اگر آپ ریفرنس بائبل دیکھیں گے تو ''وہ نبی'' کے اوپر نمبر دے کر سائیڈ پر حوالہ دیا گیا ہے کہ اس نبی کا تذکرہ کتاب استثناء باب (۱۸) میں ہوا ہے۔ جہاں موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے مخاطب ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا۔ یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہو گا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تا کہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔''①

یعنی ''وہ نبی'' سے مراد ایسا نبی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہو اور بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے آئے۔ اس کا مصداق کون سی شخصیت ہے؟ اس حوالے سے گفتگو سے پہلے یہ بتانا مناسب سمجھتا ہوں کہ ''وہ نبی'' کی آمد کا انتظار فقط یہودی ہی نہیں بلکہ مسیحی علماء بھی کر رہے تھے، چنانچہ صحیح بخاری میں روم کے بادشاہ ہرقل اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مابین ہونے والے سوال و جواب موجود ہیں۔ ہرقل مسیحی مذہب کا عالم بھی تھا۔ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں تمام سوالات کی تصدیق ہونے کے بعد کہتا ہے: مجھے علم تھا کہ وہ نبی آنے والا ہے لیکن یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم (عربوں) میں سے آئے گا۔②

---

① استثناء ۱۸: ۱۵-۱۹۔ ② بخاری کتاب بدْءالوحی باب کیف کان بدْءالوحی رقم 7۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب آتے ہیں ان فقروں کا مصداق تلاش کرنے کی طرف، یہود کہتے ہیں اس کا مصداق یوشع بن نون ہیں جو جناب موسیٰ علیہ السلام کے خادم اور ان کے بعد بنی اسرائیل کے لیے نبی مقرر ہوئے۔ لیکن یہ بات بالکل غیر معقول اور غلط ہے کیونکہ جناب موسیٰ علیہ السلام جس وقت یہ پیشگوئی فرما رہے تھے، جناب یوشع وہاں موجود تھے چنانچہ وہ صاف کہہ دیتے کہ میری مثل یہ ہوگا نیز وہ مثیلِ موسیٰ ہو بھی نہیں سکتے کیونکہ وہ تو جناب موسیٰ علیہ السلام کے تابع اور خادم تھے۔ وہ نبی بننے کے بعد بھی انہی کی پیروی کرتے اور بنی اسرائیل سے بھی پیروی کراتے رہے۔ اس طرح انجیل یوحنا کا درج بالا حوالہ واضح کرتا ہے کہ یہودی جناب مسیح علیہ السلام کی زندگی میں بھی اس مثیلِ موسیٰ کی آمد کے منتظر تھے۔

یہی وجہ ہے کہ بائبل نالج کمنٹری میں بھی انجیل یوحنا کا درج بالا حوالہ دے کر لکھا ہے:

پہلی صدی عیسوی کے دوران میں یہودیت کے سرکاری زعما ابھی تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی کی تکمیل کے منتظر تھے۔ ①

مسیحی حضرات کا کہنا ہے کہ اس سے مراد جناب مسیح علیہ السلام ہیں جبکہ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ یہ پیش گوئی پیغمبر اسلام سیدنا محمد ﷺ کے بارے میں ہے۔ آئیں اب اس میں سے حق کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں: (وباللہ التوفیق)

(۱) انجیل یوحنا کے مذکورہ بالا حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود جو توریت کے اصل وارث تھے "وہ نبی" کو مسیح علیہ السلام سے الگ شخصیت سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ان تین شخصیتوں کے حوالے سے الگ الگ دریافت کیا۔

---

①The Bible Knowledge Commentary, ed. John F. Walvoord, & R. B. Zuck (Illinois. Sp Publ, Inc., Weaton, 3rd Edn., 1986), p.297.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) مسیحی علماء وفضلاء بھی جناب مسیح علیہ السلام کے بعد اس نبی کی آمد کے منتظر تھے۔ صحیح بخاری کے حوالے سے ہرقل کا بیان گزر چکا، مزید تائید مسیح علیہ السلام کیحواری ''پطرس'' کے درج ذیل کلام سے ہوتا ہے:

''پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تا کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں۔ اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے، جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا، جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا۔ اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا بلکہ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا، ان سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے۔''[1]

غور فرمائیں کہ جناب پطرس کس قدر واضح طور پر کہہ رہے ہیں کہ جناب مسیحؑ اس وقت تک آسمان پر رہیں گے جب تک انبیاء کی بیان کردہ پیش گوئیاں پوری نہ ہو جائیں اور ان میں سے ایک مثیلِ موسیٰؑ والی بات بطور مثال پیش بھی کر دی، اس سے عیاں ہوا کہ جناب مسیح علیہ السلام زیر بحث پیش گوئی کے مصداق نہیں۔

کتاب استثناء کے مذکورہ بالا الفاظ کا اندازِ بیان غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا یہاں کسی ایسے نبی کی آمد کے بارے میں بتایا جا رہا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی مانند کسی ایسی صفت سے متصف ہو جس کا کوئی دوسرا نبی دعویدار نہ بن سکے جبھی تو ایک نبی کہا گیا ہے سو جب ہم دیکھتے ہیں تو وہ صفت اپنی قوم کے لیے شریعت اور قوانین لانے ہی کی ملتی ہے۔

[1] رسولوں کے اعمال 3:19-24۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی بنی اسرائیلی نبی شریعت لانے کا مدعی نہ ہوا بلکہ سب کے سب شریعت موسوی کے پیرو تھے یہاں تک کہ جناب مسیح علیہ السلام کو بھی کہنا پڑا:

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں' منسوخ نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں"۔ ①

یہ اعزاز فقط پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے حصہ میں آیا کہ اپنی امت کے سامنے جناب موسیٰ علیہ السلام کی مانند شریعت اور قوانین پیش کیے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی نبی نے بشمول مسیح علیہ السلام اپنے آپ کو مثیلِ موسیٰ قرار نہیں دیا جبکہ بعد میں لوگ جو مرضی کہتے رہیں، اس کی کوئی وقعت نہیں؟

بہر حال یہ دعویٰ بھی محمد کریم ﷺ کے حصہ میں آیا چنانچہ قرآن مجید میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا

"بے شک ہم نے تم لوگوں کے پاس اسی طرح ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔" ②

اور فرعون کی طرف کون سا رسول گیا تھا؟ ساری دنیا جانتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ہی گئے تھے۔

یہ تو تھی وہ مشترکہ صفت جو بنیادی ہے اور اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ اب وہ صفات پیش خدمت ہیں جو دیگر انبیاء میں بھی پائی تو جاتی ہیں لیکن چونکہ اہل اسلام اور مسیحی حضرات کا اختلاف اس پیش گوئی کے مصداق میں دو شخصیات کے حوالے سے ہے لہٰذا ہم تحقیق کرتے ہیں کہ مثیل موسیٰ ہونے کی صلاحیت کس شخصیت میں زیادہ ہے۔

① متی 5:17-18۔ ② المزمل 73:15۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ علیہ السلام کی مانند کون؟

	حضرت موسیٰ علیہ السلام	حضرت محمد ﷺ	حضرت عیسیٰ علیہ السلام
۱	ماں باپ سے پیدا ہوئے	ماں باپ سے پیدا ہوئے	بغیر ماں باپ کے صرف مریم صدیقہ کے بطن سے پیدا ہوئے
۲	فطری پیدائش	فطری پیدائش	معجزانہ پیدائش
۳	شادی شدہ	شادی شدہ	شادی نہیں ہوئی
۴	صاحب اولاد	صاحب اولاد	شادی نہیں ہوئی
۵	اللہ کے نبی اور رسول تھے قوم نے ان کو تسلیم کیا	اللہ کے نبی اور رسول تھے قوم نے ان کو تسلیم کیا	اپنوں نے بھی اسے قبول نہ کیا۔ یوحنا ۱:۱۱
۶	اپنی قوم کے حاکم تھے حدود کا نفاذ کیا	اپنی قوم کے حاکم تھے حدود کا نفاذ بھی کیا	مسیح کی بادشاہی دنیا کی تھی نہیں یوحنا ۱۸:۳۶
۷	طبعی طریقے سے وفات	طبعی طریقے سے وفات	مسیح کو بے رحمی سے صلیب پر چڑھا کر قتل کیا
۸	جسم زمین میں دفن ہوا	جسم زمین میں دفن ہوا	بقول مسیحیوں کے جسم وفات کے تیسرے دن زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے
۹	صاحب شریعت	صاحب شریعت	صاحب شریعت نہیں
۱۰	جہاد کیا	جہاد کیا	جہاد نہیں کیا
۱۱	صاحب ہجرت	صاحب ہجرت	ہجرت نہیں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہجرت

پیغمبر اسلام ﷺ اور جناب موسیٰ علیہ السلام دونوں نے ہجرت کی اور غیروں کے ستانے اور ایذا پہنچانے کی وجہ سے اپنا اپنا وطن چھوڑا جبکہ جناب مسیح علیہ السلام نے کبھی ہجرت نہیں کی۔ یہاں بعض مسیحی کہتے ہیں دیکھیں جس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام نے مصر چھوڑا تھا اسی طرح جناب مسیح علیہ السلام نے بھی مصر چھوڑ دیا تھا جبکہ پیغمبر اسلام ﷺ تو کبھی مصر گئے ہی نہیں۔

اس کے لیے بطور دلیل بائبل کا یہ حوالہ پیش کرتے ہیں:

''کہ جب ہیرودیس (بادشاہ) کو معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کا نجات دہندہ پیدا ہو گیا ہے تو اس نے جناب مسیح (علیہ السلام) کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن فرشتے نے آ کر یوسف کو خواب میں بتایا اٹھ اور بچے اور اس کی ماں (مریم) کو ساتھ لے کر مصر کو بھاگ جا...... پس وہ اٹھا اور رات کے وقت بچے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو روانہ ہو گیا اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا تاکہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ مصر میں سے میں نے اپنے بیٹے کو بلایا۔''[1]

تجزیہ

(اولاً) جناب مسیح علیہ السلام کے حوالے سے یہ بات خواہ مخواہ بنائی گئی ہے کیونکہ جو پیش گوئی یہاں بیان کی جا رہی ہے وہ درحقیقت پیش گوئی نہ تھی بلکہ ماضی کا ایک واقعہ تھا جو رونما ہو چکا اور وہ نبی محض اسے بتا رہا ہے۔ تصدیق کے لیے ریفرنس بائبل کا یہ مقام نکالیں اور اس مزعومہ پیش گوئی کا مرجع آپ کو ملے گا۔ (ہوسیع 1:11) لہٰذا جب آپ عہد قدیم میں یہ عبارت نکالیں گے تو آپ کو یہ الفاظ ملیں گے:

[1] متی 2:13-15۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"جب اسرائیل ابھی بچہ ہی تھا میں نے اس سے محبت رکھی اور اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا۔"①

معلوم ہوا یہ ماضی کا واقعہ تھا جو ہو گزرا چنانچہ جب ہم ہوسیع کے اس مقام پر ریفرنس بائبل دیکھتے ہیں تو اس واقعہ کی نشاندہی (خروج 22:4) پر ہوتی ہے، اور جب اسے پڑھتے ہیں تو یہ جملے نظر آتے ہیں: اور تو (اے موسیٰ) فرعون سے کہنا کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے اور میں تجھے کہہ چکا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کرے اور تو نے اب تک اسے جانے دینے سے انکار کیا ہے۔

اصل قصہ آپ کے سامنے آچکا کہ جس بات کا حوالہ انجیل متی میں دیا گیا یہ مستقبل کے متعلق نہ تھی بلکہ ماضی کا قصہ تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے رونما ہو چکا، محض سنی سنائی بات انجیل متی کے مصنف نے یہاں درج کر دی حالانکہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔

(ثانیا) اگر بالفرض ہم تسلیم کر لیں پھر بھی مصر چھوڑنے کی مشابہت نہیں بنتی کیونکہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے مصر چھوڑا تھا فرعون اور اس کے لاؤ لشکر سے بچنے کے لیے یعنی ہجرت کی تھی جبکہ جناب مسیح علیہ السلام نے مصر چھوڑا نہیں بلکہ ان سے چھڑایا گیا کیونکہ وہ تو بچے تھے پھر کسی کے ڈر اور خوف سے نہیں بلکہ جس ڈر اور خوف کی وجہ سے وہاں چھپائے گئے (یعنی ہیرودیس بادشاہ کی وجہ سے) اس کے مرنے کی اطلاع ملنے کے بعد یعنی امن ہو جانے کے بعد مصر کو چھوڑ دیا،

---

① ہوسیع 11:1۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر مشابہت محض مصر چھوڑنا ہے تو پھر یہ بات ان کے مقابلے میں جناب یوشع بن نون علیہ السلام میں زیادہ پائی جاتی ہے اور (یہود کا انہیں موسیٰ کی مانند نبی قرار دینے کا دعویٰ بھی ہے) کیونکہ جس ڈر کی وجہ سے جناب موسیٰ علیہ السلام نے مصر چھوڑا تھا اسی ڈر کے سبب انہوں نے بھی مصر چھوڑا۔ وجہ ظاہر ہے کہ مصر سے آنے والے قافلے میں یہ بھی جناب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔

(ثالثاً) انجیل متی کا جب انجیل لوقا سے تقابل کرتے ہیں تو اس قصہ کے غیر مصدقہ ہونے کی ایک اور دلیل مل جاتی ہے یعنی واقعاتی تضاد جس کی تفصیل یہ ہے: جناب مسیح علیہ السلام پیدائش کے بعد مصر لے جائے جانے تک کتنی مدت بیت لحم میں ٹھہرے رہے انجیل متی میں کوئی واضح بات نہیں۔ زیادہ سے زیادہ دو سال اخذ ہو سکتے ہیں کیونکہ بادشاہ نے مجوسی کے بتائے ہوئے قول کو مدنظر رکھ کر اندازہ لگایا اور اتنی عمر کے بچوں کو قتل کرایا لیکن مسیحی محققین ایسا نہیں کہتے بلکہ وہ مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر ہیرودیس کی موت تک کو چند ماہ پر محیط مانتے ہیں چنانچہ لکھا ہے:

> "راہب ڈایونیسیس اکسی گوس (Monk Dionysius Exiguus) نے 526ء میں حساب لگا کر سنہ عیسوی کا اعلان کیا لیکن بدقسمتی سے اس کے حساب میں چار سال کی غلطی رہ گئی اس نے مسیح کی پیدائش رومی کیلنڈر کے سال 754 میں رکھی لیکن ہیرودیس اعظم جس نے بیت لحم کے معصوم بچوں کا قتل عام کیا تھا رومی سال (750) میں فوت ہوا تھا اس سے ظاہر ہے کہ۔۔۔۔ مسیح کی پیدائش (750) سے کم ازکم چند ماہ پہلے ہوئی ہوگی غالباً وہ رومی سنہ (749) کے شروع میں پیدا ہوئے تھے"۔ ①

اس بادشاہ کے مرنے کے بعد مصر سے واپس آئے اور گلیل کے علاقہ ناصرت میں رہائش اختیار کی۔ ②

---

① قاموس الکتاب ص 912۔ ② متی 2:22-23۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن انجیل لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام کی پیدائش کی خبر چرواہوں کو فرشتے نے دی اور انہوں نے عام لوگوں میں چرچا کر دیا۔ سو لکھا ہے:

''جب فرشتے ان کے پاس سے آسمان پر چلے گئے تو ایسا ہوا کہ چرواہوں نے آپس میں کہا کہ آؤ بیت لحم تک چلیں اور یہ بات جو ہوئی ہے اور جس کی خداوند نے ہم کو خبر دی ہے دیکھیں پس انہوں نے جلدی سے جا کر مریم اور یوسف کو دیکھا اور اس بچہ کو چرنی میں پڑا پایا اور انہیں دیکھ کر وہ بات جو اس لڑکے کے حق میں ان سے کہی گئی تھی مشہور کی اور سب سننے والوں نے ان باتوں پر جو چرواہوں نے ان سے کہیں تعجب کیا۔''①

پیدائش کی خبر محض مجوسیوں تک محدود رکھنا اور بادشاہ کا علم نہ ہونے کے سبب بچوں کو قتل کرانا یہ دونوں بیانات اس سے میل نہیں کھاتے۔ اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ پھر جب موسیٰ کی شریعت کے موافق ان کے پاک ہونے کے دن پورے ہو گئے تو وہ اس (یسوع) کو یروشلیم میں لائے تا کہ خداوند کے آگے حاضر کریں۔②

جس عورت کے ہاں لڑکا پیدا ہو وہ سات دن حیض کی طرح گزارتی اور آٹھویں دن بچے کا ختنہ ہوتا ہے جبکہ مزید تینتیس دن طہارت کے خون میں گزار کر پھر پاک ہوتی ہے۔③

معلوم ہوا پیدائش کے اکتالیس دن کے بعد جناب مسیح علیہ السلام کو یروشلیم میں لایا گیا اور ہیکل میں شرعی امور بجا لائے گئے۔ اسی دوران ایک خدا رسیدہ عورت جو نبیہ تھی اور ہیکل ہی میں رہتی تھی اس نے بھی آ کر ان لوگوں سے جو یروشلیم کے چھٹکارے کے منتظر تھے اس کی بابت باتیں کیں۔ آگے یہ عبارت ہے:

''اور جب وہ خداوند کی شریعت کے مطابق سب کچھ کر چکے تو گلیل میں اپنے شہر ناصرت کو پھر گئے اور وہ لڑکا بڑھتا اور قوت پاتا گیا اور حکمت سے معمور ہوتا گیا اور خدا کا فضل اس پر تھا''۔④

① لوقا 2:15-18۔ ② لوقا 2:22۔ ③ احبار باب 12۔ ④ لوقا 2:39-40۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غور کریں انجیل متی کا مصنف انہیں بیت لحم میں ٹھہراتا ہے اور بہت ہی عجیب و غریب واقعہ (بچوں کا قتل) بیان کر کے وہاں سے مصر اور پھر واپسی گلیل کے علاقے ناصرت میں کراتا ہے جبکہ یہ انجیل قصہ ہی دوسرا بتاتی ہے۔

بھائیوں میں سے

پیش گوئی میں لکھا ہے: ان (بنی اسرائیل) ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ لفظ "بھائیوں" قابل غور ہے کیونکہ اگر مثیل موسیٰ کو بنی اسرائیلی سے مبعوث کرنا تھا تو لفظ بھائیوں کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ واضح الفاظ میں بنی اسرائیل میں سے کہا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ تحریف کے دلدادہ مسیحی حضرات نے اپنے بعض ترجموں میں بھائیوں کی جگہ بنی اسرائیل کا لفظ لکھ دیا ہے۔ تصدیق کے لیے دی لونگ بائبل کا یہ مقام دیکھ سکتے ہیں بلکہ دی نیو انگلش بائبل نے تو بھائیوں کی ترکیب ہی حذف کر دی اور یوں لکھ دیا: تمہارے درمیان میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔

اسی طرح لفظ "ایک نبی" پر بھی غور کریں، اب ان دونوں باتوں کو ملائیں تو واضح طور پر اس کے مصداق ثابت ہوتے ہیں پیغمبر اسلام ﷺ کیونکہ ایک تو یہ بنی اسرائیل کے بھائیوں بنی اسماعیل میں سے تھے نیز اس خاندان میں اکیلے یہی نبی ہوئے ان سے پہلے، نہ ان کے بعد اس نسل میں نبی نہیں ہوا جبکہ لفظ بھائیوں سے اگر بنی اسرائیل ہی مراد لیا جائے تو جناب موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان میں ایک نہیں بلکہ سینکڑوں انبیاء ہوئے۔

مسیحی حضرات کا اس حوالے سے یہ کہنا ہے کہ بائبل میں بنی اسماعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی کبھی نہیں کہا گیا بلکہ ہر جگہ بنی اسرائیل کے بھائیوں کی ترکیب سے اسی خاندان کے قبیلے مراد ہوتے ہیں۔

بظاہر تو یہ دلیل بڑی وزنی معلوم ہوتی ہے لیکن جب بائبل کو دیکھتے ہیں تو بنی اسرائیل کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھائیوں سے بسا اوقات انہی کے قبائل نہیں بلکہ دوسرا خاندان مراد لیا گیا ہے جو رشتے میں ان کے کزن بنتے ہیں، مثلاً حضرت اسحاق علیہ السلام کے دو صاحبزادے تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام اور عیسو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اسرائیل اور ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے جبکہ عیسو کی اولاد کو ادومی کہا گیا۔ اسرائیلیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا گیا:

''تو کسی ادومی سے نفرت نہ رکھنا کیونکہ وہ تیرا بھائی ہے''①

اسی طرح خاص اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کو بھی بنی اسرائیل کا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دیگر اولاد کا بھائی کہا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

''اور خداوند کے فرشتہ نے اس (ہاجرہ) سے کہا میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب اس کا شمار نہ ہو سکے گا اور خداوند کے فرشتہ نے اس (ہاجرہ) سے کہا تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا اس کا نام اسماعیل رکھنا، اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔ وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا، اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا۔''②

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ کی اکلوتی اولاد تھے جبکہ ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد دیگر بیویوں سے بھی تھی، حضرت سارہ سے حضرت اسحاق اور قطورہ نامی خاتون سے بھی بیٹے تھے۔ درج بالا فقرات میں جنہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بھائی کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے وہ یہی تمام بنتے ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے آگے اسرائیل اور بنی اسرائیل کی لڑی چلی، معلوم ہوا کہ بائبل میں انہیں بھائی کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

---

① استثناء 7:23۔ ② پیدائش 16:10-13۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بارہ لڑکے پیدا ہوئے اور ان کے قبائل انہی کے ناموں سے معروف ہوئے۔ ان صاحبزادوں کے نام بتانے کے بعد اس طرح لکھا ہے:

''اور اس (اسماعیل) کی اولاد حویلہ سے شور تک، جو مصر کے سامنے اس راستہ پر ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں آباد تھی۔ یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے۔''①

اس میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دیگر اولاد مراد ہے کیونکہ جہاں یہ آباد تھے آج اسے عرب کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس علاقے کا محل وقوع دیکھیں تو جہاں بنی اسرائیلی اور بنو قطورہ آباد تھے، اس کے عین سامنے بنتا ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ لفظ بھائیوں سے غیر اسرائیلی بھی مراد ہو سکتا ہے تو زیر بحث پیش گوئی میں بھی دیگر صفات کی روشنی میں غیر اسرائیلی نبی ہی مراد ہے اور وہ فقط محمد کریم ﷺ ہیں۔

اور میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا

اسے سمجھنے سے پہلے جملہ ''منہ میں ڈالنے'' کا مفہوم جان لینا ضروری ہے تاکہ بات واضح ہو سکے۔ اس کے لیے ایک مثال ہی کافی ہے: جب اساتذہ چھوٹے بچوں کو تعلیم دینے کی ابتدا کرتے ہیں تو انھیں ایک ایک لفظ پڑھاتے ہیں یعنی بچے سے کہتے ہیں: ا، ب، ت الخ پڑھو، یہ A ہے، یہ B ہے اسے پڑھو۔ چنانچہ بچہ اسی طرح پڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے کہتے ہیں ''کلام کسی کے منہ میں ڈالنا''۔

محمد کریم ﷺ کے ساتھ بعینہ یہی صورت حال پیش آئی تھی۔ چنانچہ جب آپ ﷺ پر غارِ حرا میں پہلی وحی اتری تو فرشتے نے کہا: پڑھیں، آپ ﷺ نے جواب دیا میں پڑھنا نہیں جانتا، تین مرتبہ ایسے ہی سوال و جواب کے بعد فرشتے نے ایک ایک جملہ پڑھا اور ہر جملے کے پیچھے پیچھے آپؐ نے پڑھا۔②

---

① پیدائش 18:25۔ ② بخاری، کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی، رقم 2۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ تھی کہ جب وحی الٰہی آتی آنحضرت ﷺ اسے جلدی جلدی پڑھنے کی کوشش کرتے، مبادا بھول جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝

''تو اس (وحی) کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے کہ جلدی حاصل کر لے، بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے، تو جب ہم اسے پڑھیں تو تو اس کو پڑھنے کے پیچھے پیچھے چلا آ۔''①

نبوت ملنے سے لے کر تادم آخر پیغمبر اسلام ﷺ کا یہی طریقہ رہا یعنی فرماتے رہے کہ آج یہ وحی آئی ہے۔ کاتب کو بلاؤ وہ اسے فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھے۔

قرآن مجید اس کی گواہی یوں دیتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝

''اور وہ (نبی) اپنی خواہش سے نہیں بولتا، وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے اسے نہایت مضبوط قوتوں والے نے سکھایا ہے۔''②

جبکہ مسیحیوں کے بقول جناب عیسیٰ علیہ السلام خود کلام تھے اور کلام خدا تھا اور یہی کلام مجسم ہو کر دنیا میں بصورت (عیسیٰ علیہ السلام) ہمارے اندر رہا۔ چنانچہ لکھا ہے: ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا...... اور کلام مجسم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا۔③

---

① القیامۃ 75:16-18۔ ② النجم 53:3-5۔ ③ انجیل یوحنا 1:1-14۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان فقروں سے مسیحی لوگ جناب مسیح علیہ السلام کی ربوبیت اور مجسم خدا ہونے کا عقیدہ اخذ کرتے ہیں (نعوذ باللہ من ذالك) تو جب وہ بذات خود کلام تھے بلکہ مجسم کلام تھے تو پھر کلام منہ میں ڈالنے کے کیا معنی؟

اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا، وہ ان سے وہی کہے گا:

یہ جملہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس سے بھی پیش گوئی کا مصداق جاننے میں مدد ملتی ہے، وہ اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کی مانند اس نبی کی خصوصیت یہ ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے تمام احکام و ہدایات اپنے پیروکاروں اور امتیوں تک پہنچائے گا۔ کوئی چیز چھپائے گا نہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ کو قرآن مجید میں یہی حکم دیا گیا:

يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

''اے رسول! جو کچھ تیرے رب کی جانب سے تیری طرف نازل کیا گیا، اسے پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تُو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔'' ①

چنانچہ ہمارے سامنے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے پیغام الٰہی کا ایک ایک حرف آگے پہنچایا اور کوئی بات چھپائی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جبکہ ایک لاکھ چالیس ہزار سے زیادہ کی تعداد میں آپ کے شاگرد موجود تھے۔

آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا: میرے متعلق تم سے پوچھا جائے گا تو کیا جواب دو گے؟ صحابہ نے بیک زباں ہو کر کہا: ہم گواہی دیں گے کہ آپؐ نے رب کا پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا:

''اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا۔'' ②

جو انسان یہ کہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے کوئی بات چھپائی ہے تو ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورہ المائدہ کی درج بالا آیت کے مدنظر اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔ ③

① المائدہ ٥ : ٦٧۔ ② صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبیؐ رقم 2950۔

③ بخاری کتاب التفسیر باب یاایھاالرسول بلغ الخ رقم 4612۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ تو ہوئی بات نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے، جبکہ جناب مسیح علیہ السلام کے متعلق بائبل یوں نقشہ کھینچتی ہے کہ اپنے شاگردوں کو وعظ و نصیحت اور اپنے بعد آنے والی روحِ حق کی نوید سناتے ہوئے فرماتے ہیں: مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا، اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا، وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ ①

اس اقتباس سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام نے مکمل پیغام نہیں پہنچایا بلکہ اپنے بعد آنے والی سچائی کی روح کی یہ ذمہ داری بیان کی جو صد فیصد پیغمبر اسلام ﷺ ہی ہیں۔ بلکہ ہم بائبل ہی کا دوسرا مقام دیکھیں تو علم ہوگا کہ جناب مسیح علیہ السلام نے جو اعمال اور پیغام اپنے زمانے کے لوگوں کے سامنے رکھے، بعد کے زمانے تک وہ بھی پورے نہیں پہنچ سکے جیسا کہ انجیل یوحنا کا مصنف لکھتا ہے: اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لیے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔ ②

اب بھی اگر کوئی زیرِ بحث پیش گوئی کا مصداق جناب مسیح علیہ السلام کو قرار دے تو اس کے فہم پر کفِ افسوس ملنے کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے؟

اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔

پیش گوئی کا یہ جملہ بھی واضح طور پر پیغمبر اسلام ﷺ پر صادق آ رہا ہے، کیونکہ قریب قریب ہر پڑھا لکھا شخص جانتا ہے کہ قرآن مجید ایک سو چودہ سورتوں پر مشتمل ہے اور ان میں سے ایک سو تیرہ سورتوں کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے ہوتی ہے۔

---

① انجیل یوحنا 16:12-13۔ ② یوحنا 21:25۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحیم اور جس سورہ (توبہ) کے شروع میں بسم اللہ نہیں اس کی ابتدا بھی یوں ہوتی ہے: برأة من الله (التوبة 1/9) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان برأت ہے۔ اور پیش گوئی کے عین مطابق ایسا ہوا کہ مکہ کے جن باسیوں نے کلام الٰہی کو تسلیم نہ کیا وہ تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے حساب کی چکی میں پس گئے نیز جن یہودیوں نے نہ مانا انہیں بھی عذاب الٰہی سے دوچار ہونا پڑا بلکہ اسلام نے یہاں تک بتا دیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے والے بھی اسی وقت کامیاب و کامران ہوں گے جب ان کی لائی ہوئی وحی الٰہی کو فکری اور عملی طور پر حرز جان بنالیں ورنہ ذلت و رسوائی ان کا مقدر ہوگا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

"اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان والے ہوئے۔"[1]

یہ تو ہوئی پیش گوئی کے اجزاء پر گفتگو۔ اب ہم آتے ہیں بعض مسیحیوں کے اس قول کی طرف کہ موسیٰ کی مانند وہ نبی ہوگا جس میں حسب ذیل دو صفات پائی جائیں گی: اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خدا نے روبرو باتیں کیں نہیں اٹھا۔ اور اس کو خداوند نے ملک مصر میں فرعون اور اس کے سب خادموں اور اس کے سارے ملک کے سامنے سب نشانوں اور عجیب کاموں کو دکھانے کو بھیجا تھا۔[2]

یعنی وہ نبی مثیل موسیٰ علیہ السلام ہوسکتا ہے جس نے خدا تعالیٰ سے روبرو باتیں کیں اور معجزات دکھائے ہوں اور یہ دونوں صفات جناب مسیح علیہ السلام میں تو پائی جاتی ہیں جبکہ پیغمبر اسلام ﷺ میں نہ تھیں۔

---

① آل عمران 3:139۔ ② استثناء 34:10-11۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تجزیہ

تفصیل میں جانے سے قبل ایک بات کی نشاندہی ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ مذکورہ الفاظ مسیحیوں کے فرقہ پروٹسٹنٹ کی بائبل کے ہیں جبکہ کیتھولک والوں کی بائبل میں اس طرح ہے:
اور بعد ازاں اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند نہ اٹھا جسے خداوند نے روبرو جانا، ان سب نشانیوں اور عجائبات میں جو خداوند نے دیئے کہ انہیں مصر کی سرزمین میں فرعون اور اس کے تمام وزراء اور اس کے سارے ملک کے لیے کرے۔

دونوں تراجم کا تقابل کریں تو واضح ہوگا کہ پروٹسٹنٹ والوں نے لفظ (اب تک) اور (باتیں کیں) کے اضافی جملے شامل کر دیے ہیں جبکہ عبرانی بائبل (جسے یہ اصل قرار دیتے ہیں) میں ان معانی کے لیے کوئی لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ کیتھولک والوں کا ترجمہ عبرانی کے مطابق ہے۔

بہرحال ''روبرو باتیں کرنا یا جاننا'' کا مطلب اگر یہ ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا چہرہ بھی دیکھا تھا تو یہ بائبل کے خلاف ہے کیونکہ کوہِ طور والے جس واقعہ کی طرف یہاں اشارہ ہے اس کے متعلق یہ لکھا ہے: خداوند نے موسیٰ سے کہا: میں یہ کام بھی جس کا تو نے ذکر کیا ہے کروں گا کیونکہ تجھ پر میرے کرم کی نظر ہے اور میں تجھ کو بنام پہچانتا ہوں۔ تب وہ (موسیٰ) بول اٹھا کہ میں تیری منت کرتا ہوں مجھے اپنا جلال دکھا دے، اس نے کہا میں اپنی ساری نیکی تیرے سامنے ظاہر کروں گا اور تیرے ہی سامنے خداوند کے نام کا اعلان کروں گا اور جس پر میں مہربان ہونا چاہوں، مہربان ہوں گا اور جس پر رحم کرنا چاہوں، رحم کروں گا اور یہ بھی کہا: تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا کیونکہ انسان مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہے گا۔ [1]

معلوم ہوا روبرو کا مطلب خدا تعالیٰ کا چہرہ دیکھنا نہیں بلکہ دوران گفتگو درمیان میں پردہ اور حجاب تھا، اس اعتبار سے جب ہم حقیقت کے آئینے میں دیکھتے ہیں تو یہ خصوصیت پیغمبر اسلام ﷺ میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ آپؐ نے بھی اللہ تعالیٰ سے بغیر واسطہ کے براہ راست بات چیت کی تھی جیسا کہ معراج کی رات نمازوں کی فرضیت کے معاملے پر آپس میں گفتگو ہوئی تھی۔ [2] بلکہ بائبل نے یہاں تک بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر واسطہ کے حضرت ہارون اور ان کی بہن مریم سے بھی گفتگو کی تھی۔ [3]

---

① خروج 33:17-20 ② صحیح بخاری احادیث الانبیاء باب ذکر ادریس رقم 3342۔
③ گنتی 12:1-8۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بقول مسیحی علماء یہ صفت صرف جناب مسیح علیہ السلام میں پائی جاتی ہے لیکن اس کے ثبوت کے لیے عہد جدید کے جو حوالے اور عبارات پیش کی جاتی ہیں، میں اسے من وعن نقل کر دیتا ہوں اور بغیر تبصرہ کے قارئین کی صوابدید پر چھوڑتا ہوں کہ آیا واقعی ان سے جناب مسیح علیہ السلام کا خدا تعالیٰ سے بغیر واسطے کے گفتگو کرنا ثابت ہوتا ہے؟

(۱) ابتداء میں کلام تھا، کلام خدا کے ساتھ تھا۔ [1]

(۲) خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اسی نے ظاہر کیا۔ [2]

باقی رہ گئی معجزات والی بات تو اس حوالے سے مسیحی علماء نے اپنے عوام کو جانے بوجھے اور جہالت کے سمندر میں ڈبو رکھا ہے اور کہتے ہیں چونکہ پیغمبر اسلام ﷺ کوئی معجزہ نہیں پیش کر سکے، اسی لیے وہ مثیل موسیٰ نہیں ہو سکتے، معجزات تو جناب مسیح علیہ السلام نے پیش کیے۔

یہ بات بہت عجیب وغریب ہے کیونکہ پیغمبر اسلام ﷺ کے معجزات کے حوالے سے کتب احادیث میں باقاعدہ عنوان قائم کر کے کئی طرح کے معجزات بیان کیے گئے ہیں مثلاً

(۱) مشرکین مکہ نے رسول اکرم ﷺ سے کوئی نشانی طلب کی تو آپ ﷺ نے انہیں چاند کا دو ٹکڑے ہونا بطور نشانی دکھا دیا۔ [3]

(۲) رسول کریم ﷺ نے ایک برتن میں اپنا مبارک ہاتھ ڈالا تو آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی پھوٹ پڑا اور تین سو صحابہ نے اس پانی سے وضو کیا۔ [4]

(۳) حدیبیہ کے دن صحابہ کو شدید پیاس نے ستایا جبکہ پینے کے لیے فقط ایک برتن میں تھوڑا سا پانی تھا، آنحضرت ﷺ نے اس برتن میں ہاتھ ڈالا تو انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی جاری ہو گیا، تمام صحابہ نے وضو بھی کیا اور سیراب بھی ہوئے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، صحابہ کرام کی تعداد کتنی تھی؟، فرمانے لگے: اگر اس دن ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی ہمیں کفایت کر جاتا، بہر حال اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔ [5]

[1] انجیل یوحنا 1:1۔ [2] یوحنا 18:1۔
[3] بخاری کتاب المناقب باب سوال المشرکین رقم 3636، 3637۔
[4] بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوة رقم 3572۔
[5] بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوة رقم 3576۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۴) مقام حدیبیہ پر ایک کنواں تھا۔ اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہ بچا، آنحضرت ﷺ اس کے کنارے پر تشریف لائے پانی منگوایا، منہ میں ڈالا اور کنویں میں کلی کر دی، پھر اس کنویں میں اس قدر پانی بھر گیا کہ صحابہ نے وہاں سے پانی نکالنا شروع کر دیا اور تمام کے تمام سیراب بھی ہوئے۔ ①

(۵) رسول کریم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ مسجد نبوی میں کھجور کے ایک تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، جب منبر تیار ہوا تو اس پر خطبہ دینا شروع کر دیا، کھجور کا وہ تنہ آپ کی جدائی برداشت نہ کر سکا اور اونٹنی کی طرح رونے لگا، آنحضرت منبر سے نیچے تشریف لائے، اسے پیار کیا، تو وہ پرسکون ہو گیا۔ ②

یہ تو فقط پانچ معجزے ہیں اور وہ بھی ایک ہی کتاب سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ دیگر کتب احادیث میں بے شمار معجزات مل جاتے ہیں۔ شوق رکھنے والے حضرات ان کتب کو دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ سب سے بڑھ کر قرآن مجید خود ایک معجزہ ہے جس کا مقابلہ آج تک کوئی بڑے سے بڑا مخالف بھی نہیں کر سکا حالانکہ یہ اُسی عربی زبان میں ہے جو اہل عرب بولتے آئے ہیں۔

کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سیدہ ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو گھر سے دور دوسری جگہ آباد کیا ،جس کا نام بائبل میں ''بیر سبع'' اور ''فاران کا بیابان'' بتایا گیا ہے۔ ③

یہ علاقہ کہاں ہے؟ اس کے بارے میں بائبل کو ماننے والے شک، میں مبتلا ہیں۔ سامری تورات کا عربی ترجمہ جو آرکوئی ٹن نے ۱۸۵۱ء میں بمقام لگڈ نی بناورم چھپوایا۔ اسی میں درج بالا فقرہ موجود ہے اور فاران کے آگے قوسین میں ''الحجاز'' لکھا ہوا ہے۔ ④

بعض نے اسے جزیرہ نمائے سینا کا ایک بیابان قرار دیا ہے۔ ⑤

① بخاری رقم 3577۔ ② بخاری 3585۔ ③ پیدائش ۲۱: ۱۴۔۲۱۔
④ الخطبات الاحمدیہ ص ۵۷ از سرسید احمد خان۔ ⑤ قاموس الکتاب ص 688۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن جب ہم زمینی حقائق کو دیکھتے ہیں تو پہلی بات ہی درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ از روئے بائبل سیدنا ابراہیمؑ سے وعدہ تھا، کہ اسماعیل کو بڑی قوم بنایا جائے گا۔[1]

اگر جناب اسماعیل علیہ السلام صحرائے سینا کے کسی بیابان میں آباد ہوئے تھے تو ان کی قوم کا کوئی نشان اور اتا پتا تو وہاں ہونا چاہیے تھا۔ جبکہ ایسا نہیں ہے اس کے برعکس مکہ اور اس کے آس پاس دور ونزدیک لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ان کی نسل موجود تھی اور ہے۔

اس جگہ کے لیے جو دو نام آئے ہیں، اگر ان کے معانی پر غور کیا جائے تو ان کا مطلب متعین ہو جاتا ہے۔ پروفیسر عبدالستار غوری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''بیر سبع کے عبرانی اور عربی دونوں زبانوں میں یکساں معنی ہیں۔ یعنی سات کا کنواں۔ اس میں ہاجرہ کے ان سات چکروں کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے صفا اور مروہ کے درمیان خوراک اور پانی کی تلاش میں لگائے تھے۔ اور جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ایک غیر معمولی طریقے سے ''زمزم'' کا کنواں ظاہر فرمایا تھا۔ اس کی یاد تازہ رکھنے کے لیے اہل اسلام اور ان سے پہلے اہل عرب، صفا و مروہ کے درمیان سعی کے سلسلے میں ہمیشہ سات چکر لگاتے آئے ہیں۔ بائبل میں اس کے لیے ''بیر سبع'' کا لفظ آیا ہے اور اسلامی روایت میں اسے ''زمزم'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔''

لفظ ''فاران'' پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ''فاران'' کے لغوی معنی ہیں، ''غاروں والی سرزمین'' ۔(Cavernous)

(انسائیکلو پیڈک بائبل کنکورڈنس، (Encyclopedic Bible Concordance

(نیویارک اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس صفحہ 217) مکے میں متعدد غاریں موجود تھیں۔ مثلاً غار حرا، غارِ ثور وغیرہ۔''[2]

---

① پیدائش ۱۷:۲۰۔ ② محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بائبل کی چند پیشین گوئیاں ص 71 تا 74۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جب ابراہیم علیہ السلام نے ماں بیٹے کو اس جگہ چھوڑا تو دعا مانگی۔ اس دعا کا تذکرہ قرآن مجید یوں کرتا ہے:

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ۝

''پروردگار! میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے کچھ حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار! یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لہٰذا لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے، تاکہ وہ تیرے شکر گزار بنیں''۔ ①

لوگ آج بھی جوق در جوق مکہ میں جمع ہوتے ہیں یہ سلسلہ دعوت اسلام کے ظہور سے پہلے ہی سے جاری ہے۔ اس بے آب و گیاہ سرزمین میں جہاں کھجور کے درختوں کے علاوہ کوئی درخت نہیں، دنیا بھر کے پھل بڑی فراوانی اور آسانی سے مہیا ہوتے ہیں۔

یہ اس حقیقت کے شواہد ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام جس فاران کے بیابان میں رہائش پذیر ہوئے تھے وہ مکہ ہی کا علاقہ ہے۔ اس کی مزید تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ اہل مکہ نے بزرگوں کے بت تراش کر بیت اللہ میں نصب کر رکھے تھے جن میں سیّدنا ابراہیمؑ اور سیّدنا اسماعیلؑ کے بت بھی تھے۔ ②

اسی طرح بائبل میں سیّدہ ہاجرہ کو عرب کا کوہ سینا کہا گیا ہے۔ ③

---

① ابراہیم ۱۴:۳۷۔ ② بخاری، کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ (واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا) ۳۳۵۲۔ ③ گلتیوں ۴:۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے معنی یہ ہیں کہ سیدہ ہاجرہ کا عرب سے کوئی تعلق تھا۔ اور وہ تعلق مذکورہ بالا ہی ہے۔ نیز سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے جہاں آباد ہوئے تھے وہ بھی یہی حجاز ہی کا علاقہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ جغرافیہ دانوں نے واضح کیا ہے۔

فاران کے محلِ وقوع کے تعین کے بعد ہم بنی اسرائیل کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی اس پیش گوئی کی طرف آتے ہیں:

"اور یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی۔ ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔"①

اس میں تین نبوتوں کا تذکرہ ہے:

(اول) "خداوند سینا سے آیا۔" اہل علم وفہم جانتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور شریعت طور سینا ہی پر ملی تھی۔

(دوئم) "اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔" یہ شعیر ایک پہاڑی کا نام ہے، جو یہوداہ اور بنیمین کی سرحد پر واقع ہے۔ اور یہ یروشلیم سے دس میل مغرب میں تھی۔②

① استثناء ۳۳:۱۔۳۔ ② قاموس الکتاب، ص 576۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بائبل میں اسے کوہ شعیر کا نام دیا گیا ہے، جس کا تذکرہ یشوع (باب ۱۵، فقرہ ۱۰) میں پایا جاتا ہے۔ سیدنا عیسی علیہ السلام کی تبلیغی سرگرمی کا میدان یروشلیم اور اس کے اردگرد کا علاقہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں انہی کی نبوت کی طرف اشارہ ہے۔

''ان پر طلوع ہوا۔'' کے الفاظ بھی قابل غور ہیں۔ یعنی جو نبوت ''شعیر'' سے طلوع ہوگی، وہ ان پر یعنی بنی اسرائیل ہی میں روشنی پھیلائے گی۔ یہ بھی نبوت عیسیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ بائبل میں ان کا قول اس طرح درج ہے:

''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے علاوہ کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا'' ①

جبکہ تیسرا نبی وہ ہوگا جو فاران کے پہاڑ سے دس ہزار قدسیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوگا، اس نبی کو شریعت بھی ملے گی۔ نیز اس کے شاگرد اور ساتھی نہایت پاکباز اور ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے ہوں گے۔

اس حصے میں مذکورہ بالا دونوں نبیوں سے الگ ایک نبی کا تذکرہ ہے کیونکہ اگر انہی کی بات ہوتی تو اس تکرار کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ نیز ان دونوں میں سے کوئی بھی فاران سے جلوہ گر نہیں ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی ماسوائے پیغمبر اسلام ﷺ کے ایسا نہیں آیا جس پر یہ صفات منطبق ہوتی ہوں۔

کیونکہ......

(اوّل) اسے صاحب شریعت بتایا گیا ہے۔ جبکہ اہل بائبل کے نزدیک تو آج تک موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی شریعت والا نبی نہیں آیا۔

(دوم) فاران کا علاقہ جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی جائے قرار اور رہائش گاہ تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اس علاقہ سے سوائے پیغمبر اسلام ﷺ کے کوئی نبی جلوہ گر نہیں ہوا۔

(سوم) پیغمبر اسلام جب مکہ فتح کرنے کی غرض سے فاران کی چوٹیوں سے اترے تو ان کے پاکباز اور مقدس ساتھیوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ ②

① متی ۱۵:۲۴۔ ② الرحیق المختوم ص ۵۴۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(چہارم) ''ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔'': یہ صفت بھی پیغمبرِ اسلام میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ قرآنِ مجید اس کی شہادت یوں دے رہا ہے:

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٌ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيصٌ عَلَيۡكُم بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

''بلاشبہ تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا مشقت جھیلنا اس پر گراں گزرتا ہے، تمہاری فلاح پر وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ بہت شفقت اور رحم والا ہے۔''①

اسی طرح ربّ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسلامی تحریک کی کامیابی کی ایک وجہ کی طرف یہ اشارہ کیا ہے:

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمۡ وَلَوۡ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلۡقَلۡبِ لَٱنفَضُّواْ مِنۡ حَوۡلِكَ ۝

''(اے پیغمبر!) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج ہوئے ہو ورنہ اگر کہیں آپ تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے''۔②

(پنجم) فاران سے جلوہ گر ہونے والے نبی کے اصحاب کی نشانی یہ بیان ہوئی کہ اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھوں میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔

① توبہ ۹:۱۲۸۔ ② آلِ عمران ۳:۱۵۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بات اس پیش گوئی کو اور زیادہ روشن کر دیتی ہے۔ کیونکہ کسی نبی کو پیغمبر اسلام ﷺ جیسے ساتھی میسر نہیں آئے، جنہوں نے اپنی پاک بازی اور وفا شعاری سے چشم فلک کو حیران کر دیا ہو۔ مال و دولت، کنبہ و قبیلہ حتی کہ جان بھی پیغمبر اسلام ﷺ کی نذر کر دی۔ ان کی حالت یہ تھی کہ دن رات بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز رہتے تھے۔ یہ بات ان لفظوں میں بیان ہوئی کہ "وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں۔" اور "تیری باتوں کو مانیں گے۔" کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیں گے۔

قرآن مجید اس کی شہادت یوں دیتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۝

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں رحیم ہیں۔ آپ جب انہیں دیکھو گے رکوع و سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں۔ ان کا یہ وصف تورات میں (بھی) ہے۔" [1]

اس کے برعکس سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بار بار ان کی نافرمانی کر کے عذابِ الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔ بلکہ جب انہیں جہاد کا حکم ہوا اور وہ ملک جس کا ان کے باپ دادا سے وعدہ کیا گیا تھا، انہیں دیا جانے لگا تو وہ وہاں بسنے والی قوم سے ڈر گئے اور لڑنے سے انکار کر دیا۔ بائبل کے مطابق اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اس بری پشت کے لوگوں میں سے ایک بھی اس اچھے ملک کو دیکھنے نہیں پائے گا جسے ان کے باپ دادا کو دینے کی قسم میں نے کھائی ہے۔" [2]

---

(1) الفتح ۴۸:۲۹۔ (2) استثناء ۱:۳۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ازروئے بائبل جب یہودی سیّدنا مسیح علیہ السلام کو گرفتار کرنے کی کوشش میں تھے تو انہوں نے اپنے حواریوں سے فرمایا تھا:

''تم سب اسی رات میری بابت ٹھوکر کھاؤ گے۔ کیونکہ لکھا ہے کہ میں چرواہے کو مار دوں گا اور گلہ کی بھیڑیں پراگندہ ہو جائیں گی......''

آگے لکھا ہے۔

''جب انہیں پکڑ لیا گیا تو سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بلکہ پطرس حواری جو ساتھ نبھانے کا بڑا پختہ عہد کر رہا تھا، مرغ کی بانگ سے پہلے تین مرتبہ اس نے جناب مسیح علیہ السلام کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ بلکہ لعنت بھی کی۔''[1]

پیغمبر اسلام ﷺ کو جب جہاد کا حکم ملا تو ان کے پاس بے سروسامان ارادوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ بے سروسامانی کا عالم یہ تھا کہ اسلحہ نہ ہونے کے برابر تھا اور افرادی قوت گویا تھی ہی نہیں، صرف تین سو تیرہ سرفروش تھے۔ جبکہ مدّ مقابل ایک ہزار کا لشکر تھا جو ہر طرح کے ہتھیاروں سے لیس تھا۔ گویا موت کو دعوت دینے والی بات تھی۔ یہ اتنی نازک صورتِ حال تھی کہ بڑے بڑوں کا پتا پانی ہو جائے۔ مگر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اصحابِ رسول کی جو مدلل ترجمانی کی، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ انھوں نے کہا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو راہ دکھلائی ہے، اس پر رواں دواں رہیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم آپ سے وہ بات نہیں کہیں گے جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ

''اے موسیٰ علیہ السلام! تم اور تمہارا ربّ دونوں جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں''۔[2]

---

[1] متی، باب ۲٦۔ [2] مائدۃ ۵:۲۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ہم یہ کہیں گے، آپ اور آپ کا پروردگار چلیں اور لڑیں اور ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر لڑیں گے"۔

اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کھل کر کہا:

"اے اللہ کے رسولؐ! غالباً آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ انصار اپنا فرض بس اس حد تک سمجھتے ہیں کہ وہ آپ کی مدد محدود طور پر محض اپنے دیار ہی میں کریں گے۔ اس لیے میں انصار کی طرف سے بول رہا ہوں۔ اور انھی کی طرف سے جواب دے رہا ہوں۔ عرض ہے کہ آپ جہاں چاہیں تشریف لے چلیں جس سے چاہیں تعلق استوار کریں اور جس سے چاہیں تعلق توڑ لیں۔ ہمارے مال میں سے جو چاہیں لے لیں اور جو چاہیں دے دیں، جو آپ لیں گے، وہ ہمارے نزدیک اُس مال سے زیادہ مسرت بخش ہوگا جسے آپ چھوڑ دیں گے۔ اور اس معاملے میں آپ کا جو بھی فیصلہ ہوگا، ہمارا فیصلہ بہر حال آپؐ ہی کے تابع ہوگا۔ اللہ کی قسم! آپؐ پیش قدمی کرتے ہوئے برک غماد تک جائیں۔ تو ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلیں گے اور اگر آپ ہمیں لے کر اس سمندر میں کودنا چاہیں تو ہم بھی اس میں کود پڑیں گے"۔ ①

کیا وقت تھا اور وہ کیسی عید نظارہ تھی جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ نے قید کر لیا اور سولی کے تختے پر چڑھانے سے پہلے ابوسفیان نے پوچھا:

"کیا تمھیں یہ بات پسند آئے گی کہ تمہارے بدلے محمد ﷺ ہمارے پاس ہوتے ہم ان کی گردن اڑاتے اور تم اپنے اہل و عیال میں رہتے؟ انہوں نے جنبش کھائے بغیر معاً جواب دیا: اللہ کی قسم! مجھے تو اتنی بات بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے اہل و عیال میں رہوں اور اس کے بدلے محمد ﷺ کو جہاں آپ ہیں، وہیں رہتے ہوئے کوئی کانٹا چبھ جائے اور وہ آپ ﷺ کو تکلیف دے"۔ ②

① الرحیق المختوم صفحہ ۲۸۵ تا ۲۸۶۔ ② الرحیق المختوم صفحہ ۳۹۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بائبل کی متذکرہ بالا پیش گوئی اتنی واضح اور غیر مبہم تھی کہ اس کے ہوتے ہوئے مزید کسی دلیل کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ اسی کو تغیر و تبدل کا نشانہ ستم بنایا گیا اور اسی پر تحریف کی چھری چلائی گئی۔

مذکورہ بالا حوالہ 1927ء میں شائع ہونے والے اس ایڈیشن کا ہے جب برصغیر پر سامراجی تسلط تھا۔ ستم یہ ہے کہ اس کے موجودہ ایڈیشنوں میں (دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔) کو بے دھڑک بدل کر (لاکھوں قدسیوں کے ساتھ آیا۔) کر دیا گیا ہے۔ اور جب دیکھا کہ پیغمبر اسلام کے ساتھ آخری حج کے موقع پر سوا یا ڈیڑھ لاکھ مسلمان تھے اور جن مسلمانوں میں سے یہ لوگ حج کرنے کے لیے آئے ان کی تعداد بہرحال الگ تھی، تو فارسی کی بائبل میں اسے ''کرورہا'' بنا دیا گیا۔ ابھی چند سال قبل ''یو۔کے'' سے اردو ترجمہ شائع ہوا ہے، اس میں ''لاتعداد مقدسوں کے ساتھ آیا۔'' بنا دیا گیا ہے۔ بلکہ کیتھولک والوں نے اور زیادہ پیش قدمی کر کے بلاتامل پورا جملہ ہی اڑا دیا اور اس کی جگہ عبرانی کا لفظ: ''وہ مریبہ قادیش سے آیا۔'' لکھ کر یہ باور کرانے کی کوشش کی جیسے یہ کسی جگہ کا نام ہے۔ اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ اس سے اگلا جملہ بھی تیغ تغیر کا ہدف بنا دیا گیا، جس میں تھا: ''اس کے داہنے ہاتھ، ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی۔'' یہ جملہ بھی صریحاً پیغمبر اسلام ﷺ کے حق میں گواہی دیتا تھا۔ مگر اسے بدل کر یوں کر دیا گیا: ''اس کے داہنے ہاتھ سے شعلہ زن آتش پھوٹ نکلی''۔ (1)

اُدھر یو۔کے سے چھپنے والے جدید اردو ترجمہ میں اسے بالکل ہی اڑا دیا گیا۔ ''ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔'' کو پروٹسٹنٹ فرقہ نے یوں کر دیا ''وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے۔'' اس پر بھی ہمیں اعتراض نہیں، کیونکہ قرآن مجید نے رسول اکرم ﷺ کو ''رحمۃ للعالمین'' (پورے عالم انسانیت کے لیے رحمت) کا لقب دیا ہے۔ (2)

---

(1) کیتھولک بائبل ص ۲۵۱۔ (2) الانبیاء ۲۱:۱۰۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یو۔کے سے چھپنے والے ترجمہ میں اسے اس طرح لکھا گیا: ''بے شک تو ہی ہے جو لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔'' جبکہ کیتھولک گروہ نے تو حد ہی کر دی اور لکھا: ''اس کے قہر نے اقوام کو تباہ کر دیا۔'' گویا مقصد یہ ٹھہرا کہ اس چابک دستی اور کمال ہوشیاری سے تبدیلیاں کی جائیں، کہ لاکھ سر پٹخو اور مغز مارو، اصل مفہوم تک رسائی ہی نہ ہونے پائے۔ع۔۔۔ شُد پریشاں ''سخن'' من از کثرتِ تعبیرہا۔۔۔کا پورا اطلاق ہو جائے۔

قلم کی یہ جولانیاں صاف چغلی کھا رہی ہیں کہ ان کے دل میں چور ہے۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اگر اصل عبارت منظر عام پر آ گئی تو لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے؟ لیکن دنیا کے مکر و فریب اللہ تعالیٰ کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے۔ چنانچہ چار و نا چار انہیں اصل حقیقتِ حال کا خود ہی معترف ہونا پڑا۔ اہل کتاب کا معتبر ترین انگریزی ترجمہ (R.S.V) ہے، اس میں مذکورہ بالا باتیں یوں لکھی ہیں:

He said, "The Lord came from Sinai, and dawned on them from seir, He shone forth from Mount Paran, He came with the ten thousands of holy ones, with flaming fire at his right hand.

☆Yes, he loved his people; all those consecrated to him were in his hand; so they followed in thy steps, receiving direction from thee." [1]

---

①Deuteronomy-33:1,3

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس سے قبل کنگ جیمز ورژن (K.J.V) میں اس طرح لکھا ہوا تھا:

☆"And he said, the Lord came from Sinai, and rose up from Seir unto them, he shined forth from Mount Paran and came with ten thousands of saints: from his right hand went a fiery law for them ó "

Yea, he loved the people, all his saints are in thy hand: and they sat down at thy feet, every one shall receive of thy words۔"[1]

یہاں کوئی (Ten thousands) کو بنیاد بنا کر زیادہ سے زیادہ اس کا ترجمہ لاکھوں یا دسیوں ہزار کر سکتا ہے کیونکہ اس کے آخر میں (S) جمع کی علامت ہے۔ پروفیسر عبدالستار غوری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

''یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ بائبل کا ''کنگ جیمز ورژن'' یا مستند ترجمہ (Authorised Version) کسی ایک شخص کی محنت کا نتیجہ نہیں، بلکہ اس کی تیاری کے عمل میں چالیس سے زیادہ علماء شامل تھے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اس کے الگ الگ اجزا کا ترجمہ الگ الگ علما نے کیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ پہلے سب مل کر ایک آیت یا کتاب کا ترجمہ کریں پھر اگلی آیت کا وعلی ہذا القیاس، سب نے مل کر پوری کتاب کا ترجمہ کیا ہو اور ہر آیت کے ترجمے میں ٹیم کے تمام علما شامل ہوں۔ گِڈیز میک گریگر (Geddes Mac Gregor) ''دی بائبل ان دی میکنگ'' (لندن: جان مرے، ۱۹۶۱ء) میں صفحہ ۱۷۱ پر لکھتا ہے:

''ان سینتالیس مترجموں کو چھ گروپوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ دو گروپ اوکسفرڈ میں میٹنگ کرتے تھے، دو کیمبرج میں اور دو ویسٹ منسٹر میں۔ ہر گروہ کو ترجمے کے کام کا ایک ایک حصہ تفویض کیا گیا تھا۔''

---

[1] Deutronomy۔ 33:1,2

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے ''دس ہزار'' (ربوبہ یا مریاڈ) کا ترجمہ کسی نے (Ten thousand) کر دیا اور کسی نے (Ten thousands) مراد دونوں میں دس ہزار کا عدد تھا، نہ کہ دسیوں ہزار (Tens of thousands)۔ اُس دور کی (آج سے چار سو سال پہلے کی) انگریزی میں دس ہزار کے لیے "Ten Thousand" بھی استعمال ہوتا تھا اور "Ten Thousands" بھی۔ البتہ اگر ''دسیوں ہزار'' کہنا مراد ہوتا تو اس کے لیے "Many ten thousands"/"Ten of thousands" لکھا جاتا۔ یہاں ''لاکھوں'' لکھنا کسی طرح درست نہیں۔ ①

اس کی مزید تائید اس طرح ہوئی کہ ہم نے (Interlinear Bible) کا مطلوبہ لفظ ''ربوت'' عبرانی سے انگریزی لغت (Hebrew to English dictionary) میں دیکھا تو اس نے اس کا ترجمہ (Ten thousand) کیا۔ اس کے علاوہ اس کی مزید تائید بائبل کے گڈ نیوز ٹو ڈے ورژن (G.N.T) سے بھی ہوتی ہے جس میں (Ten thousand) کے الفاظ ہیں۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ یہی لفظ (ربوت) بائبل میں دوسری جگہ ② استعمال ہوا تو وہاں سب مترجمین نے ''دس ہزار'' ترجمہ کیا ہے۔ یہ ہے کھلی خیانت۔ اور تعصب میں ڈوبے ہوئے اندھے شخص کی مکمل تصویر۔

☆☆☆☆☆

① محمد رسول ﷺ کے بارے میں بائبل کی چند پیشین گوئیاں ص ۸۸۔ ② استثناء ۳۲:۳۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا سلیمان علیہ السلام کا محمد یم

"جناب پروفیسر عبدالستار غوری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب
(محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بائبل کی چند پیشین
گوئیاں) میں اس پر گفتگو کی ہے جس کو کسی قدر حک و
اضافہ کے بعد یہاں پیش کیا جا رہا ہے"

بائبل مختلف کتب کا مجموعہ ہے جو مختلف ادوار و صدیوں میں احاطہ تحریر میں آئی۔
بعض کتب کے حوالے سے یہ لوگ بالجزم کسی کی طرف نسبت کرتے ہیں جبکہ کچھ کے متعلق آج تک ان کا اتفاق نہیں ہو سکا۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی جانب منسوب ایک کتاب غزل الغزلات (خوبصورت ترین غزل یا گیت) ہے۔ یہودی اور عیسائی اس کتاب کو پاک کلام کا حصہ گردانتے اور اسے اپنے لئے مشعل راہ قرار دیتے ہیں۔

اس میں بنیادی طور پر محبت و عشق کی باتیں ہیں جسے انہوں نے خدا اور اس کی چنیدہ قوم اسرائیل کے مابین مانا ہے۔

اس کے باب 5 میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے اشعار ملتے ہیں جن کا ترجمہ مسیحیوں نے یوں کیا ہے:

میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔ اس کا سر خالص سونا ہے۔ اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوے سی کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ان کبوتروں کی مانند ہیں جو دودھ میں نہا کر لب دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے رخسار پھولوں کے چمن اور بلسان کی ابھری ہوئی کیاریاں ہیں۔اس کے ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مرٹپکتا ہے اس کے ہاتھ زبرجد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں،اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے جس پر نیلم کے پھول بنے ہوں۔اس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگ مرمر کے ستون ہیں۔وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشک سرو ہے۔اس کا منہ ازبس شیریں ہے۔ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔اے یروشلم کی بیٹیو! یہ ہے میرا محبوب! یہ ہے میرا پیارا! ①

ان صفات کا حامل کونسا انسان ہے؟ یہ بات ایک ایک فقرے پر گفتگو کرنے سے بالکل عیاں ہو جائے گی۔(ان شاء اللہ)

مسیحی لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ باتیں جناب مسیح علیہ السلام کے حوالے سے کی گئی ہیں جبکہ ہمارا دعوٰی ہے یہ پیش گوئی پیغمبر آخر الزماں سیدنا محمد مصطفٰی ﷺ کے متعلق ہے اور اسے پڑھنے کے بعد آپ حیرت کی وادیوں میں کھو جائیں گے کیونکہ تاریخ عالم میں ایسی مثال شاید ہی ملے کہ مستقبل میں آنے والے نبی کی پیش گوئی اس کا نام لے کر کی گئی ہو۔

اس گیت کا پہلا جملہ: میرا محبوب سرخ وسفید ہے۔

اس کے عبرانی کے الفاظ یوں ہیں دودی صاخ وَ اَدوم۔

پہلا لفظ دود ہے جو بہت اہم ہے لغوی اعتبار سے محبوب کے الفاظ غیر مبہم طور پر محمد رسول اللہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور ان سے پیش گوئی کرنے والے کی نیت کا صاف پتہ چل جاتا ہے۔سٹرونگ کے بائبل کے عبرانی الفاظ کی لغت میں اس کے مندرجہ ذیل معنی بیان ہوئے ہیں۔ Lover, Friend, Beloved, ESP, AN, Uncle, Father's Brother-- ②

محبت کرنے والا،دوست،محبوب،خصوصاً،چچا یعنی باپ کا بھائی۔

---

① غزل الغزلات 5:1-16۔ ② اندراج 1730 ص 30۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لفظ ''دوڈ'' کے یہ معنی بائبل کے بعض مفسرین کی طرف سے اس پیش گوئی کے حضرت مسیح علیہ السلام پر اطلاق کو بدیہی طور پر مسترد کر دیتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے جد اعلیٰ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ان (اسحاق علیہ السلام) کے بڑے بھائی تھے۔ اس طرح اس پیشین گوئی کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ممکن نہیں۔ بائبل کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہ تھا۔ آپ کنواری مریم سے معجزانہ طور پر بن باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ ان کا والد کی طرف سے تو کسی سے کوئی رشتہ بنتا ہی نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بھی حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل سے ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے کسی بھائی کی نسل سے۔ اس لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی طرح بھی اس آیت کے لفظ محبوب (دود) کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے جدّ اعلیٰ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے بھائی ہونے کے ناتے حضرت سلیمان کے بزرگ چچا ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں، اس طرح لفظ ''دوڈ'' کی رُو سے یہ لفظ محمد ﷺ ہی سے متعلق ہے۔

اس کے بعد آنے والے فقرے میں رسول ﷺ کے چہرے کی رنگت بیان کی گئی ہے، جس کے لیے عبرانی میں ''صاح وادوم''، کے الفاظ ہیں۔ جس کا ترجمہ سرخ و سفید کیا جاتا ہے۔ سٹرونگ کے بائبل کے عبرانی الفاظ کے لغت کے لحاظ سے پہلے لفظ یعنی صاح، کے اصل معنی صاف اور چمک دار ہیں۔ پُلپٹ کی تفسیر بائبل میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے مریضانہ سفیدی مراد نہیں۔ اگلے عبرانی لفظ ''ادوم'' کے معنی گلابی اور سرخ رنگت کے ہیں اس طرح سرخ و سفید کے الفاظ کا مطلب صحت، سرخی، توانائی، چمک اور حسن بنتا ہے۔ احادیث میں محمد رسول اللہ ﷺ کے چہرے کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں یہ ان کیہو بہو منہ بولتی کامل تصویر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ا۔ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول ﷺ کو میں نے ایک چاندنی رات میں دیکھا۔ میں کبھی آپ کی جانب اور کبھی چاند کی طرف دیکھتا، آپ نے سرخ رنگ کا جوڑا زیب تن کیا ہوا تھا، تو میرے نزدیک آپ ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔ ①

امام ترمذی نے اس کی سند کو حسن غریب جبکہ امام حاکم نے صحیح کہا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے۔

۲۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے چہرے کا رنگ یوں بیان کیا ہے کہ نہ تو بہت زیادہ سفید نہ زیادہ گندمی۔ ②

یعنی ایسا سفید رنگ تھا جس میں سرخی بھی شامل تھی۔

۳۔ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول ﷺ کا چہرہ سورج اور چاند کی طرح تھا۔ ③

یعنی آپ کے چہرہ انور میں سفیدی کے ساتھ ساتھ سرخی مائل چمک بھی تھی۔

۴۔ امام ترمذی نے اپنی کتابوں السنن (رقم 3638) اور شمائل محمدیہ (رقم 6) میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جس میں رسول اکرم ﷺ کے چہرے کی رنگت کے لئے ''المشرب'' کا لفظ بولا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ ایسی سفیدی ہے جس میں سرخی بھی شامل ہو۔ ان دلائل سے معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے چہرے میں سرخی، چمک، حسن اور سفیدی کا حسین امتزاج تھا جو پیش گوئی کے عبرانی الفاظ کی ہو بہو عکاسی کرتا ہے۔

جبکہ دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف کا بیان اول تو بہت کم دستیاب ہے تاہم جو محفوظ ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان الفاظ سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

① ترمذی، 2811، مستدرک حاکم، 1186/3۔ ② بخاری 3548۔ ③ صحیح مسلم 6230۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میتھیو ہنری اپنی تفسیر بائبل (851/4) میں جناب مسیح علیہ السلام کا ایسا عجیب وغریب نقشہ کھینچتا ہے جو کسی بھی طرح ان فقروں کا مصداق نہیں ہو سکتے۔

لکھا ہے:

Nay , he had No Form, Nor Comeliness, ISA, Liii-

نہ (مسیح علیہ السلام) کے خدوخال جاذب نظر تھے اور نہ وہ حسین و دل نشین تھے۔

☆ پیش گوئی کا اگلہ جملہ ہے: وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔

عبرانی میں اس کے لیے یہ لفظ آیا ہے: ''دجول مع ربوبہ''

یہ الفاظ پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی پر صادق نہیں آتے کیونکہ جب آپؐ مکہ فتح کرنے کے لیے گئے تھے تو آپؐ کے لشکر کی تعداد دس ہزار تھی اور آپ اس فوج کے کمانڈر تھے جو ظاہر ہے تمام فوج سے ممتاز ہوتا ہے۔

قارئین کرام! آپ حیران ہوں گے کہ دس ہزار ساتھیوں کے ساتھ آنے والے نبی اور نجات دہندہ کا تذکرہ بائبل میں دو مرتبہ آیا ہے، ایک یہاں اور دوسری جگہ کتاب استثنا میں، ان دونوں جگہوں پر مسیحی اور یہودی اہل علم نے بڑے ہاتھ پاؤں مارے کہ کسی طرح اصلی سچائی سے پیچھا چھوٹ جائے۔ وہاں تو بالکل کھلی تحریف کا ارتکاب کیا جس کا بیان اپنے مقام پر ہے جبکہ یہاں یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی ہے کہ یہ گنتی علامتی طور پر آئی ہے مطلب بڑی تعداد ہے۔ (1)

لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اول تو اصول اس کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ جہاں حقیقی معنی و مفہوم لیا جا سکے وہاں مجازی اور مرادی مطلب نہیں لیا جا سکتا۔ دوم یہ بات جناب مسیح علیہ السلام پر مطلق صادق نہیں آتی کیونکہ ان کی زندگی میں ان کے پیروکار نہایت کم تعداد میں تھے اور ان میں جو بڑے قریبی بارہ حواری و شاگرد تھے، مشکل وقت آنے پر ان میں سے ایک تو

(1) مطالعاتی بائبل، ص 1208۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرتد ہو گیا اور ایک نے کئی بار جناب مسیح کو لعنت و ملامت کی اور باقی ماندہ بھاگ کھڑے ہوئے بلکہ کئی تو اپنی چادر چھوڑ کر ننگے ہی نکل بھاگے۔ ①

آخر وہ بڑی تعداد کونسی ہے جس میں جناب مسیح علیہ السلام ممتاز کمانڈر اور جرنیل کی حیثیت سے نظر آتے ہیں؟

اس کے برعکس اناجیل بتاتی ہیں کہ گرفتاری تک جناب مسیح کوئی ایسی ممتاز شخصیت نہ تھے کہ جنہیں شاگردوں اور دیگر لوگوں کی موجودگی میں پہچانا جا سکے۔

یہودی علماء فقیہی اور کاہن وغیرہ جب رومی سپاہیوں کو لے کر آئے تو ان کے لیے مرتد ہونے والے شاگرد یہوداہ اسکریوطی نے یہ نشانی رکھی تھی کہ جس کے میں بوسے لوں وہی مسیح ہوگا لہٰذا اسے پکڑ لینا، سو ایسا ہی ہوا، حالانکہ وہاں گیارہ شاگرد تھے اور بارہویں وہ خود تھے۔ بلکہ ایک انجیل میں تو یہ لکھا ہے کہ جناب مسیح نے خود باغ سے باہر جا کر ان کاہنوں اور یہودی علماء وغیرہ سے پوچھا: کسے ڈھونڈتے ہو؟ تو انہوں نے کہا یسوع ناصری کو۔ انہوں نے فرمایا وہ تو میں ہی ہوں۔ لیکن ان کو یقین نہ آیا۔ ②

یہ فیصلہ آپ ہی کر لیجئے کہ کیا جناب مسیح علیہ السلام پر اس جملے کا اطلاق ہو سکتا ہے؟ حالانکہ یہ یہودی علماء، کاہن وہ تھے جو ان کے شدید ترین مخالف تھے۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ وہ ان کو پہچان نہ سکے؟ جبکہ اس دور میں انسانوں کی تعداد بھی بہت کم تھی اور لوگ ایک ہی شہر میں قریب قریب رہتے تھے۔

اگلا جملہ ہے: اس کا سر خالص سونا ہے۔

اس سے مراد محبوب کی حاکمیت، اقتدار اور حکومت ہے کیونکہ بائبل ہمیں یہ جملہ بنوکدنضر کی بادشاہی و حکومت پر بولا گیا ہے۔ ③

---

① اناجیل کے آخری ابواب ملاحظہ فرمائیں۔ ② دیکھیں اناجیل کے آخری ابواب۔ ③ دانیال 38:2

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ مسیحی محققین بھی اس کا یہی مفہوم لکھتے ہیں۔ رقمطراز ہیں:

''سر کے خالص سونا ہونے سے مراد ہوگی ایسی شخصیت جو سب میں سربراہ نمایاں اور رونق دار ہو۔''①

جہاں تک جناب مسیح علیہ السلام کا تعلق ہے، کیا اپنے اور کیا مخالفین سب متفق ہیں کہ انھیں زندگی میں اقتدار حاصل نہیں ہوسکا جبکہ محمد ﷺ کو مدینہ ہجرت کرنے کے بعد قوت و اقتدار ملا جو بعد میں پورے جزیرہ نما عرب پر حاوی ہوگیا اور اس حیثیت سے آپ ﷺ کے فیصلے اور احکام ہمیشہ بے لاگ اور بے عیب رہے۔

آگے ہے: اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوے سی کالی ہیں۔ عبرانی میں پیچ در پیچ کے لیے لفظ ''تال تال'' آیا ہے۔ سٹرونگ کی ڈکشنری میں اس کے معنی ہیں ''ایک لٹکی ہوئی شاخ'' جملے کا دوسرا حصہ ہے ''کوے سی کالی''۔ کالی کے لیے عبرانی میں ''سحر'' کا لفظ آیا ہے۔ یہ وہی عربی کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں پو پھٹنے سے پہلے کا وقت۔ سٹرونگ کی ڈکشنری میں اس کے معنی ہیں، صبح سویرے روشنی پھیلنے سے پہلے کی تاریکی یا صبح سویرے کسی کام کے لیے اُٹھنا۔ اس حصے کا دوسرا اہم لفظ ہے ''کوا''۔ عبرانی میں اس کے لیے عرب یا عراب کا لفظ آیا ہے اور اس کے معنی عرب کا باشندہ بھی ہیں اور دھندلا ہونا یا کالا ہونا بھی۔ اس کے ایک معنی ''کوا'' بھی ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ عربی اور عبرانی دونوں سامی نسل کی زبانیں ہیں اور لغت وقواعد کے اعتبار سے یہ ایک دوسرے سے بہت ملتی جلتی ہیں۔ عبرانی کے حروف تہجی کی تعداد ۲۲ ہے، ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت۔ عربوں نے اپنی ضرورت کے تحت اس میں چھ آوازوں کا اضافہ کرلیا ہے، ثخذ، ضظغ۔ یہ چھ آوازیں عبرانی زبان میں موجود نہیں ہیں۔ اس طرح عبرانی میں غراب کو بھی عراب کہیں گے اور سٹرونگ کی عبرانی لغت کے اندراج 6157 اور 6163 کے مطابق عراب کے معنی عبرانی میں کوا بھی ہو سکتے ہیں اور عرب کا

① مطالعاتی بائبل، ص 8-12۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باشندہ بھی۔ بائبل کے مترجمین کو یہاں عرب کا باشندہ لکھنا مناسب معلوم نہ ہوا تو انہوں نے اس کے معنی ''کوا'' لکھ دیے۔ حالانکہ پہلی ترجیح عرب کو دی جانی چاہیے تھی۔ پیچ در پیچ میں، تال تال کا عبرانی لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی ایک لٹکتی جھولتی شاخ کے ہیں اور عام مشاہدہ یہ ہے کہ لمبی لٹکتی ہوئی شاخ آخر میں تھوڑا سا بل کھا کر اوپر کی طرف اُٹھ آتی ہے۔ جیسے بوٹل برش یا ولّو کی شاخیں۔ (یہ درخت عام طور پر پانی میں یا سڑکوں کے کنارے پائے جاتے ہیں) اس طرح بائبل کی عبارت ''اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوے سی کالی ہیں''، کا صحیح مطلب یہ کہ اس کی زلفیں کالی ہیں ان میں ہلکا سا گھونگر ہے اور وہ ملک عرب کا باشندہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کسی طرح ممکن نہیں کیونکہ ان کی زلفوں کے متعلق تو بائبل کی کتاب ''مکاشفہ'' (14:1) میں صاف لکھا ہے کہ اس کا سر اور بال سفید بلکہ برف کی مانند سفید تھے۔

جہاں تک محمد رسول اللہ ﷺ کے بالوں کا تعلق ہے تو ان کے متعلق یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ وہ روشن اور سیاہ تھے۔ ①

قتادہؒ اور حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کے بال نہ تو زیادہ گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے اور سخت۔ ②

اس کا مطلب کہ آپ کے بال لٹکے ہوئے تھے اور آخر میں ان میں ہلکا سا گھونگر تھا۔ براءؓ بن عازب کا بیان ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زلفیں کبھی کانوں تک ہوتی تھیں تو کبھی کندھوں تک لٹکی ہوتی تھیں۔ ③

حضرت انسؓ بن مالک کے مطابق دنیا سے رخصت ہونے تک آپؐ کے سر اور داڑھی دونوں کے بال بیس سے زیادہ سفید نہیں تھے۔ ④

① الوفا بتعریف فضائل المصطفیٰ لابن الجوزی: ۱/ ۱۹۴ ② صحیح مسلم رقم ۲۳۳۸
③ صحیح بخاری رقم ۵۹۰۱ ④ صحیح بخاری رقم ۳۵۴۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت جابرؓ بن سمرہ، محمد رسول اللہ ﷺ کے بڑھاپے کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے سر پر تیل لگایا ہوتا تھا تو آپ ﷺ کا کوئی بال سفید نظر نہیں آتا تھا۔ ①

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ آپ اکثر اپنے بالوں میں تیل لگائے اور داڑھی میں کنگھی کیے رہتے تھے اور پگڑی کے نیچے ایک رومال رکھتے تھے تاکہ سر کے بالوں کا تیل پگڑی پر نہ لگے۔ ②

اس ساری گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس ارشاد کا کہ "اس کا سر خالص سونا ہے اور اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوے سی کالی ہیں"، کا محمد رسول اللہ ﷺ پر حرف بہ حرف اطلاق ہوتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے کسی طرح بھی مصداق نہیں۔

فقرہ نمبر ۱۲ میں حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کی آنکھیں ان کبوتروں کی مانند ہیں جو دودھ میں نہا کر لب دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں۔ اردو بائبل میں یہ ترجمہ درست نہیں، بلکہ ناقص ہے۔ کنگ جیمز ورشن میں یہی بات اس طرح کہی گئی ہے:

اس کی آنکھیں ان فاختاؤں کی آنکھوں جیسی ہیں جو پانی کی ندیوں کے کنارے بیٹھی ہوں۔ یہ دودھ میں دھلی ہوئی ہیں اور نہایت متناسب انداز میں (پیشانی کے جوف) میں رکھی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدوخال کا تفصیلی بیان نہ تو بائبل میں دستیاب ہے اور نہ کسی اور کتاب میں۔ اگر کہیں کچھ ناقص سی جھلکیاں موجود بھی ہیں تو ان کا غزل الغزلات کے اس بیان سے کوئی تعلق نہیں۔ مسیحی علما کھینچ تان کر ان صفات کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اطلاق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اس سے بات بنتی نہیں۔ فقرہ میں آپ کی آنکھوں کو کبوتر یا فاختہ کی آنکھوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

① صحیح مسلم رقم ۲۳۴۴ ② شمائل ترمذی باب: ماجاء فی ترجل الرسول۔ رقم (۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سٹرونگ کی ڈکشنری کے اندراج 3123 اور 3196 کے لحاظ سے اس کے معنی ہیں، مخمور، شراب اور شراب کا نشہ۔ عبرانی اور آرامی لغت

The Hebrew and Aramaic Lexicon of the OT- L-Keohler & W- Baumgartner (Brill: Leiden, 2001)

(صفحہ 409) کے مطابق اس کے ایک معنی ہیں، شراب، شراب کے نشہ میں مخمور۔ عام مشاہدے کی بات ہے کہ نشے کی حالت میں انسان کی آنکھوں میں سرخ ڈورے سے جھلکنے لگتے ہیں۔ صحیح مسلم (رقم ۲۳۳۹) میں حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اشکل العین تھے۔ لین کی لیکسیکن میں اس کے معنی ہیں، جس کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخی کی جھلک ہو۔ اُمّ معبدؓ نے آپ کی آنکھوں کے لیے ''احور'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ①
جس کا مطلب ہے آپ کی آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی ایک دوسرے سے ممتاز تھی۔ حضرت عیسیٰ کے اصحاب کے لئے 'حواری' کا لفظ استعمال ہوتا ہے کیونکہ وہ کپڑوں کو دھوکر انھیں سفید کرتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی آنکھوں میں نمی کی چمک ہوتی تھی آپ کی مخلوق کے لئے شفقت اور ذکر الٰہی کا ذوق آپ کی آنکھوں میں نمی کا موجب تھا۔ آپ ﷺ کی آنکھوں میں سفیدی، چمک، نمی اور سرخ ڈورے نمایاں تھے اور یہ اوصاف عبارت کے پہلے حصے کے عبرانی الفاظ کی کامل عکاسی کرتے ہیں۔

جہاں تک آخری الفاظ (Fitly Set) کا تعلق ہے تو ان کے لئے عبرانی میں لفظ 'ملایت' درج ہے۔ سٹرونگ کے لغت میں اندراج 4402، 4390 کے تحت اس کے معنی بھرا ہوا ہونا آنکھوں کے خول میں نہایت خوبصورت نظر آنے والی بھری بھری آنکھیں درج کیے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے پورے فقرے کا مفہوم اس طرح بنتا ہے:

① السیرۃ لابن حبان ۱/۱۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس محبوب کی آنکھیں، چہرے اور پیشانی میں اتنے موزوں اور مناسب انداز میں جڑی ہوئی ہیں کہ وہ خوبصورت، بڑی بڑی، خوب بھری ہوئی، گداز، ابھری ہوئی اور پرکشش نظر آتی ہیں۔ اس کی آنکھوں میں محبت و مسرت کا جوش ہے۔ اس کی آنکھیں نشیلی سی ہیں اور ان میں سرخ ڈورے ہیں۔ اس کی آنکھیں نہ صرف پاکیزہ مہربان اور صاف ہیں، بلکہ ان میں نمی کی چمک ہے جو احساس ہمدردی اور محبت الٰہی کی آئینہ دار ہیں، یہ نہ اندر کو دھنسی ہوئی ہیں، نہ باہر نکلی ہوئی۔

حضرت پیر مہر علی صاحب اپنی پنجابی نعت میں اس کی نہایت خوبصورت عکاسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مُکھ چند بدر شاہ ثانی اے
متھے چمکدی لاٹ نورانی اے

کالی زُلف تے اکھ مستانی اے
مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں

اس گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ فقرہ محمد رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کی مکمل اور سچی تصویر پیش کرتا ہے۔ جس کی عکاسی حضرت سلیمان علیہ السلام نے محمد رسول اللہ ﷺ سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے کر دی تھی۔

فقرہ ۱۳ میں حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے محبوب کے رخساروں اور ہونٹوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اس کے رخسار پھولوں کے چمن اور بلسان کی ابھری ہوئی کیاریاں ہیں۔ اس کے ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مُر ٹپکتا ہے۔

KJV کے الفاظ میں:

He cheeks are like a bed of spices. Like banks of scented herbs. His lips are lilies, dripping liquid myrrh.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رخسار کے لیے عبرانی بائبل میں 'لحی' کا لفظ آیا ہے۔ سٹرونگ کے لغت میں اندراج 3895 کے تحت اس کے مادے کے معنی ہیں 'نرم ہونا' یا گداز ہونا۔ اس کے علاوہ نرم و گداز اور رخسار کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ عبرانی و آرامی لغت میں اس کے معنی ٹھوڑی، جبڑے کی ہڈی اور رخسار بتائے گئے ہیں۔ بلکہ اس نے عربی کے حوالے سے اس کے معنی ڈاڑھی بھی لکھے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا کہ رخسار کے لیے جو اصل عبرانی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے معنی نرم رخسار اور ڈاڑھی ہیں۔

اگلا اہم لفظ بیڈ (Bed) ہے جس کے لئے عبرانی بائبل میں 'عروجا' کا لفظ آیا ہے۔ سٹرونگ کے لغت میں اندراج 6170 کے تحت اس کے معنی ڈھیر یا تختہ بتائے گئے ہیں، تیسرا اہم لفظ Spices ہے جس کے لئے عبرانی میں 'بسم' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اسی لغت کے اندراج ۱۳۱۴ کے تحت اس کے معنی مصالحہ جات، بلسان کا پودا، خوشبو اور شیرینی ہیں۔ چوتھا لفظ 'Sweet' ہے۔ اس کے لئے عبرانی میں ''مرقہ'' کا لفظ آیا ہے۔ سٹرونگ کے لغت میں اندراج 4840 اور 7543 کے تحت اس کے معنی خوشبودار جھاڑی، شیریں اور خوشبو دیے گئے ہیں۔ اس طرح اس لفظ کے معنی ہوئے: عطر وغیرہ لگا کر خوشبو میں بسایا ہوا۔ عبارت کا آخری اہم لفظ 'flower' یعنی پھول ہے۔ عبرانی میں اس کے لیے مجدل کا لفظ آیا ہے جس کے معنی سٹرونگ کے لغت میں اندراج 4126 کے تحت برج، اہرام، منشور کی طرح اٹھتی ہوئی پھولوں کی کیاری ہیں۔ لغوی تحقیق کے نتیجے میں عبارت کے اس حصے کا مطلب یہ ہے:

اس کے ابھرے ہوئے پُر گوشت اور نرم و ملائم رخسار اور ان پر گھنی ڈاڑھی یوں لگتی ہے جیسے خوشبو کا ڈھیر ہو، جس کو عمدہ خوشبودار پھول والے عطریات میں بسایا گیا ہو۔ وہ چھوٹی چھوٹی خوشبو دار جھاڑیوں کے تختوں کے مانند ہیں اور خوشبودار پھولوں کے اہرام کی طرح ایک ڈھیر جیسے ہیں۔

یہ عبارت محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کی مکمل عکاسی کرتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ میں نے عنبر کستوری یا کسی اور چیز کو محمد رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ اچھا نہیں پایا اور نہ کوئی چیز آپؐ سے زیادہ نرم و ملائم چھوئی، خواہ وہ ریشم ہی ہو۔ ①

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جس راستے سے آپ گزر جاتے وہ اتنا خوشبودار ہو جاتا تھا کہ بعد میں آنے والا صاف پہچان جاتا تھا کہ آپؐ یہاں سے گزرے ہیں۔ ②

عتبہؓ بن فرقد سے طبرانی کی معجم صغیر میں روایت ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایک مرتبہ مجھے پتّی نکل آئی۔ میں نے آپؐ سے علاج کی درخواست کی۔ آپؐ نے مجھے متاثرہ جگہ سے قمیص ہٹانے کو کہا۔ میں اپنی قمیص ہٹا کے آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے دست مبارک آہستہ آہستہ میرے جسم پر پھیرا، اسی وجہ سے میرے پیٹ اور پشت سے بڑی شاندار خوشبو آنے لگی۔ ③

عبرانی الفاظ کی لغوی تحقیق اور احادیث سے محمد رسول اللہ ﷺ کے شمائل کو مدنظر رکھتے ہوئے آپؐ کے رخساروں کے اوصاف دو لفظوں میں سمیٹے جا سکتے ہیں۔ ملائمت اور خوشبو مندرجہ بالا تاریخی باتوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ان اوصاف کا ہو بہو اطلاق ہوتا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان اوصاف کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

فقرے کا دوسرا حصہ یہ ہے: اس کے ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مر ٹپکتا ہے۔ ہونٹ کے لئے عبرانی میں 'شفہ' کا لفظ آیا ہے۔

جس کے معنی سٹرونگ کی ڈکشنری میں گفتگو الفاظ اور بات چیت درج کیے گئے، اگلا اہم لفظ ''سوسن'' ہے، سٹرونگ کی ڈکشنری کے اندراج 7799 میں اس کے معنی ہیں چمک دار، خوش ہونا اور خوشیاں منانا۔

① صحیح مسلم رقم ۲۳۳۰ ② سنن دارمی کتاب المقدمہ باب فی حسن النبیؐ رقم ٦٦ ③ طبرانی صغیر رقم ۹۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگلا اہم لفظ "ٹپکنا" ہے اس کے لئے عبرانی میں "نطف" کا لفظ آیا ہے۔سٹرونگ کے لغت کے اندراج 5179 کے تحت اس کے معنی ہیں،قطروں کی صورت میں گرنا۔اس کے مجازی معنی الہام کے ذریعے کلام کرنا یا پیش گوئی کرنا ، بیان کیے گئے ہیں ۔آخری اہم لفظ "مر" ہے ۔ سٹرونگ کے اندراج 4753 کے تحت اس کے معنی ہیں کڑوا ہونا یا بنانا۔اصل عبرانی الفاظ کی لغوی تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے فقرے کے اس حصے کا مفہوم یہ بنتا ہے:

اس کے ہونٹ سوسن کے پھول کی طرح چمک دار اور خوب صورت ہیں ان سے جو پرمسرت مبارک اور روشن الفاظ برآمد ہوتے ہیں وہ سراسر الہام اور نبوت پر مبنی ہیں۔(یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے منہ سے عملاً روشنی سی نکلتی دکھائی دیتی تھی) ہندؓ بن ابی ہالہ بیان کرتے ہیں آپؐ کا منہ یاقوتوں بھرے بلبچے کی مانند تھا۔①

مواہب لدنیہ میں ابوقرصانہؓ کی والدہ اور خالہ کا بیان ہے: ہم نے آپؐ کے منہ سے ایک قسم کی روشنی نکلتی ہوئی دیکھی ہے۔②

سنن دارمی میں حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ آپؐ کے سامنے کے دانتوں کے درمیان تھوڑا تھوڑا سا فاصلہ تھا جس سے آپؐ کے دانتوں میں سے ایک قسم کی روشنی کی شعاعیں نکلتی تھیں۔③

"محسن انسانیت" میں حضرت انسؓ کی ایک روایت مذکور ہے کہ جب آپؐ کلام فرماتے تو ایک قسم کی روشنی نکلتی دکھائی دیتی تھی۔ترمذی میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کی گفتگو میں تیزی نہیں ہوتی تھی بلکہ آپ آہستہ آہستہ گفتگو فرماتے تھے اور الفاظ اس طرح الگ الگ ادا کرتے کہ پاس بیٹھنے والا بآسانی زبانی یاد کرسکتا تھا۔④

①Dr.m. Hamidullah, Muhammad Rasulullah in the journal 'Naqush' Lahore, Rasul Number, 1982,2:524.

② مواہب لدنیہ ۲۵۵/۱ ③ سنن دارمی المقدمہ باب، فی حسن النبیؐ رقم ۵۸ ④ صحیح سنن ترمذی رقم ۳۶۳۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس گفتگو سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پیش گوئی کا یہ حصہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات پر صادق آتا ہے۔

پیشین گوئی کے فقرہ نمبر ۱۴ میں بیان کیا گیا ہے اس کے ہاتھ زبرجد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں۔اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے جس پر نیلم کے پھول بنے ہیں۔

فقرے کا پہلا حصہ ہے: اس کے ہاتھ زبرجد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں۔ہاتھ کے لئے عبرانی میں 'ید' کا لفظ آیا ہے۔جس کے معنی ہیں کھلا ہوا ہاتھ۔جو طاقت، اقتدار اور وسائل پر دلالت کرتا ہے جبکہ بند ہاتھ کے لئے عبرانی میں 'کف' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ کھلے اور پھیلے ہوئے ہاتھ قوت، اقتدار اور سخاوت کی علامت ہوتے ہیں۔

فقرے کے اس حصے کا اگلا اہم لفظ 'سونا' ہے جس کے لئے عبرانی میں 'فاز، یا، فیض' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔سٹرونگ کے لغت کے اندراج 6337 کے تحت اس کے معنی ہیں دریا، ندی، خالص۔اسی مناسبت سے اعلیٰ درجے کے خالص سونے کو بھی 'فاز' کہتے ہیں۔'حلقے' کے لیے عبرانی میں 'جلیل' کا لفظ آیا ہے۔اصل عبرانی الفاظ کے مفہوم و معنی کے پیش نظر اس فقرے کا ترجمہ یہ ہوگا۔

مجازاً اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ اس کے ذہن، قوت، اقتدار اور سخاوت کی علامت ہیں۔عملی اور ظاہری طور پر وہ صاف، چمکدار، نرم و ملائم اور سونے کی طرح قیمتی ہیں۔اس کی انگلی میں ایک انگوٹھی ہوتی ہے۔جس میں بڑی خوبصورتی سے ایک نگینہ جڑا ہوا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں کے اوصاف تاریخ میں کہیں محفوظ نہیں لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں نے آپؐ کے ہاتھوں تک کے خدوخال کی تفصیلات بیان کر کے تاریخ کے اوراق کو قیمتی بنانے میں ذرا سی بھی کوتاہی نہیں فرمائی۔ہندؓ بن ابی ہالہ کہتے ہیں: آپؐ کی کلائیاں لمبی، ہتھیلیاں بڑی اور انگلیاں مناسب حد تک دراز تھیں۔ ①

① محسن انسانیت، از نعیم صدیقی، ص ۸۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں نے کبھی کوئی ایسا باریک یا موٹا ریشم نہیں چھوا، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو۔"①

یہی بات حضرت یزید رضی اللہ عنہ بن اسود نے مسند احمد میں اور ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے بخاری میں بیان کی ہے۔②

جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کی قوت کا تعلق ہے تو یہ آپ کی جسمانی قوت اور آپ کے اقتدار دونوں کی دلالت کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی جناب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر بطور علامت رکھنے کے لئے پتھر منگوایا لیکن وہ اٹھایا نہ جا سکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس پتھر کو اٹھا کر قبر پر رکھ دیا۔③

اسی طرح خندق کھودتے ہوئے ایک بڑا مضبوط پتھر سامنے آ گیا جو صحابہ سے ٹوٹ نہیں رہا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لے کر ایک ہی ضرب میں اسے توڑ ڈالا۔④

جسمانی قوت کے علاوہ جہاں تک آپ کے اقتدار کا تعلق ہے تو یہ بڑی روشن حقیقت ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کا آغاز ایک یتیم اور بے سہارا شخص کی حیثیت سے کیا، لیکن جب آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو نہ صرف پورے جزیرہ نما عرب پر آپ کا اقتدار قائم ہو چکا تھا بلکہ اس کی حدود سے باہر بھی ہر طرف اسلامی فتوحات کا دائرہ پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ منٹگمری واٹ لکھتا ہے:

دوسری بات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت ہے۔ قرآن مجید میں پایا جانے والا نظریاتی ڈھانچہ محض ایک خاکہ تھا، اس خاکے میں ٹھوس پالیسیوں کی تعمیر اور مستقل اداروں کو سہارا دینا ضروری تھا۔ اس کتاب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دور بینی، سیاسی اور عسکری حکمت عملی اور ان کی

① صحیح مسلم حدیث 2330۔ ② منتقی الاخبار، جلد اول، ص ۴۴۰ تا ۴۴۱۔ ③ صحیح ابوداؤد رقم ۳۲۰۶
④ صحیح بخاری رقم ۴۱۰۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاشرتی اصلاحات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی چھوٹی سی ریاست کا پھیل کر ایک عالمی سلطنت بن جانا۔ آپ ﷺ کے معاشرتی اداروں کا مختلف ماحول میں ڈھل جانا اور ان کا 13 صدیوں تک لگا تار جاری رہنا ایسے معاملات ہیں جن سے آپ ﷺ کی دانش ظاہر ہوتی ہے۔ جتنا، جتنا کوئی شخص محمد ﷺ کی شخصیت اور ابتدائی اسلام پر غور کرتا ہے اتنا، اتنا ہی ان کی عظیم کامرانیوں کی وُسعتوں پر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ اگر آپ ﷺ ایک مردم شناس پیش بین ایک ماہر سیاستدان اور ایک ماہر منتظم کی صلاحیتوں سے مالا مال نہ ہوتے اور ان سب باتوں کے پیچھے آپ ﷺ کا خدا پر توکل اور یہ مضبوط ایمان نہ ہوتا کہ آپ ﷺ کو خداوند تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے تو تاریخ انسانی کا یہ عظیم اور شاندار باب کبھی نہ لکھا جا سکتا۔ (1)

پھیلے ہوئے ہاتھوں کی تیسری دلالت سخاوت ہے۔ یہ ایک ایسی مشہور زمانہ درخشاں حقیقت ہے جس کے لئے کوئی مثال دینا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ مختصر یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ بے انتہا سخی اور ایثار کرنے والے تھے، آپ ﷺ نے کبھی کسی کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیا۔ اس کی مثالوں سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں یہاں چند ایک پیش خدمت ہیں:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپ نے ان کو عطا کر دیا، انہوں نے پھر سوال کیا، پس آپ نے ان کو پھر عطا کر دیا حتیٰ کہ جو آپ کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا پھر آپ نے کہا میرے پاس جو بھی خیر ہوتی ہے میں نے اس کو ذخیرہ نہیں کیا اور جو اس سے بچے اللہ اس کو بچائے گا۔ اور جو مستغنی ہو گا اللہ اسے غنی کر دے گا۔ (2)

سفیان بن عیینہ، ابن المنقدر سے بیان کرتے ہیں انہوں نے جابر بن عبداللہ سے سنا کہ اللہ کے نبی ﷺ سے جب بھی کسی بھی چیز کا سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے انکار نہیں کیا۔ (3)

---

(1) محمد ایٹ مدینہ ص ۳۳۴، ۳۳۵ (2) موطا امام مالک رقم ۱۸۸۰ (3) صحیح مسلم رقم ۲۳۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے بڑھ کر سخی تھے اور وہ رمضان میں بہت سخاوت کرتے تھے جب آپ سے جبرائیل علیہ السلام ملتے اور وہ آپؐ سے رمضان میں ہر رات ملتے تھے اور ان کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیز آندھی سے بھی زیادہ سخاوت کرنے والے تھے۔ (1)

یہ جو کہا گیا ہے کہ اس کے ہاتھ زبرجد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں تو حضرت ابن عمرؓ سے شمائل ترمذی میں روایت ہے کہ آپؐ نے سونے کی ایک انگوٹھی لی جسے آپؐ دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔ دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں پہننی شروع کر دیں (جب اللہ کی طرف سے مرد کے لئے سونا پہننا حرام قرار پایا تو) آپؐ نے انگوٹھی اتار دی اور صحابہ کرام نے بھی آپؐ کی اتباع میں اپنی انگوٹھیاں اتار دیں۔ (2)

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں ایک انگوٹھی چاندی کی ہوتی تھی۔ اس میں ایک حبشی پتھر جڑا ہوا تھا۔ (3) جبکہ حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں کی کسی انگلی پر انگوٹھی کی موجودگی کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اب صرف ایک فقرے پر گفتگو رہ گئی ہے کہ اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے جس پر نیلم کے پھول بنے ہیں۔ پہلے ہم اس جملے کے چند اہم عبرانی الفاظ کے سٹرونگ کی ڈکشنری سے معنی متعین کرتے ہیں۔ (جو الفاظ بجائے خود واضح ہیں ان کی لغوی تحقیق کی چنداں ضرورت نہیں) پیٹ کے لیے عبرانی لفظ 'معا' استعمال ہوا ہے جس کے معنی انتڑیاں، پیٹ اور نرم و ملائم ہونا، بیان کئے گئے ہیں۔ کنگ جیمز ورژن میں آ گے، چمک دار، کا لفظ بھی ہے جس کے لیے عبرانی لفظ 'عشات' ہے۔ اس کے معنی چمک دار ہونا، پالش کرنا، غور و فکر سے دریافت کرنا، چمکنا اور سوچنا، ہے۔ ان الفاظ و معانی کی روشنی میں فقرہ کے اس حصے کا مطلب یہ ہے۔

(1) صحیح بخاری رقم ٦ (2) صحیح بخاری رقم ٥٣٩٨ (3) صحیح مسلم رقم ٢٠٩٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا پیٹ نرم اور چمک دار ہے۔ یہ ہاتھی دانت کی طرح چمکیلا سفید ہے۔ اس پر سبزی مائل نیلگوں، بھورے بال ہیں جو کسی سفید چمک دار اور ملائم سطح پر نیلم کے نگینوں کی طرح ہیں۔

ان الفاظ میں محمد ﷺ کے جسم اطہر کے متعلقہ حصوں کی ہو بہو تصویر پیش کی گئی ہے۔ پلپٹ کی تفسیر میں انہی معنوں کی عکاسی کی گئی ہے۔ لیکن ان کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کرنے کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شمائل متعدد احادیث میں بڑی وضاحت سے صاف صاف درج ہیں۔

حضرت ابوطفیل بیان کرتے ہیں: آپؐ کی رنگت سفید اور چہرہ پر کشش تھا۔ ①

حضرت علی فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ اجرد تھے یعنی آپؐ کے سینہ مبارک اور پیٹ پر بال نہیں تھے بلکہ آپؐ 'ذوالمسربۃ' تھے یعنی آپؐ کے سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک پتلی سی لکیر تھی۔ ②

الرحیق المختوم میں خلاصۃ السیر کے حوالے سے درج ہے:

محمد رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر تھی۔ اس کے علاوہ آپؐ کے سینہ مبارک اور پیٹ پر کوئی بال نہ تھا۔ آپؐ کا سینہ مبارک اور پیٹ بالکل ہموار تھے۔ ③

یہ الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے محبوب وممدوح کون ہیں۔ ان الفاظ کا مدلل طور پر اپنے کامل معنوں کے ساتھ صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی پر اطلاق ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں بنتا۔

فقرہ نمبر ۱۵ کی پیش گوئی میں بیان کیا گیا ہے: اس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگ مرمر کے ستون ہیں، وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشک سرو ہے۔

① صحیح مسلم رقم ۲۳۴۰ ② سنن ترمذی رقم ۳۶۳۸ ③ الرحیق المختوم ص ۷۶۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس فقرے میں دو بالکل الگ الگ باتیں بتائی گئی ہیں۔ پہلی بات محبوب کی ٹانگوں کے بارے میں اور دوسیری بات اس کے پیکر اور سراپے کے بارے میں بتائی گئی ہے۔ ہندؓ بن ابی ہالہ سے شمائل ترمذی میں روایت ہے:

آپ ﷺ کے پاؤں کا درمیانی حصہ پرُ گوشت اور ابھرا ہوا تھا۔ پاؤں کے تلوے قوس کی مانند تھے۔ آپؐ کے پیر نرم و ملائم تھے۔ ان کی صفائی اور ملائمت کی وجہ سے پانی کے قطرے ان پر ٹکتے نہ تھے۔ چلتے تو مضبوطی سے قدم اٹھاتے، ذرا سا آگے کو جھکے ہوئے قدم پوری طرح جما کر احتیاط اور نرمی سے زمین پر رکھتے۔ تکبر سے نہ چلتے قدم ذرا تیز لمبے اور نپے تلے ہوتے۔ چلتے تو یوں لگتا جیسے نشیب کی طرف اتر رہے ہیں۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپؐ اتنے اجلے خوبصورت اور سفید تھے جیسے آپ کا بدن چاندی میں ڈھلا ہوا ہو۔ ①

سفید رنگ کی عام طور پر چاندی اور سنگ مرمر سے مماثلت بیان کی جاتی ہے۔ یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے محبوب کی ٹانگوں کو جو سنگ مرمر سے تشبیہ دے رہے ہیں تو یہ دراصل محمد رسول اللہ ﷺ کی ہو بہو عکاسی ہے۔ ویسے سنگ مرمر مضبوطی کی بھی علامت ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی ٹانگوں کی اندرونی مضبوطی اور بیرونی حسن کی عکاسی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ یوں تیز تیز چلتے تھے جیسے زمین آپؐ کے لیے لپٹتی جا رہی ہو، آپؐ (کی تیز رفتاری) کا ساتھ دینے کے لیے ہم کو محنت سے تیز چلنا پڑتا تھا لیکن آپؐ پر تھکاوٹ کا کوئی اثر نظر نہیں آتا تھا۔ ②

جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی دونوں پنڈلیاں پتلی تھیں۔ ③

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں بھاری اور بڑے بڑے تھے۔ ④

---

① شمائل ترمذی ② سنن ترمذی رقم ۳۶۴۸ ③ سنن ترمذی رقم ۳۶۴۵ ④ صحیح بخاری رقم ۵۹۰۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب ان الفاظ واحادیث کی تصویر کھینچیں تو اس طرح بنتی ہے۔

پنڈلیاں چاندی اور سنگ مرمر کی طرح گوری گوری پتلی ہونے کی وجہ سے اوپر سے نیچے تک یکساں موٹائی، ان کی قوت سنگ مرمر کی قوت وصلابت کی آئینہ دار، پاؤں بالکل کندن کے پائے، موٹے، بھرے بھرے، سنہری رنگ، نرم وملائم اتنے کہ ان پر بوند بھی ٹھہر نہ پائے جیسے سونے پر پانی کے قطرے نہیں ٹھہرتے۔ پنڈلیاں کھلی نہ رکھتے تھے اس لئے گوری سفید تھیں۔ پاؤں میں ایک طرح کے کھڑاؤں پہنتے تھے جو پاؤں کو ڈھک نہیں سکتے تھے۔ ظاہر ہے جسم کے جو حصے ننگے ہوتے ہیں ان کا رنگ سنہری اور سانولا ہوتا ہے، اس طرح آپ ﷺ کے پاؤں اور پنڈلیاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے الفاظ ''اس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگ مرمر کے ستون ہیں'' کی مکمل عکاسی کرتی ہیں۔

فقرے کا دوسرا حصہ ہے وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشک سرو ہے۔ اس پر بھی مسیحی علما نے خوب طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن ہم یہاں صرف اُم معبدؓ کے بعض الفاظ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ مستدرک حاکم میں حضرت اُم معبدؓ کا آپ ﷺ کی ہجرت مدینہ کے حوالے سے بیان ہے:

میں نے ایک آدمی دیکھا چمک دار رنگ، روشن چہرہ، دلکش ڈیل ڈول، دراز گردن، سیاہ سفید آنکھیں، خاموش ہو تو باوقار سنجیدہ اور صاحب تمکنت، بولے تو دل اس کی طرف کھنچے اور وہ سب پر چھا جائے۔ دور سے دیکھو تو روشن اور حسین، قریب ہو تو دلکش اور شیریں۔ (یہ تشبیہ کوہ لبنان کی خوبصورت وادیوں اور برف پوش چوٹیوں کی عکاسی کرتی ہے) گفتار شیریں الفاظ واضح دوٹوک اور غیر مبہم، نہ اتنا اختصار کہ مفہوم پورا نہ ادا ہو پائے، نہ اتنی لفاظی کہ بات الجھ کر رہ جائے۔ انداز کلام اتنا حسین کہ جیسے سلک مروارید سے موتیوں کے دانے ایک ایک کر کے گر رہے ہوں۔ دو شاخوں کے درمیان ایک ایسی شاخ جو سب سے زیادہ خوش منظر، سرسبز و شاداب اور تروتازہ ہو۔ وہ حکم دے تو ساتھی اطاعت کو لپکیں، نہ تندخو اور ناشائستہ، نہ مہمل اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے سروپا، نہ معقولیت کی حدود سے تجاوز کرنے والا۔ (1)

اس جملے کی دوسری تشبیہ ہے رشک سرو اس کے لئے انگریزی میں Excellent as cedars کے الفاظ ہیں۔ Cedars دیودار کے درخت کو کہتے ہیں اس کا خوبصورت رنگ اس کی ریشم جیسی ملائمت اور نرمی، اس کے ریشوں کی بناوٹ کا حسن، اس کی مضبوطی اور پائیداری، اس کا دیمک اور بوسیدگی سے محفوظ ہونا، اس کی دائمی ہلکی ہلکی اور شیریں مہک، اس کی جڑوں کی زمین میں مضبوط گرفت، اس کی لمبی عمر، اس کی شاخوں کا وسیع پھیلاؤ، اس کی تسکین بخش چھاؤں اور بلند و بالا قامت اسے اور اس کی لکڑی کو قدر و قیمت اور خصوصیات میں بے مثال بنا دیتی ہیں۔

لغوی تحقیق کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اسے ان الفاظ کا جامہ پہنا سکتے ہیں:

قبیلہ قیدار کا یہ عظیم الشان چیدہ اور ممتاز شخص اور اس کی زبان سے ادا ہونے والا اللہ تعالیٰ کا موثر نا قابل تسخیر اور شیریں کلام، نفع بخش فیض عام کا سرچشمہ اور دیودار کے درخت کی طرح مجسم حسن وخوبی ہے۔ وہ اتنا باوقار اور پیارا اور آنکھ کا تارا ہے جیسے خوشبو میں بسی ہوئی خوش منظر مضبوط توانا نرم و ملائم دیودار کی لکڑی ہوتی ہے۔ اس کی جڑ (یعنی اس کے پاؤں) کی گرفت مضبوط ہے۔ اس کی شاخیں (یعنی اس کی تعلیمات کی تاثیر اور اثر آفرینی) دور و نزدیک پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ بے انتہا دل نواز، دلکش اور چاہت کا مرکز ہے۔

یہاں پندرھواں فقرہ ختم ہوتا ہے۔ اب ہم اس عبارت کے آخری یعنی سولھویں فقرے پر گفتگو کرتے ہیں۔ بائبل کا یہ فقرہ اس پیش گوئی کی اہم ترین عبارت ہے۔

اس کا منہ از بس شیریں ہے، ہاں! وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو! یہ ہے میرا محبوب، یہ ہے میرا پیار۔

(1) مستدرک حاکم رقم ۴۲۷۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقرے کا پہلا جملہ اس کا منہ ازبس شیریں ہے۔بائبل کے قریب قریب تمام مفسرین نے لفظ منہ سے کلام مرادلیا ہے۔خود بائبل میں بھی متعدد مقامات پر منہ یا ہونٹ الفاظ کے مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں مثلاً امثال ،۱۶:۲۱، زبور۴۵:۲، گنتی ۳۵:۳۰، ۲۔ سموئیل،۱:۱۶، ۱۔ سلاطین۱۲:۲۱۔ ویسے بھی جملے کے الفاظ ''اس کا منہ ازبس شیریں ہے''، میں لفظ ''شیریں''، صاف بتا رہا ہے کہ یہاں صرف منہ کا شیریں ہونا ایک بے معنی سی بات ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہمیں دو قسم کا کلام ملا ہے۔ایک تو کتاب اللہ یعنی قرآن حکیم ہے اور دوسرے اسلامی تہذیب و شریعت سے متعلق آپ ؐ کے ارشادات ہیں جو احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔جہاں تک احادیث میں بیان کردہ آپ ؐ کے بیانات کا تعلق ہے تو ان کے حسن و تاثیر کا یہ حال ہے کہ آج بھی انسان انہیں پڑھ کر جھوم جھوم اٹھتا ہے اور جہاں تک ان میں بیان کردہ تعلیمات اور ہدایات کی وسعت و افادیت کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں بلا خوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ وہ علم انسانی کا انتہائی بیش قیمت اور بے مثال سرمایہ ہیں۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اخلاقیات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ (1)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (2)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پچھاڑنے والا بہادر نہیں ہے، بہادر تو وہ ہے جو غصے میں اپنے نفس کو کنٹرول کرے۔ (3)

ابو شریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم ایمان والا نہیں ہوسکتا ،اللہ کی قسم ایمان والا نہیں ہوسکتا، اللہ کی قسم ایمان والا نہیں ہوسکتا۔پوچھا گیا اللہ کے نبی کون؟ آپ نے فرمایا: وہ جس سے اس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔ (4)

(1) سنن بیہقی رقم ۲۰۵۷۱ (2) صحیح مسلم رقم ۴۵ (3) صحیح بخاری رقم ۵۷۶۳ (4) صحیح بخاری رقم ۵۶۷۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندے کے اسلام کے اچھے ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔ ①

جہاں تک قرآن حکیم کا تعلق ہے تو یہ حقیقت پوری دنیا نے تسلیم کی ہے کہ وہ ایک بے مثال کلام ہے جو اپنے الفاظ اپنے مضامین اپنی آواز اپنے انداز اور اپنی تاثیر کے لحاظ سے ایک عظیم معجزہ ہے۔

آیت کا اگلا عبرانی جملہ ''وَ کُلُّو محمدیم''۔(ـــــ) اردو بائبل میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ عشق انگیز کے لئے انگریزی تراجم میں 'Lovely' یا 'Desirable' وغیرہ کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔ اصل عبرانی بائبل میں آج بھی اس کے لیے محمدیم کا لفظ موجود ہے۔ عبرانی عبارت، ''وَ کُلُّو محمدیم'' (جسے عربی میں، ھو کُلُّهٗ، محمد عظیم، کہہ سکتے ہیں) کے معنی ہیں ''وہ سراپا محمد عظیم ہے''۔ اس سلسلے میں چند باتیں توجہ طلب ہیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ عبرانی بائبل میں یہ واحد مقام ہے جہاں 'محمدیم' کا لفظ استعمال ہوا ہے بائبل میں کسی اور جگہ 'محمدیم' کا لفظ نہیں آیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ عبرانی لفظ، محمدیم' چھ حروف (م، ح،م، د، ی،م) پر مشتمل ہے۔ آخری دو حروف، (ی،م) جمع کی علامت ہیں۔ جمع کا یہ صیغہ تعداد کی کثرت کے لیے نہیں، بلکہ عظمت و تکریم کے لیے آیا ہے۔ موقع محل کی مناسبت سے اس کی ایک نہایت عمدہ مثال لفظ 'ایلوہیم' ہے جو عبرانی بائبل میں اللہ تعالیٰ کے نام کے لیے آتا ہے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ یہودی ایک توحید پرست قوم ہیں، ان کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر غیر متزلزل ایمان ہے۔ غور طلب بات ہے کہ اس لفظ کا واحد کا صیغہ 'الوہہ' بھی موجود ہے جو بکثرت استعمال بھی ہوتا ہے۔ لیکن بائبل میں بالعموم اس کا جمع کا صیغہ یعنی 'ایلوہیم' ہی جمع تعظیمی کے طور پر مستعمل ہے۔

① سنن ترمذی رقم ۲۳۱۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمع تعظیمی کی محض یہی ایک مثال نہیں۔ بائبل میں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں جن میں خداتعالیٰ کے علاوہ بھی جمع تعظیم کا یہ لاحقہ استعمال کیا گیا ہے، مثلاً موسیٰ علیہ السلام جو فرد واحد ہیں کو ''ایلوہیم'' کہہ کہ پکارا گیا۔ (خروج۔ 2:7)۔ یعقوب علیہ السلام سے جس نے ساری رات کشتی کی بقول مسیحیوں کے وہ فرشتہ تھا حالانکہ اسے خدا بتایا گیا ہے لیکن اس کے لیے بھی یہی جمع کا صیغہ آیا ہے۔ (پیدائش 3:32) اسی فقرے میں ''اس کا منہ ازبس شیریں ہے'' کے جملے میں ازبس شیریں یا بہت ہی شیریں کے لئے عبرانی بائبل میں ''ممتقیم'' کا لفظ آیا ہے۔ جو ''ممتق کی جمع ہے۔ اور جس کے معنی ہیں شیرینیاں جو کہ شیریں کی جمع ہے۔ بائبل کے انگریزی مترجمین نے اس کے لیے (Most Sweet) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس طرح یہاں یہ جمع کا صیغہ صفت شیریں کی عظمت کا آئینہ دار ہے نہ کہ کثرت تعداد کا۔ یہ اس بات کی دلالت کرر ہا ہے کہ اس کے الفاظ میں ہر طرح کی شیرینی اور خوبصورتی انتہائی کامل صورت میں موجود ہے۔ بائبل میں بعض مقامات کے نام مثلاً جیریزیم، اور مصریم وغیرہ بھی اسی کی مثالیں ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان مقامات پر الفاظ ہر چند تعظیمی استعمال ہوئے ہیں لیکن ان کے لئے افعال وضمائر واحد کے صیغے میں لکھے گئے ہیں۔ زیر بحث جملے میں بھی یہی صورت حال ہے۔ یہاں ''وہ سراپا عشق انگیز ہیں'' کے الفاظ نہیں آئے بلکہ ''وہ سراپا عشق انگیز ہے'' کے الفاظ درج ہیں۔ جس کے اصل عبرانی الفاظ کے معنی ہیں وہ سراپا محمد عظیم ہے۔ محمد مصطفیٰ ہے۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے احترام ومحبت کا اظہار ہے کہ وہ آپؐ کے لئے جمع تعظیمی استعمال کرتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہر چند سٹرونگ کے لغت اندراج ۲۵۳۰ کے تحت اس کا مادہ حمد ہے۔ جس کے لفظی معنی تحسین ومحبت کا مرکز ومورد بنتے ہیں، لیکن یہاں یہ لفظ اسم معرفہ کے طور پر استعمال ہوا ہے، بائبل میں یہ کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ وہاں متعدد اسمائے معرفہ بامعنی الفاظ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں۔ سیاق وسباق اور محل وقوع ہی سے اس بات کا تعین کیا جاسکتا ہے کہ کسی خاص مقام پر یہ لفظ اسم معرفہ کے طور پر استعمال ہورہا ہے یا ایک عام بامعنی لفظ کے طور پر۔

زیر مطالعہ عبارت میں حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے محبوب کی صفات بیان کرتے ہیں کہ وہ حسین وجمیل ہے، وہ قوت وشوکت والا ہے، دس ہزار پاک باز صحابہؓ کی قیادت کرتے ہوئے اس کے ہاتھوں مکے کی پرامن اور تاریخ ساز یگانہ فتح کا عظیم الشان کارنامہ انجام پایا ہے۔ اس میں یہ صفات پائی جاتی ہیں: وہ ملک عرب کا باشندہ ہے، اس کا کلام ازبس شیریں ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ صفات سننے والا فطری طور پر یہ چاہے گا کہ شخص مذکور کی خصوصی شناخت معلوم کرے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام اسے بتاتے ہیں، وہ سرتاسر اور ہر لحاظ سے محمد عظیم ہی ہیں جن کے متعلق میں پہلے ہی بیان کرچکا ہوں کہ وہ ملک عرب کے باشندے ہیں اور اپنے جداعلیٰ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

چوتھی بات یہ کہ معنوی لحاظ سے بھی محمد رسول اللہ ﷺ سراسر محمد یعنی قابل حمد وستائش ہیں۔ پانچویں بات یہ ہے کہ بعض مسیحی مفسرین بائبل ''وہ سراپا عشق انگیز ہے'' کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کرتے ہیں۔ مثلاً تفسیر پلپٹ، صفحہ ۱۳۳۔ لیکن یہ سراسر بے بنیاد دعویٰ ہے جبکہ انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بولے ہوئے الفاظ ''وَکُلُّو محمدیم'' سے مراد صرف یہی ہوسکتا ہے کہ وہ میرا ممدوح ومحبوب بعینہٖ محمد عظیم ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی ذی شعور اور مصنف مزاج قاری اس کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی پر کرے گا۔ مزید براں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کھل کر اپنے ممدوح ومحبوب کے اوصاف بھی بڑی وضاحت سے بیان کیے ہیں جن میں سے کسی کا بھی اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں ہوتا، جبکہ یہ تمام اوصاف محمد رسول اللہ ﷺ پر ہوبہو پورے اترتے ہیں۔ چھٹی اور بڑی اہم بات یہ ہے کہ اگرچہ صیغہ جمع میں لفظ 'محمدیم' پوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بائبل میں صرف اسی ایک جگہ پر آیا ہے، تاہم اس ایک مقام کو چھوڑ کر صیغہ واحد میں یہ لفظ بائبل میں نو دیگر مقامات پر بھی استعمال ہوا ہے، ان تمام نو مقامات پر نہ تو صیغہ جمع میں مستعمل ہوا اور نہ اسم معرفہ پر دلالت کرتا ہے، بلکہ اسم یا صفت کے معنی دیتا ہے۔ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ ان عبرانی الفاظ کو English to Hebrew ڈکشنری میں نیٹ پر رکھیں تو جواب میں محمد MUHAMMAD کے سپیلنگ ہی آتے ہیں۔ یوٹیوب پر اس کی ویڈیو موجود ہے۔

فقرے کا اگلا جملہ یہ ہے ''میرا محبوب میرا پیارا ہے''۔ محبوب کے لیے عبرانی بائبل میں لفظ 'دوڈ' درج ہے جس کے معنی ہیں محبوب اور پیارا چچا۔ اس کے بارے میں ہم شروع میں وضاحت کر چکے ہیں یہ لفظ واضح کر دیتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام یہاں اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام کے کسی فرد کا ذکر کر رہے ہیں۔ جس سے وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ میرا یہ محبوب میرے لئے کوئی اجنبی شخص نہیں بلکہ یہ تو میرے ابوالآبا (یعنی اسحٰق علیہ السلام) کے بھائی یعنی حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے ہیں۔ اگر وہ کسی غیر رشتہ دار محبوب کا ذکر کرنا چاہتے تو انہیں اس مفہوم کے لیے عبرانی میں پایا جانے والا موزوں لفظ 'احاب' استعمال کرنا چاہیے تھا۔ پھر اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ محبوب ان کی اپنی نسل یعنی یہود سے ہوتا تو اس کے لیے عبرانی میں الگ سے ایک موزوں لفظ (یدید) موجود ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک شاعر ،ادیب اور دانشور کی حیثیت سے مشہور تھے۔ الفاظ کا موزوں استعمال ان کا نمایاں وصف تھا۔ ان پر لازم تھا کہ اگر وہ اپنے کسی ایسے محبوب کا ذکر کرنا چاہتے جو ان کی اپنی نسل یعنی یہود سے تعلق رکھتا ہوتا تو اس کے لئے عبرانی لفظ 'دوڈ' نہیں بلکہ عبرانی لفظ 'یدید' استعمال کرتے۔ اس جملے کا آخری لفظ پیارا (عبرانی۔ ر+ ی+ ع= ریع، یار+ا+ع= راع) تو اس پیش گوئی کی محمد رسول اللہ ﷺ پر اطلاق کی مکمل تصدیق کر دیتا ہے۔ سٹرونگ نے اندراج ۷۴۵۳، ۷۴۶۲ کے تحت اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک شریک کاروبار، رفیق شخص، چاہنے والا پڑوسی، چرواہا، اجنبی یا پردیسی۔

جبکہ رچرڈسن کی عبرانی اور آرامی لغت (Lexicon) میں اس کے معنی ہیں:

ساتھی، شریک کار، پڑوسی، کسی کا ہم پیشہ، مشترکہ سرحد والا پڑوسی، اجنبی یا پردیسی۔

اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی اس پیش گوئی کو مزید اُجاگر کر دیتے ہیں۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ ان کا یہ دوست کس نوعیت کا ہے:

ا۔ ان کا رفیق کار ساتھی اور ہم پیشہ (محمد یم) انہی کی مانند ایک رسول، ایک نبی اور ایک بادشاہ ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیاوی اصطلاح میں کبھی بادشاہ نہیں رہے بلکہ طرفہ تماشا یہ ہے کہ ان کے ماننے والے تو ان کو رسول یا نبی بھی نہیں مانتے، بلکہ (معاذ اللہ) ابن اللہ اور خدا قرار دیتے ہیں۔ اس طرح ان الفاظ کا ان پر اطلاق بالکل خارج از بحث ہے۔

۲۔ ان کا یہ محبوب (محمد یم) حضرت سلیمان علیہ السلام کے اپنے ملک کنعان سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ وہ ایک ایسے پڑوسی ملک یعنی ملک عرب کا باشندہ ہے جس کی سرحدیں ان کی اپنی سرحد کے ساتھ مشترک ہیں۔ یہ ایک ایسی زمینی حقیقت ہے کہ معمولی علم و بصیرت والا کوئی بھی شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہم وطن تھے اور ان پر لفظ ''ہمسایہ'' کا اطلاق خارج از بحث ہے۔

۳۔ ان کا یہ محبوب (محمد یم) نبوت میں ان کا ہم منصب ہے۔

۴۔ ان کا یہ محبوب (محمد یم) ایک لحاظ سے اجنبی ہے کیونکہ وہ اولادِ اسمٰعیلؑ سے تعلق رکھتا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سراسر ان کے اپنے قبیلے کے اسرائیلی تھے اور ان پر اجنبی یا پردیسی کا وصف کسی طرح لاگو نہیں ہوتا تھا۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام یہاں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر کرنا چاہتے تو انہیں 'یدید' کا لفظ استعمال کرنا چاہیے تھا۔ یعنی بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والا ایک محبوب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد ﷺ اور عہد جدید

اسلامی نظریہ کے مطابق جناب مسیح علیہ السلام پر انجیل نامی کتاب نازل ہوئی تھی لیکن اس کا وجود اس وقت دنیا میں ناپید ہے جبکہ مسیحیوں کے بقول جناب مسیح علیہ السلام پر ایسی کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی بلکہ ان کے صعود کے بعد 48ء تا 110ء کے مابین موجودہ اناجیل اربعہ تحریر کی گئیں جنہیں انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا اور انجیل یوحنا کا نام دیا گیا۔

عہد جدید کی بقیہ 23 کتب ان کے علاوہ ہیں، ان 27 کتب کا مجموعہ مسیحیوں کے ہاں معتبر گردانا جاتا ہے۔ آئیں دیکھیں کیا اس میں کسی جگہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں پیش گوئی پائی جاتی ہے یا نہیں؟

تفصیل میں جانے سے قبل یہ بھی بتاتا چلوں کہ گو اصل انجیل مفقود ہے لیکن اس کی کچھ نہ کچھ تعلیمات آج کی موجودہ انجیلوں میں پائی جاتی ہیں کیونکہ یہ ان سنی سنائی روایات کا مجموعہ ہیں جو ان میں سینہ بہ سینہ چلی آئیں، ظاہر ہے اس طرح کی باتوں کو سو فیصد یقینی تو نہیں کہا جا سکتا لیکن ہر ہر بات کی نفی بھی نہیں ہو سکتی۔

جناب مسیح علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی نافرمانی اور قانون شکنی کی وجہ سے کہہ دیا تھا کہ تم سے اللہ کی بادشاہی لے کر دوسروں کو دے دی جائے گی، چنانچہ لکھا ہے:

"ایک اور تمثیل سنو۔ ایک گھر کا مالک تھا جس نے تاکستان لگایا اور اس کے چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دیکر پردیس چلا گیا اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلوں سے زیادہ تھے اور انہوں نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپس میں کہا یہی وارث ہے آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں اور اسے پکڑ کر تاکستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا پس جب تاکستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا۔ انہوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بری طرح ہلاک کرے گا اور تاکستان کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دیں۔ یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے، اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے، دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔“ (1)

اس کے بعد دنیا نے دیکھا کہ بنی اسرائیل سے اللہ کی بادشاہی لے کر بنی اسماعیل کو دے دی گئی اور محمد ﷺ کو کونے کے سرے کا پتھر بنا دیا گیا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام مستقبل کے حوالے سے گفتگو کر رہے ہیں لہٰذا وہ پتھر بذات خود تو ہو نہیں سکتے، وہ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ خدا کی بادشاہی دوسری قوم کو ملے گی۔ تو یہ دوسری قوم کون ہے؟ اس کا سادا اور سیدھا جواب یہ ہے کہ محمد ﷺ اور بنی اسماعیل ہیں۔ ان کے علاوہ یہ بات کس پر صادق آتی ہے؟ معماروں کا رد کیا ہوا پتھر جب کونے کے سرے کا پتھر بنے گا، تو لکھا ہے:

”اور ہماری نظر میں عجیب ہے“۔

یہ بات بھی اسی چیز کی نشاندہی کر رہی ہے کیونکہ بنی اسماعیل کو بنی اسرائیلی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے، سو ایسے خاندان میں رحمت الٰہی کا نزول واقعی ان لوگوں کے لیے عجیب و غریب ہے۔ اس کی مزید تائید صحیح بخاری میں موجود ہرقل کا مکالمہ سے بھی ہوتی ہے جہاں اس نے کہا تھا کہ مجھے اتنا تو معلوم تھا کہ وہ نبی آنے والا ہے لیکن وہ تم (بنی اسماعیل) میں آئے گا یہ علم نہ تھا۔ (2)

(1) انجیل متی 21:33-44۔ (2) صحیح بخاری، رقم ۷

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بعد میں جناب مسیح علیہ السلام کے نام لیواؤں نے اس پیش گوئی کو ان کے حق میں سمجھا جو بالکل غلط اور اس تمثیل کے خلاف ہے کیونکہ بقول مسیحیوں کے مالک کا بیٹا جسے باغبانوں نے قتل کر دیا وہ جناب مسیح علیہ السلام تھے جبکہ بنی اسرائیل سے اللہ کی بادشاہی کا چھن جانا اور پتھر کا بعد کے زمانے سے تعلق ہے نیز اگر اس تمثیل اور پیش گوئی کے مصداق جناب مسیح علیہ السلام ہی ہیں تو پھر بنی اسرائیل سے خدا کی بادشاہی لے کر دوسری قوم کو تو نہ ملی بلکہ واپس اُنہی کو دے دی گئی کیونکہ جناب مسیح علیہ السلام بنی اسرائیلی تھے ان کے حواری اور پیروکار اسی قوم سے تعلق رکھتے تھے لہٰذا لامحالہ اس کا مصداق غیر اسرائیلی قوم ہے اور وہ بنی اسماعیل اور محمد ﷺ ہی ہیں۔

یہ بات آپ کے لیے یقیناً حیران کن ہوگی کہ اس پتھر کا مصداق ہونے کا دعویٰ پیغمبر اسلام ﷺ نے بذات خود کیا تھا جبکہ آپ ﷺ نے انجیلوں کو کبھی پڑھا نہ سنا کیونکہ آپ ﷺ کا اُمّی ہونا مُسلّم ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میری اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے بڑا خوبصورت اور شاندار گھر بنایا لیکن کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ آتے ہیں، گھر کو دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، پھر کہتے ہیں: یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟

فرمایا: ''وہ اینٹ میں ہوں اور آخری نبی ہوں۔''[1]

فارقلیط:

مسیح علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے نبی کی بابت دوسرے مقامات پر بھی روشنی ڈالی ہے، جن کا مصداق ماسوائے آخری پیغمبر محمد ﷺ کے، کوئی اور قرار نہیں پاتا۔

بائبل میں لکھا ہے:

''اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی سچائی کا روح۔''[2]

---

(1) بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین رقم 3535۔ (2) یوحنا 16:14۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مزید لکھا ہے:

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا...... مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا، وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔"①

اس انجیل کا قدیم ترین نسخہ یونانی زبان میں پایا جاتا ہے حالانکہ جناب مسیح علیہ السلام کی زبان آرامی تھی اور یہود کی مذہبی زبان عبرانی تھی۔ اردو میں لفظ 'مددگار' یونانی کے لفظ "پریقلیطوس" (Periclytos) کا ترجمہ ہے، اس کا معرب لفظ "فارقلیط" ہے۔ جس کے معنی "بہت سراہا گیا" ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے جناب مسیح علیہ السلام کی اس پیش گوئی کو نقل کیا تو بعد میں آنے والے پیغمبر کا نام احمد بتایا جو فارقلیط کے ہم معنی ہے چنانچہ فرمایا:

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآئَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

"اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! بلاشبہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں اس کی جو مجھ سے پہلے تورات کی صورت میں ہے اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے۔"②

① یوحنا 16:7-14۔ ② الصف 61:6۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل کتاب نے جب دیکھا کہ یہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی کھلی حمایت ہے تو بجائے رحمت الٰہی کے سائے میں آنے کے تبدیلی اور تغیر کرنے لگے، چنانچہ اسے بدل کر پاراکلیتوس (Parakletos) بناڈالا۔ جبکہ یہ حضرات خود تسلیم کرتے ہیں کہ اس لفظ کو معرب کر کے ''فارقلیط'' پڑھا جاتا ہے۔ ①

اور پاراکلتیوس کا معرب ''فاراقلیط'' بنتا ہے نہ کہ فارقلیط۔

انجیل یوحنا کے درج بالا حوالوں میں اس روح حق کی جو نشانیاں اور کام بتائے گئے ہیں وہ بھی دلالت کرتے ہیں کہ اس کے مصداق پیغمبر اسلام ﷺ ہیں کیونکہ انہوں نے شریعت کی کوئی بات اپنی طرف نہیں بتائی بلکہ وہ وحی الٰہی کے پابند تھے اور اس کے بغیر نہیں بولتے تھے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

''اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا، وہ صرف وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔'' ②

ابد تک ساتھ رہے گا

www.kitabosunnat.com

ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبین بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی شریعت قیامت تک رہے گی۔ اور ابدی زندگی انہی کی پیروی میں ملے گی۔

سچائی کی راہ دکھائے گا

اس صادق و مصدوق ذات کی سچائی وہ وصف مسلّم ہے جس کا اعتراف شدید مخالف بھی کرتے تھے۔ ہمارے معاشرے کے وہ لوگ جو گفتگو میں جھوٹ سچ کا امتیاز رکھتے ہیں، خوش طبعی میں وہ بھی کوتاہی کا شکار ہو جاتے ہیں مگر پیغمبر اسلام محمد ﷺ نے کبھی بھولے چوکے مزاحاً میں بھی جھوٹ نہیں بولا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی دعوت اور پیغام ہی ''سچائی'' ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے:

وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ O

''اور جو شخص سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ بچنے والے ہیں۔'' ③

---

① قاموس الکتاب 448، فارقلیط ص 12 از وکلف اے سنگھ۔ ② النجم 53:3-4۔ ③ زمر 39:33۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اکرم ﷺ نے جب شاہ روم ہرقل کو دعوت اسلام کے سلسلہ میں خط لکھا تو اس نے اس معاملے کی صحیح معلومات لینے کے لیے مکہ کے کسی باشندے کو طلب کیا۔ اس موقع پر ابو سفیانؓ، وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، حاضر ہوئے۔ ہرقل نے ان سے چند سوالات کیے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ ”اس نبی کی دعوت کیا ہے؟ تو ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے کہا: وہ ایک اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کی تاکید کرتا ہے، باپ دادا کے (غلط) نظریات سے روکتا ہے۔ نماز، سچائی، پاکدامنی اور صلہ رحمی کی تلقین کرتا ہے۔“

تو ہرقل نے اس پر یہ تبصرہ کیا: ”اس کے پیغام کے حوالے سے تم نے جو کچھ بتایا ہے اگر وہ سچ ہے۔ پھر یاد رکھنا ایک دن آئے گا کہ وہ میرے ان دو قدموں کے نیچے والی زمین کا بھی مالک بن جائے گا۔ مجھے علم تو تھا کہ وہ نبی آنے والا ہے لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ تم لوگوں میں سے آئے گا۔“ ①

آئندہ کی خبریں دے گا

محمد ﷺ نے جہاں دنیا والوں کے سامنے زندگی بسر کرنے کے بہترین اصول رکھے اور رحمت الٰہی کے سائے میں آنے کے طریقے بتائے، وہاں ان حالات وحوادث سے بھی خبردار کیا جو مستقبل میں رونما ہونے والے تھے۔ کتب حدیث میں اس کی بہت سی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں، ان میں چند ایک پیش خدمت ہیں:

ا۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے نواسے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے فرمایا تھا کہ ”میرا یہ بیٹا سردار ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔“ ②

---

① صحیح بخاری رقم الحدیث 7۔ ② بخاری کتاب الفتن، باب قول النبی للحسن...... رقم الحدیث ۷۱۰۹۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ کئی سال بعد خلیفہ چہارم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب زمام خلافت جناب حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی اُدھر دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پر بیٹھنے کے دعویدار تھے۔تو حسن رضی اللہ عنہ نے مفاہمت کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے صلح کر لی۔اور مسلمانوں کی دونوں بڑی جماعتوں کوایک بڑے فتنے میں مبتلا ہونے سے بچانے کا سبب بنے۔

۲۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

"قیامت کے قریب اونٹوں کے چرواہے عمارتوں پر فخر کریں گے۔" (1)

اس حدیث مبارک کو سمجھنے سے پہلے اس کے پس منظر پر غور کرنا چاہیے۔نبی ﷺ کے دور میں قابل فخر باتیں بہادری، شاعری اور حسب ونسب وغیرہ تھا۔اہل عرب تکلف، ظاہرداری سے اور تصنع (pretend) سے بہت دور تھے۔ایسا پس منظر رکھنے والا شخص یہ پیش گوئی کرے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ لوگ ظاہرداری اور تصنع اختیار کریں گے اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر ظاہرداری پر خرچ کریں گے۔ان کے لیے فخر کی چیز بلند وبالا عمارتیں ہوں گی،تو یہ بڑی تعجب انگیز بات ہے۔تعجب کیوں نہ ہو خرقِ عادت جو ہے۔آج اس پیش گوئی کے سچا ہونے میں کوئی شک نہیں رہا۔

۳۔ نبی کریم ﷺ نے شاہ ایران کسریٰ کی شکست کے بارے میں بھی پیش گوئی کی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا کہ سراقہ! تیرا کیا حال ہوگا جب تو کسری کے کنگن پہنے گا۔ (2)

چشم فلک نے دیکھ لیا کہ خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایرانیوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں شکست ہوئی اور "کسری کے کنگن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کی کلائیوں میں پہنائے گئے۔"

(1) بخاری رقم الحدیث ۵۰، ۴۷۷۷۔ (2) بیہقی ۶/ ۳۵۷، ۵۳۸، رقم ۱۳۴۱۴، ۱۳۴۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ میرا جلال ظاہر کرے گا

نئے ترجمہ میں اسی طرح ہے جبکہ 1892ء لودہانہ والے ایڈیشن میں ہے کہ "وہ میری بزرگی کریگا۔"

کس قدر واضح علامت ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ کے حق میں منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ یہودیوں نے جناب مسیح علیہ السلام کی توہین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی جبکہ مسیحیوں نے بھی نعوذ باللہ انہیں لعنتی گردانا۔ (1) نیز خدا اور ابن اللہ کہہ کر اپنے زعم میں عزت و شرف بڑھانے کی کوشش کی لیکن حقیقتاً یہ ان کے ساتھ ایک سنگین مذاق ہے۔

دوسری طرف پیغمبر اسلام محمد ﷺ نے ان کی تصدیق فرمائی، انہیں ان کا حق دیا، انہیں اللہ کا بندہ اور بنی اسرائیلی نبی قرار دیا۔ ان کی پیدائش معجزاتی بتائی۔ ان کے پیغام کی اصل صورت اجاگر کی جس پر پولوسیت نے پردے ڈال رکھے تھے۔ یوں واضح اور دوٹوک الفاظ میں ان کے ابن اللہ اور الٰہ ہونے کی نفی کر کے پولوسیت کی جڑ کاٹ دی۔

گود میں ان کی یہودیوں کے ساتھ بات چیت نقل کر کے والدہ پر اٹھنے والی انگلی توڑ دی، یہودیوں کے قابو میں آنے سے قبل ہی صعود آسمانی کی بات کر کے انہیں ٹھٹھے مذاق کا نشانہ بننے سے بچایا، نیز قرب قیامت، دجال اور اس کے چیلے چانٹوں کے خاتمہ اور اپنے متعلق پھیلائی ہوئی غلط تعلیم کی تصحیح کے لیے ان کے نزول فرمانے کی پیش گوئی کر کے ان کے جلال و عظمت میں اضافہ کیا۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں جناب مسیح علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا اسی طرح گنہگار اور قابل سزا ہے، جس طرح پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا۔ جبکہ مسیحی حضرات نے خود ان کی توہین کی اور مسلسل کرتے رہتے ہیں تو وہ ان کی بزرگی اور جلال کو کس طرح ظاہر کر سکتے ہیں؟

---

(1) گلتیوں 13:3۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثلاً ان کا نسب نامہ انجیل متی کے مصنف نے نقل کیا ___ جسے بقول مسیحی حضرات، روح القدس کی تائید حاصل ہے ___ تا کہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ ان کا تعلق جڑ سکے، کیونکہ یہود تختِ داؤد کے وارث کے منتظر تھے۔ اس بیان کردہ نسب نامہ میں تمر اور راحب نامی خواتین کا تذکرہ ہے، جن کے حوالے سے بائبل عجیب وغریب کہانی سناتی ہے۔ دیکھیں:

تمر: یہ خاتون یعقوب علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے یہوداہ کی بہو تھی۔ اس کا خاوند وفات پا گیا، تو دیور سے بیاہی گئی لیکن وہ بھی مر گیا۔ یہوداہ نے کہا میرا تیسرا بیٹا ابھی نابالغ ہے جب وہ بالغ ہوگا تو اس سے شادی کر دی جائے گی لہٰذا تُو اب اپنے ماں باپ کے پاس چلی جا۔ وہ لڑکا بالغ ہوا لیکن اس سے شادی نہ کی، تو اس عورت نے کسبی (رنڈی) بن کر اپنے سسر یہوداہ سے بدکاری کی اور اس کے نتیجے میں دو لڑکے پیدا ہوئے فارص اور زارح۔ ①

جناب مسیح کو اسی فارص کی اولاد بتایا گیا ہے۔

راحب: بیان کردہ نسب نامہ میں اس خاتون کا بھی تذکرہ ہے اور بائبل اس کے حوالے سے بھی یہی بتاتی ہے کہ یہ ایک کسبی (رنڈی) تھی۔ ②

اس کا بیٹا بوعز جناب مسیح علیہ السلام کے نسب نامہ میں آتا ہے۔

سلیمان: داؤد علیہ السلام کا صاحبزادہ جو اسلامی نقطہ نظر کے مطابق باپ کی طرح حکمران ہونے کے ساتھ ساتھ نبی بھی تھا، لیکن مسیحی نقطہ نظر کے مطابق یہ باپ بیٹا بادشاہ تو تھے مگر نبی نہ تھے۔ ③

---

① پیدائش ملخص باب 38۔ ② یشوع 2:1۔

③ عہد جدید میں ایک حوالہ ایسا مل گیا ہے جس سے جناب داؤد علیہ السلام کا نبی ہونا واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: اعمال ۲:۳۰۔ جبکہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے متعلق ابھی تک کوئی بائبلی حوالہ نہیں مل سکا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہر حال حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ اس عورت کو بتایا گیا ہے، جس کے خاوند ''اوریاہ'' کو داؤد علیہ السلام نے دھوکے سے مروادیا اور اس عورت سے بدکاری کی۔ اور خاوند کے مرنے کے بعد اس سے شادی کر لی۔ ①

نوٹ: انجیل متی کے مطابق جناب مسیح علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے سلیمان علیہ السلام کی نسل سے بنتے ہیں، جبکہ لوقا (باب ۳ فقرہ ۳۱) کے مطابق داؤد علیہ السلام کے دوسرے بیٹے ناتن کی نسل سے قرار پاتے ہیں۔

اور اگر کوئی کہے کہ مصنف نے دیانتداری کا ثبوت دیتے ہوئے کوئی بات نہیں چھپائی تو یاد رکھیں کہ اوّلاً انبیاء علیہم السلام کے حسب ونسب کبھی ناقص اور قابل ملامت نہیں ہوتے۔ بصورت دیگر وہ اللہ کے چنیدہ افراد کیونکر ہو سکتے ہیں؟ دوسرے مصنف نے حقیقت حال کو عملاً چھپایا بھی ہے کیونکہ لکھا ہے:

''یوسیاہ سے یکونیاہ اور اس کے بھائی پیدا ہوئے۔'' ②

یہ بات درست ہے کہ باپ کی جگہ دادا کا تذکرہ بھی آ سکتا ہے، لیکن یہاں یکونیاہ کے باپ کا تذکرہ حذف کر دیا گیا ہے تاکہ مسیح علیہ السلام کی شان وعظمت اور داؤد علیہ السلام کے تخت کا وارث ہونا عیاں ہو جائے کیونکہ اس نام کے آ جانے کے بعد کوئی یہودی انہیں اچھی نگاہ سے دیکھنے کا روادار ہوتا، نہ انہیں تخت داؤد کا وارث مانتا۔

وہ نام ہے ''یہویقیم''۔ یہ کوئی معمولی آدمی نہ تھا، یہودی تھا، دس سال سے زیادہ ان پر حکومت کرتا رہا لیکن تھا نافرمان اور غلط انسان۔ یہی وجہ ہے کہ یرمیاہ نبی نے اس بارے میں یہ پیش گوئی کی:

''خداوند یوں فرماتا ہے کہ اس آدمی کو بے اولاد لکھو جو اپنے دنوں میں اقبال مندی کا منہ نہ دیکھے گا، کیونکہ اس کی اولاد میں سے کبھی کوئی ایسا اقبال مند نہ ہوگا کہ داؤد کے تخت پر بیٹھے اور یہوداہ پر سلطنت کرے۔'' ③

---

① 2۔ سموئیل ملخص باب 11۔ ② متی 11:1۔ ③ یرمیاہ 30:22۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یہویقیم نامی بادشاہ درحقیقت یوسیاہ کا بیٹا اور یکونیاہ کا باپ تھا۔

بائبل میں جناب مسیح علیہ السلام کے حوالے سے کئی ایسی باتیں موجود ہیں جو ان کی توہین اور تضحیک کے زمرے میں آتی ہیں۔ لیکن ہم نے فقط ایک مثال پیش کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیا ہے کہ مذکورہ پیش گوئی کا حقیقی مصداق وہ روح القدس ہے جو اناجیل کے مصنفین اور حواریوں پر اترا یا وہ روح حق ہے جو پیغمبر اسلام محمد ﷺ کی صورت میں آ کر جناب مسیح علیہ السلام کی بزرگی اور جلال ظاہر کرتا ہے؟

ان تمام نشانیوں کے باوجود مسیحی حضرات کا کہنا ہے کہ اس مددگار اور سچائی کی روح سے مراد روح القدس یعنی اقانیم ثلاثہ میں سے ایک اقنوم یا دوسرے لفظوں میں تثلیث کا ایک رکن ہے۔ اور یہ پیش گوئی جناب مسیح علیہ السلام کے بعد عید پنتکست (Pentecost) کے دن پوری ہو گئی تھی جب تمام حواریوں پر روح القدس نے نزول فرمایا اور سب غیر زبانیں بولنے لگ گئے تھے۔ ①

لیکن یہ ان کی محض خام خیالی ہے، کیونکہ جسے یہ لوگ اقنوم یا ایک رکن سمجھتے ہیں وہ تو جناب مسیح علیہ السلام کی زندگی میں موجود تھا۔ جیسا کہ لکھا ہے:

> ''اور یسوع بپتسمہ لے کر فی الفور پانی کے پاس اوپر گیا۔ (حالانکہ یہ بپتسمہ گناہوں کی معافی کے لیے ہوتا تھا) اور دیکھو اس کے لیے آسمان کھل گیا اور اس نے خدا کے روح کو کبوتر کی مانند اترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا۔'' ②

اسی طرح اپنے شاگردوں سے محو گفتگو تھے ''اور یہ کہہ کر ان پر پھونکا اور ان سے کہا روح القدس لو۔ جن کے گناہ تم بخشو، اُن کے بخشے گئے ہیں۔ جن کے گناہ تم قائم رکھو ان کے قائم رکھے گئے ہیں۔ ③

① رسولوں کے اعمال 2:1-13۔ ② متی 16:3۔ ③ یوحنا ۲۰:۲۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب مسیح علیہ السلام کا قول دوبارہ پڑھیں، لکھا ہے کہ ''میں جاؤں گا تو وہ آئے گا۔'' گویا آنے والے کو مسیح علیہ السلام کے جانے کے بعد آنا ہے۔ نیز آپ رسولوں کے اعمال کا باب 2 پورا پڑھ جائیں۔ جہاں عید پنتکست کا قصہ ہے وہاں روح القدس نے ایک لفظ بھی نہیں بولا۔ جبکہ پیش گوئی میں تھا کہ وہ آئندہ کی خبریں دے گا، اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا سے لے کر بولے گا۔ میرا اجلال ظاہر کرے گا۔ وغیرہ

یہاں جناب مسیح علیہ السلام کے حوالے سے کوئی بات ہی نہیں ہوئی بلکہ جب لوگوں نے حیران ہو کر کہا کہ یہ تو نشے میں لگتے ہیں تو جناب پطرس نے بتایا یہ یوئیل نبی کی پیشین گوئی تھی جو پوری ہوئی۔ ①

اب اگر یہ واقعہ مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی کے مطابق ہوا تھا تو جناب پطرس اس کی نسبت ان کی طرف کرتے۔ جبکہ وہ ایسا نہیں کر رہے۔

نوٹ: مسیحی نقطہ نظر کے مطابق اگر روح القدس کے لیے مذکر کے الفاظ استعمال ہوں تو پھر تثلیث کا ایک رکن اور ایک اقنوم ہوتا ہے لیکن اگر مؤنث کے الفاظ ہوں مثلاً روح آئے گی فلاں کام کرے گی وغیرہ تو اس سے مراد دوسری شخصیت ہوتی ہے۔

چنانچہ مسیحیوں کی ایک معتبر کتاب میں لکھا ہے:

''لفظ روح اردو میں مؤنث ہے لیکن یونانی گرامر میں بے جنس، یعنی نہ مونث ہوتا ہے نہ مذکر، اس لیے اردو ترجمہ میں یہ عام طور پر مؤنث ہی استعمال ہوتا ہے لیکن جہاں اس سے مراد خدا کا روح ہے یعنی خدائے ثالوث کا تیسرا اقنوم وہاں اسے مذکر استعمال کیا جاتا ہے۔'' ②

---

① رسولوں کے اعمال 2:16۔ ② قاموس الکتاب 447۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس اصول کے مطابق جب انجیل یوحنا کا 1892ء کا اردو ترجمہ دیکھتے ہیں تو باب 16 فقرات 13-15، میں جو زیر بحث ہیں، اس کے لیے مؤنث کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

''میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں، پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاوے گی اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سنے گی سو کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی، وہ میری بزرگی کرے گی۔'' ①

لیکن جب درج بالا اصول ان کے سامنے آیا تو ان لوگوں نے نئے ترجمہ میں اس کے لیے مذکر کے صیغے لکھ ڈالے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

☆☆☆☆☆

① انجیل یوحنا 16:12-14، طبع لودہانہ 1892ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہندوؤں کی کتابوں میں محمد ﷺ کی آمد کی بشارت

ہندو کتب میں ایک کلکی اوتار (رسول) کی آمد کی پیش گوئی واشگاف الفاظ میں موجود ہے۔ یہ ہندوؤں کے نزدیک بڑی عظیم الشان پیش گوئی ہے جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ ہندو اس کلکی اوتار کی آمد کا آج بھی انتظار کر رہے ہیں لیکن آیئے! دیکھتے ہیں اس انتظار کی حقیقت کیا ہے؟ یعنی اب یہ انتظار صحیح بھی ہے یا نہیں؟ کلکی اوتار کے متعلق اس پیشینگوئی کو سمجھنے کے لیے دنیا کے بارے میں ہندو مذہب کے خیالات کا پیش نظر رہنا ضروری ہے۔ لہٰذا چند سطریں اس بارے میں درج کی جاتی ہیں۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ اس دنیا کے چار دور ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ست جگ (سچائی کی دنیا یا سچائی کا دور) اس دور میں ہندو عقیدے کے مطابق کسی طرح کا کوئی غم والم اور رنج و ملال نہ تھا۔

(۲) ترتیہ جگ۔ اس عہد میں حرص و بخل اور اخلاقی انحطاط نے دبے پاؤں لوگوں میں داخل ہونا شروع کر دیا تھا۔

(۳) دواپر جگ۔ اس عہد میں شر و فساد نے خاصی قوت اختیار کر لی تھی۔

(۴) کل جگ۔ کل بمعنی کالا سیاہ۔ یعنی اس عہد میں شر و فساد اور گمراہی کا وہ زور ہوگا کہ گویا ہر طرف اس کی سیاہی چھا جائے گی۔

ہندو کہتے ہیں کہ پہلے تین دور گزر چکے ہیں اور اب ہم چوتھے اور آخری کل جگ سے گزر رہے ہیں۔ یہ دور طوفان نوح سے شروع ہوا ہے اور قیامت پر ختم ہوگا۔ چونکہ مذکورہ بالا رسول اسی دور میں آئے گا اور اس دور کا سب سے بڑا اور آخری رسول ہوگا۔ اس لیے اسے کلکی اوتار کہا جاتا ہے۔ بعض ہندو کتابوں میں اس کی بھی صراحت ہے کہ تئیس بڑے بڑے رسول گزر چکے ہیں اور اب صرف اسی آخری رسول کلکی اوتار کا ظہور باقی رہ گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلکی اوتار نام رکھے جانے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ جس وقت یہ رسول آئے گا، ہر طرف گمراہی اور فساد کے غلبے سے فضا تاریک ہو چکی ہو گی۔ یہ رسول انسان کو ان تاریکیوں سے نکال کر اجالے میں لائے گا اور فضا میں اٹی ہوئی سیاہی (کالک) کو دھو کر انسانی معاشرے کو پاک اور روشن کرے گا۔ اس مختصر توضیح کے بعد اب کلکی اوتار کے بارے میں پیش گوئیاں اور اس کی خصوصیات بیان کی جا رہی ہیں۔

کلکی اوتار اور اس کی خصوصیات

پران یا پوران ہندو دھرم کی مشہور کتابیں ہیں۔ یہ کل اٹھارہ بتائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب بھوشیہ پران ہے۔ بھوشیہ کے معنی پیش گوئی کے ہیں۔ چونکہ اس پران میں آئندہ پیش آنے والی باتوں کا ذکر ہے، اس لیے اس کا نام بھوشیہ پران ہے۔

کلکی اوتار کا نام

مذکورہ بھوشیہ پران کی ایک فصل پرتی سرگ ہے۔ اس فصل میں بتایا گیا ہے کہ جو رسول ''کل جگ'' میں پیدا ہو گا، اس کا نام ''سروانما'' ہو گا۔

''انما'' اس شخص کو کہتے ہیں جس کی تعریف و ثنا کی جائے۔ اور ''سرو'' کا معنی ہے دوسروں سے زیادہ یا سب سے زیادہ۔ لہٰذا ''سروانما'' کے معنی یہ ہوئے کہ جس کی دوسرے سے زیادہ یا سب سے زیادہ تعریف کی جائے۔ اور یہ ایک معروف و مسلم حقیقت ہے کہ ٹھیک یہی معنی عربی زبان کے لفظ ''محمد'' (ﷺ) کے ہیں۔ دونوں لفظوں میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ ایک سنسکرت کا لفظ ہے اور دوسرا عربی کا۔

کلکی اوتار کے والد اور والدہ کا نام

کتاب کلکی پوران ادھیائے ۲، اشلوک ۱۱ میں ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"کلکی اوتار "سومتی" سے پیدا ہوگا اور اس کے باپ کا نام "ویشنو ویش" ہوگا۔"

"سومتی" کا لفظی ترجمہ "آمنہ" ہے اور "ویشنو ویش" کا عبداللہ۔ اور دنیا جانتی ہے کہ محمد ﷺ کے والد کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ تھا۔

کلکی پوران ادھیائے ۲' اشلوک ۴ میں اور بھاگوت پوران' سرگ ۱۲' ادھیائے ۲' اشلوک ۱۸ میں بھی کلکی اوتار کے والد کا نام "ویشنو ویش" (یعنی عبداللہ) بتایا گیا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

جائے پیدائش اور خاندان

بھاگوت پران' اسکنڈ ۱۲' ادھیائے ۲' اشلوک ۱۸ اور کلکی پوران ادھیائے ۲' اشلوک ۴ بالترتیب یہ ہیں:

"کلکی اوتار "شنبل گرام" میں "ویشنو ویش" کے یہاں ان کے برہمن مہنت (دینی پیشوا) کے گھر پیدا ہوگا۔"

اب ان اشلوکوں میں آئے ہوئے الفاظ پر غور کیجیے "شنبل" کے معنی امن والا اور گرام کے معنی شہر اور گاؤں۔ پس "شنبل گرام" کا معنی ہوا' امن والا شہر اور پوری دنیا میں یہ نام اور یہ خصوصیت صرف مکہ مکرمہ کی ہے۔ اسی لیے قرآن میں اس کو "البلد الامین" امن والا شہر کہا گیا ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی جب اس کو اپنی ذریت سے آباد کیا تو یہی دعا کی:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا (ابراهيم 35)

"اے پروردگار! اسے امن والا شہر بنا"۔

چنانچہ یہ ایسا امن والا شہر ہیکہ دور جاہلیت میں بھی جب ذرا ذرا سی بات پر لوگ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ دیتے تھے، یہاں اگر کوئی اپنے باپ کے قاتل کو بھی پالیتا تو اف تک نہیں کرتا تھا اور اس بلد امین کی روح امن کا پورا احترام کرتا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ویشنو'' اصلا اللہ کا نام ہے۔ جب ہندوؤں میں شرک آیا تو انہوں نے اسی نام کا ایک دیوتا مان لیا۔ ''ویش'' غلام اور بندے کو کہتے ہیں لہٰذا ''ویشنو ویش'' کا معنی ہوا اللہ کا بندہ' جسے عربی میں ''عبداللہ'' کہیں گے۔ یہی عبداللہ سیدنا محمد ﷺ کے والد کا نام تھا۔

''برہمن مہنت'' دینی پیشوا کو کہتے ہیں۔ مکہ کے دینی پیشوا پہلے ہاشم تھے' پھر مطلب' پھر ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب۔ ان ہی عبدالمطلب کی دینی پیشوائی کے عہد میں ان کے گھران کے بیٹے عبداللہ سے محمد ﷺ پیدا ہوئے ۔۔۔۔۔۔ دیکھیے! ان اشلوکوں میں محمد ﷺ کے ساتھ ساتھ آپؐ کے ماں باپ' خاندان اور شہر کیکتنی سچی تصویر کھینچ دیگئی ہے۔

تاریخ پیدائش

کلکی پوران ادھیائے ۲' اشلوک ۱۵ میں ہے۔

''کلکی اوتار بیساکھ مہینے کی ۱۲ تاریخ کو پیدا ہوگا۔''

بیساکھ ہندی کا مشہور مہینہ ہے جو اب بھی ہندی کیلنڈروں میں اسی نام سے لکھا جاتا ہے۔ ہندی کیلنڈر کے مطابق نبی ﷺ ۱۲ بیساکھ ۶۲۸ بکرمی کو پیدا ہوئے۔ اس دن عربی کیلنڈر کے حساب سے ماہ ربیع الاول س ۱' عام الفیل کا دوسرا دوشنبہ (سوموار) تھا۔ اور یہ دن ہندو کیلنڈر اور عقیدے کے مطابق نہایت مقدس دن تھا۔

کلکی اوتار کے والد اور والدہ کی وفات

کلکی پوران اور بھاگوت پران اسکنڈ ۱۲ میں بتایا گیا ہے کہ ''کلکی اوتار کے والد اس کی پیدائش سے پہلے انتقال کر جائیں گے اور والدہ اس کی پیدائش کے تھوڑے ہی عرصہ بعد انتقال کر جائیں گی''۔

یہ دونوں باتیں بھی محمد ﷺ پر بالکل ٹھیک صادق آتی ہیں۔ آپ ﷺ کے والد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کی پیدائش سے کچھ دن پہلے فوت ہو گئے اور والدہ آپ کی پیدائش کے چھ برس بعد وفات پا گئیں۔

شادی اور بیوی

مذکورہ دونوں کتابوں میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ

''کلکی اوتار'' ''سالمل دیپ'' کی سیدہ سے شادی کرے گا اور شادی کا یہ انتظام اس کے ایک چچا اور تین بھائی کریں گے۔''

قدیم ہندوؤں کے نزدیک ''سالمل دیپ'' جزیرۃ العرب اور سرزمین کنعان یعنی فلسطین کو کہتے ہیں۔ چونکہ سرزمین کنعان میں کلکی اوتار کی گزشتہ اور آئندہ صفات والا کوئی انسان نہیں پایا گیا اس لئے یہاں سالمل دیپ سے جزیرہ عرب ہی مراد ہوگا۔ عرب کے سردار قریش تھے اور سیدہ خدیجہ قریشی عورتوں کی سردار تھیں۔ لہٰذا یہی عرب کی سیدہ ہوئیں اور یہ معلومہ حقیقت ہے کہ محمد ﷺ نے ان سے شادی کی۔

پھر شادی کا کام آپ کے چچا ابوطالب نے انجام دیا اور ان کے تینبیٹوں جعفرؓ طالب اور عقیل نے انتظامات کئے اور یہ تینوں محمد ﷺ کے چچیرے بھائی تھے۔

کلکی اوتار ایک پہاڑی غار میں جائے گا اور وہاں ایک فرشتے سے علم حاصل کرے گا۔

کلکی پوران یہ بھی بتلاتی ہے کہ ''کلکی اوتار ایک پہاڑ کی گپھا (غار) میں جائے گا اور وہاں پرشورام سے علم حاصل کرے گا''

اور یہ معلوم و معروف واقعہ ہے کہ محمد ﷺ حرا نامی پہاڑ کے ایک غار میں جا کر عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اور اس غار میں ایک رات اچانک حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آئے اور محمد ﷺ سے کہا: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ پڑھیے! اپنے اس رب کے نام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے جس نے پیدا کیا...... تو یہ تھا آپ ﷺ کا پہلی بار علم حاصل کرنا۔ اس کے بعد تحصیل علم کا یہ سلسلہ زندگی بھر قائم رہا۔

پرشورام۔ ہندوؤں کے نزدیک ایک فرشتے کا نام ہے۔ جس کا ایک خاص کام یہ ہے کہ وہ دین کے دشمن کفار وملحدین پر عذاب لاتا ہے اور یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ یہود ونصاری اور مسلمانوں کی زبان میں اسی فرشتے کو جبریل کہا جاتا ہے۔ جبریل علیہ السلام کا ایک نام روح القدس بھی ہے اور پرشورام کے سنسکرت لفظ کے ٹھیک یہی معنی ہیں۔

کلکی اوتار کی دعوت' ایذا رسانی' ہجرت' پھر واپسی اور اپنے شہر کی فتح یابی

اس کے بعد کلکی پوران میں بتایا گیا ہے کہ "کلکی اوتار اپنے دین کی دعوت اپنے شہر شنبل گرام (شہر امن) میں شروع کرے گا۔ جو سالمل دیپ (جزیرہ عرب) میں واقع ہے۔ مگر اس شہر کے لوگ اس کی مخالفت کریں گے اور اسے تکلیف پہنچائیں گے۔ چنانچہ وہ یہ شہر چھوڑ کر شمال کی طرف ایک دوسرے شہر کو' جو چٹانوں اور پہاڑوں سے گھرا ہوگا' ہجرت کر جائے گا۔ پھر ایک عرصے کے بعد تلوار لئے ہوئے اپنے شہر کو واپس آئے گا، اسے فتح کرے گا اور اس کے بعد سارا ملک فتح ہو جائے گا"۔

اب آپ دیکھئے کہ محمد ﷺ پر اس پیش گوئی کا پورا پورا اطلاق سورج کی طرح روشن ہے۔ آپ ﷺ نے وحی آنے کے بعد اپنے شہر مکہ مکرمہ میں جو شنبل گرام (البلد الامین) ہے اور سالمل دیپ (جزیرۃ العرب) میں واقع ہے' دعوت اسلام شروع کی۔ وہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ کی مخالفت کی اور تکلیفیں پہنچائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مجبوراً مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ ہجرت کی۔ مدینہ منورہ' مکہ مکرمہ سے شمال کی طرف چار سو کلومیٹر سے زیادہ دوری پر واقع ہے۔ اور ہر طرف سے چٹانوں اور پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہاں محمد ﷺ کے آتے ہی مکہ والوں نے لڑائیاں شروع کر دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہجرت کے آٹھویں سال آپ نے تلوار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور لشکر لے کر مکہ کا قصد فرمایا اور اسے فتح کر کے وہاں اللہ کا حکم نافذ کر دیا۔ اور مکہ فتح ہوتے ہی عرب کے دیگر علاقے فتح ہوتے چلے گئے۔ یعنی فتح مکہ کے بعد تقریباً سال بھر میں پورا عرب اسلام کے زیر نگیں آ گیا۔

براق اور معراج

بھاگوت پوران اسکنڈ ۱۲' ادھیائے ۲' اشلوک ۱۹' میں (جو آگے آ رہے ہیں) اور دوسرے اشلوکوں میں بھی بتایا گیا ہے کہ:

"کلکی اوتار کو ایک اڑنے والا گھوڑا دیا جائے گا جو بجلی سے بھی تیز ہو گا۔ اور یہ اس پر سوار ہو کر زمین کی اور ساتوں آسمانوں کی سیر کرے گا۔"

یہ اسراء اور معراج کے واقعہ کا بیان ہے۔ اس کے لئے آپ ﷺ کو براق دیا گیا تھا۔ جو قد و قامت میں تو گھوڑے اور گدھے کے بیچ بیچ کا تھا۔ مگر رفتار میں بجلی سے بھی تیز تھا۔ اس کا قدم حد نگاہ تک پڑتا تھا۔ محمد ﷺ نے اس پر بیٹھ کر مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک سفر کیا۔ پھر بیت المقدس سے ساتوں آسمانوں کی سیر کے لیے تشریف لے گئے۔

براق کی سواری کی یہ علامت ہندو روایات میں اتنی پکی اور روشن ہے کہ جگت گرو سرور عالم کے مصنف نے لکھا ہے کہ "الور کے غار جو اورنگ آباد کے علاقے میں ہیں' یہاں متعدد دیوستان ہیں جہاں پتھر کے تراشے ہوئے بت ملتے ہیں۔ تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ یہ دیوستانیں دو ہزار سال بیشتر کے ہیں۔ من جملہ ان کے ایک دیوستان جس کا نمبر ۱۶ ہے' اس کا نام رنگ محل ہے' اس میں ہر اوتار کی مورت کے سامنے اس کی سواری ہے۔ کلکی اوتار جو دسواں اوتار ہے' اس کی صورت نہیں ہے۔ صرف دو سواریاں چھت کے پتھر پر تراشیدہ ہیں جو براق کے مشابہ ہیں۔ [1]

---

[1] ویدک دھرم اور نبی اکرم ﷺ ص ۹۰' ۹۱ تالیف: سلام اللہ صدیقی بنارس۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلکی اوتار پر نبوت ورسالت کا خاتمہ

بھاگوت پوران پرتھم اسکنڈ ادھیائے ۳' اشلوک ۲۵ میں ہے کہ "بڑے بڑے پیغمبر چوبیس ہیں۔کلکی اوتار آخری پیغمبر ہوگا جو سارے پیغمبروں کا خاتم ہوگا"

یہ معلوم ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسا پیغمبر اور نبی نہیں آیا جس نے اپنے بعد نبوت ورسالت کے خاتمے کا دعویٰ کیا ہو اور آپ ﷺ کے بعد جس نے بھی نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا' ثابت ہوا کہ وہ جھوٹا اور دجال ہے۔لہٰذا تنہا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی شخصیت ہے جو خاتم النبیین ﷺ ہے۔

کلکی اوتار کا جسم---- خوشبودار

بھاگوت پوران اسکنڈ۱۲' ادھیائے ۲' اشلوک ۲۱ میں ہے:

"کلکی اوتار کے جسم سے نہایت عمدہ خوشبو پھوٹتی ہوگی جو فضا کو معطر کرے گی۔اور طبیعتوں میں انتہائی فرحت لائے گی"

اور یہ بات صحیح احادیث میں وارد ہے کہ محمد ﷺ کے جسم اور پسینے سے نہایت عمدہ خوشبو پھوٹتی تھی۔سیدنا انس بن مالک کا بیان ہے کہ میں نے کوئی حریر و دیبا نہیں چھوا جو نبی ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو، نہ کبھی عنبر، مشک یا کوئی ایسی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ مہکنے والی ہو۔ [1]

ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کا مبارک ہاتھ تھام کر اپنے چہرے پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ [2]

---

① صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۵۶۱ فتح الباری ۲/۶۵۴ صحیح مسلم' فضائل حدیث نمبر ۸۱' ۴/۱۸۱۴

② صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۵۵۳ فتح الباری ۶/۶۵۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ جو بچے تھے' کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے میرے رخسار پر ہاتھ پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی کہ جیسے آپ نے اسے عطار کے عطر دان سے نکالا ہے۔①

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کا پسینہ گویا موتی ہوتا اور ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''یہ پسینہ ہی سب سے عمدہ خوشبو ہوا کرتا تھا''②

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''آپ ﷺ کسی راستے سے تشریف لے جاتے اور آپ کے بعد کوئی اور راہگیر گزرتا تو وہ آپ ﷺ کے جسم یا پسینے کی خوشبو کی وجہ سے جان جاتا کہ آپ ﷺ یہاں سے تشریف لے گئے ہیں''③

دوسری پیش گوئی

نراشنس اور اُس کی خصوصیات

ہندو دھرم کی سب سے مشہور کتاب وید ہے۔ وید چار ہیں جو بالترتیب یہ ہیں: 1 رگ وید، 2 یجروید، 3 سام وید، 4 اتھروید۔ ان ویدوں اور بالخصوص رگ وید کا انداز یہ ہے کہ وہ کسی مقدس شخصیت کو منتخب کر کے ذکر کرتی ہے، یہ ذکر کبھی لمبا اور منتروں کے پورے مجموعے پر مشتمل ہوتا ہے اور کبھی مختصر ہوتا ہے اور ایک دو منتروں پر ختم ہو جاتا ہے۔ نراشنس (Narashansah) کا ذکر چاروں ویدوں میں ہے۔ لیکن اس کا تفصیلی ذکر اتھروید میں ہے۔ لہٰذا یہی پیش خدمت ہے:

یہ کل چودہ منتر ہیں۔ جو اتھروید، کانڈ 20، سوکت 127، منتر 1 تا 14 پر مشتمل ہے۔ ان کا نمبر وار ترجمہ دیا جا رہا ہے اور ضروری وضاحت بھی کی جا رہی ہے:

① صحیح مسلم: فضائل حدیث ۶۰۵۲/۴/۱۸۱۴۔ ② ایضا حدیث نمبر ۸۲، ۸۳/۴/۱۸۱۵۔ ③ دارمی ۱/۳۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1۔ لوگو! احترام سے سنو! نراشنس کی تعریف کی جائے گی۔ ہم اس مہاجر یا امن کے علمبردار کو ساٹھ ہزار نوے دشمنوں کے درمیان محفوظ رکھیں گے۔

ا) ''نراشنس'' وہ شخص جس کی کثرت سے تعریف کی جائے۔ لہٰذا نراشنسکے بعینہ وہی معنی ہوئے جو لفظ ''محمد'' کے معنی ہیں۔ اس منتر کے دوسرے مصرع میں نراشنس کو ''کورم'' کہا گیا ہے۔ لفظ کورم کے دو معنی ہیں۔ ایک ''مہاجر'' اور دوسرا ''امن کا علمبردار'' یہ دونوں نبی کریم ﷺ کی معروف صفات ہیں۔

ب) ''ساٹھ ہزار نوے دشمن'' دشمنوں سے مراد وہ جنگجو ہیں جو تلوار لے کر آپ کے مقابل آئے یا جنھوں نے خفیہ طریقے سے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ ان ہی سے آپ کی جان کو خطرہ تھا۔ لہٰذا انھی سے آپ کی جان کی حفاظت مطلوب تھی۔ انتہائی خوشگوار حیرت کی بات ہے محمد ﷺ کے اس طرح کے دشمنوں کی تعداد ٹھیک ساٹھ ہزار نوے تھی:

قریش، بنو غطفان اور دیگر حلفاء جو جنگ خندق میں اکٹھے ہوئے تھے اُن کی کل تعداد دس ہزار تھی۔

یہود کے مختلف قبائل جو خیبر میں یکجا ہو کر لڑے اُن کی تعداد بھی دس ہزار تھی۔

رومی جنھوں نے مدینہ پر دھاوا بول کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجانی چاہی اور جن کے مقابلے کے لیے رسول اللہ ﷺ تبوک تشریف لے گئےلیکن رومیوں کو سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ان کی تعداد چالیس ہزار تھی۔

منافقین جنھوں نے بہانے بنا کر تبوک میں ساتھ جانے سے معذرت کر لی، 80 تھے اور جو تبوک میں گئے وہ بارہ یا تیرہ تھے۔ انھوں نے واپسی میں آپ کو قتل کرنے کی گھناؤنی کوشش بھی کی لیکن ناکام رہے۔ ان میں سے دو یا تین متذبذب تھے اور انھوں نے توبہ کر لی۔ دس نفاق پر قائم رہے لہٰذا ان کی کل تعداد نوے ہوئی یوں آپ کے قتل کے درپے دشمنوں کی تعداد ٹھیک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

60 ہزار 90 بنتی ہے۔ جن کے درمیان اللہ نے آپ کی حفاظت کی۔

2۔ یہ منترا اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔ اس کی سواری اونٹ ہوگا اور اس کی بارہ بیویاں ہوں گی۔ اس کا درجہ اتنا بلند اور اس کی سواری اتنی تیز ہوگی کہ وہ آسمان کو چھوئے گی، پھر اُتر آئے گی۔

3۔ ''اس نے مامح رشی'' کو سو اشرفیاں، دس ہار، تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں عطا کیں۔''

ا) اس سے مراد اللہ نے ''رشی'' (پیغمبر) کو سونشک (اشرفیاں) عطا کیں۔ شت پتھ براہمن، کانڈ 12 پاٹھک 9، برہمن ایک میں ہے کہ سونا انسان میں روحانی قوت کے لیے استعارہ ہے۔ لہٰذا اس سے پیغمبر کے ایسے سو ساتھی مراد ہیں جو آزمائش کی آگ میں تپ کر بالکل کھرے ثابت ہوئے۔

پھر دیکھیں یہ کیسی عجیب مطابقت ہے کہ مہاجرین حبشہ کی کل تعداد ایک سو ایک تھی۔ جن میں سے ایک عبداللہ بن جحش حبشہ پہنچنے کے بعد مرتد ہوگیا باقی سو افراد دین اسلام پر نہایت پختگی سے قائم رہے۔

ب) پھر کہا گیا کہ اُس کو دس ہار عطا کیے۔ ہار سب سے نفیس زیور ہوتا ہے جو گلے کی زینت، سینے سے متصل، دل سے لگا ہوا اور پہننے اور دیکھنے والوں کی نظر میں سب سے زیادہ عمدہ اور خوشنما ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے صاف اشارہ ہے کہ اس رسول کو دس ایسے ساتھی عطا کیے جائیں گے جو اپنی خوبیوں میں سب سے ممتاز اور خود رسول کی نظر میں سب سے اچھے اور محبوب ہوں گے۔ اس سے عشرہ مبشرہ ؓ مراد ہیں۔

ج) اس کے بعد اس منتر میں کہا گیا ہے کہ اللہ نے اس رسول کو تین سو تیز رو گھوڑے عطا کیے۔ گھوڑوں کے لیے لفظ ''اروِن'' استعمال کیا گیا ہے۔ ''اروِن'' ان تیز رو گھوڑوں کو کہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے جسے آریہ نہیں بلکہ دوسری قومیں بالخصوص عرب استعمال کرتے ہیں۔اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہاں جس پیغمبر کی پیش گوئی چل رہی ہے وہ ہندوستان میں نہیں کہیں اور بالخصوص عرب میں ہوگا۔

بہرحال گھوڑے کا لفظ بہادری اور جوانمردی کی علامت ہے۔مراد یہ ہے کہ اس پیغمبر کو تین سو جوانمرد عطا کیے جائیں گے جو میدان جنگ میں لڑائی اور دفاع میں ایک امتیازی شان کے حامل ہوں گے۔اس سے اشارہ جنگ بدر میں شریک ہونے والوں کی طرف ہے۔

د آخری بات اس منتر میں یہ کہی گئی ہے کہ اس پیغمبر کو دس ہزار گائیں عطا کی گئیں۔۔۔۔۔۔ یہ لفظ سید ھے،شریف اور ہر طرح کی چلتر بازیوں سے محفوظ لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے۔اس لیے دس ہزار گائیوں سے مراد ایسے پاکیزہ صفات انسان ہیں جو ہر طرح کی ہیرا پھیری سے پاک تھے۔ایسے قدسی صفت صحابہ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار کی تعداد میں آپؐ کے ساتھ تھے۔

منتروں سے واقفیت رکھنے والے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ان میں عموماً استعارے اور تشبیہات استعمال کی جاتی ہیں۔

4۔ تبلیغ کر اے احمد! تبلیغ کر جیسے چڑیاں پکے ہوئے پھل والے درخت پر چہچہاتی ہیں۔ تیری زبان اور تیرے دونوں ہونٹ قینچی کے دونوں پھلوں کی طرح چلتے ہیں۔

اس منتر میں ریبھ نامی انسان مخاطب ہے۔سنسکرت میں ریبھکے بعینہ وہی معنی ہیں جو عربی میں احمد کا ہے۔یعنی کثرت سے یا سب سے بڑھ کر اللہ کی حمد وثنا کرنے والا۔

5۔ حمد کرنے والے اپنی حمدوں کے ساتھ یا نمازی اپنی نمازوں کے ساتھ طاقتور سانڈ کی طرح جنگ میں جاتے ہیں اور ان کی اولاد اپنے گھروں میں یوں مامون رہتی ہے جیسے گائے اپنے ٹھکانوں میں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

6۔ اے احمد! اس کلام حکیم کو مضبوطی سے پکڑ کہ یہ گایوں اور مالوں کی اساس ہے اور اسے متقیوں تک پہنچا۔ جیسے بہادر نشانے پر تیر مارتا ہے۔

7۔ وہ دنیا کا سردار جو دیوتا ہے۔ سب سے افضل انسان ہے۔ سارے لوگوں کا رہنما اور سب قوموں میں معروف ہے۔ اس کی اعلیٰ ترین تعریف و ثنا گاؤ۔

8۔ اس شہرت یافتہ شخص نے گھر کی تعمیر کے دوران حکومت یا عدالت ہاتھ میں لیتے ہی ہر جانب امن و شانتی قائم کر دی اور یہ بات ہر شوہر اپنی بیوی سے بیان کر رہا تھا۔

9۔ اس شہرت یافتہ شخص کی حکومت میں ایک بیوی اپنے شوہر سے پوچھتی ہے کہ میں آپ کے لیے کیا لاؤں؟ دہی لسی یا کوئی اور نشاط انگیز مشروب؟

10۔ ایک پکا ہوا جو (Baeley) جو گڑھے سے نکل کر آسمان تک جاتا ہے۔ اس شہرت یافتہ شخص کی حکومت میں انسان تقویٰ اور خیر کے اندر ترقی کرتا ہے۔

یہی بات قرآن مجید بھی بیان کرتا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ٥ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ٥

”(اے نبی!) کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے کلمہ طیبہ (اسلام) کی کیسی مثال بیان کی کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے، اس کی جڑ مضبوط ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں۔ وہ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل لاتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ [1]

[1] ابراہیم 14:24،25۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

11۔ اللہ نے احمد کو جگایا کہ اٹھ! اور یہاں وہاں لوگوں کے پاس جا اور میری بڑائی کر یقیناً میں ہی غالب ہوں۔ میں تجھے ساری نعمتیں دوں گا۔

12۔ یہاں اے گایو! یہاں اے گھوڑو! یہاں اے انسانوں! ترقی کرو اور بڑھو کیونکہ فقیروں کا سہارا اور ہزاروں کو خیرات کرنے والا یہاں بیٹھا ہے۔

13۔ نہیں اے غالب رب! یہ گائیں ہلاک نہ ہوں اور ان کا چرواہا ہلاک نہ ہو اور اے غالب رب ان کے دشمن اور ڈاکو ان پر غلبہ نہ پائیں۔

14۔ ہم تعریفی کلمات اور نہایت عمدہ کلام سے بڑے ادب کے ساتھ ایک بہادر کے گن گاتے ہیں۔ تو خوشی سے ہمارے گیت قبول فرما۔ تاکہ ہم کبھی ہلاکت یا خسارے میں نہ رہیں۔

یہ سارے منتروں کے حسن کا تتمہ ہے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو ماننے اور آپ ﷺ کے گن گانے ہی میں کامیابی اور نجات ہے۔ بصورت دیگر ناکامی اور گھاٹا ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمائی ہے:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

''جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔'' ①

یہ چودہ منتر جو اتھروید کے بیسویں کانڈ کے ایک سو ستائیسویں سوکت میں آئے ہیں۔ ہندو اس کا بہت اہتمام کرتے ہیں۔ دھارمک اجتماعات اور تقریبات کے موقعوں پر 17 سا دھول کر اسے دیر تک پڑھتے اور دہراتے رہتے ہیں۔ گویا انہیں حکم ہے کہ ان منتروں کو خوب اچھی طرح یاد رکھیں۔ اور ان سے غافل نہ ہوں۔ ②

---

① آل عمران 85:3۔

② یہ اقتباسات ابن اکبر اعظمی کی کتاب ''محمد ﷺ ہندو کتابوں میں'' صفحہ 17-75 طبع 1988ء سے لیے گئے ہیں، مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کی طرف رجوع کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد ﷺ کا تذکرہ مقدس پارسی لٹریچر میں

پارسی مذہب دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں سے ایک ہے۔اس کے دومقدس صحیفے ہیں۔
1 دساتیر 2 ژنداوستا۔

دساتیر میں سے 14 ویں دستور میں نبی کریم ﷺ کے متعلق ایک واضح پیش گوئی ہے۔یہ دستور ساسانل (Sasanil) کے نام سے موسوم ہے:

"when the persians should sink so low in morality, a man will be born in Arabia, whose followers will upset their throne, religion and everything. The mighty stiff-necked ones of persia will then be overpowered. The house which was built, and in whitch idols have been placed of idols, and people will start to say their prayers facing towards it. His followers will capture the twons of Madina, and Tus and balkh and other sacred places. their leader will be a man eloquent and his message will bewell connected. the wise of persia and other places will join his followers"

"جب پارسیوں کی اخلاقی حالت انتہائی پست ہو جائے گی،تب عرب میں ایک شخص کا ظہور ہو گا، جس کے پیروکار پارسیوں کے تخت، مذہب بلکہ ہر چیز کو تہ و بالا کر دیں گے۔ پارس کے متکبر لوگ مغلوب ہو جائیں گے۔وہ گھر جس میں بہت سے بت رکھ دیے گئے ہیں اُنہیں بتوں سے پاک کر دیا جائے گا۔لوگ اُس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کریں گے۔اُس کے پیروکار فارس کے بڑے بڑے علاقوں طوس، بلخ وغیرہ کو اپنے قبضے میں لے لیں گے۔لوگ ایک دوسرے سے اختلاف کریں گے۔ فارس اور دیگر علاقوں کے عقلمند لوگ اُس کے پیروکاروں کے ساتھ مل جائیں گے۔" ①

① The religion of All Prophets, Begum Aisha Bawany WAQF, Karachi (Pakistan)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ کی خانگی زندگی

انبیاء علیہم السلام چونکہ غیر معمولی شخصیت کے حامل ہوتے ہیں اور بعض کام ان کے ہاتھوں عادت سے ہٹ کر ہوتے ہیں، جنہیں معجزہ کہا جاتا ہے، لہٰذا ان پر ذمہ داریاں بھی غیر معمولی ہوتی ہیں۔ کچھ احکام اور دائرہ کار میں وسعتیں بھی اسی نسبت سے ہیں۔ یاد رکھیے وہ بھی خالی از حکمت نہیں ہوتیں۔ بلکہ ایسے مستثنیٰ امور (Exceptional Matters) انبیاء علیہم السلام کے نصب العین کی تکمیل میں مُمد ہوتے ہیں۔

جب آدمی ناممکن کی حد تک کٹھن مراحل سے گزرتا ہے تو نتیجتاً انعامات بھی بسا اوقات ان کے ساتھ خاص ہوتے ہیں۔ جدّ الانبیاء ابراہیم علیہ السلام کی مثال سامنے ہے، باقی انعامات سے صرفِ نظر، صرف پیغمبر اسلام ﷺ ہی کا ان کی نسل سے ہونا، کیا کم انعام ہے؟

تعدّدِ ازواج اور انبیاء سابقین:

انبیاء علیہم السلام کی ایک سے زائد بیویاں بھی اسی مسئلہ سے نسبت رکھتی ہیں۔ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ متعدد ایک انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کی تعداد ہم بائبل کی رو سے دیکھتے ہیں:

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں۔ ①

☆ حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں۔ ②

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی متعدد بیویوں کا جواز تھا۔ بہر حال جن کا نام ملتا ہے اُن کی تعداد چار (۴) ہے۔ ③

☆ حضرت داوٗد علیہ السلام کی نو (9) بیویاں تھیں۔ جن کا تذکرہ ان کے ناموں کے ساتھ ملتا ہے ④ جبکہ ان کے علاوہ گمنام بیویوں کا بھی ذکر (۲ سیموئیل ۱۳/۵) میں موجود ہے۔

---

① پیدائش ۱۶:۴، ۱۸:۱۵، ۲۵:۱۔ ② پیدائش باب 29-30۔ ③ استثناء، ۲۱:۱۰۔۱۳۔

④ تفصیل کے لیے ''رحمۃ للعالمین'' حصہ دوم از قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ 116 تا 118 دیکھیے۔

نوٹ: سیدنا داوٗد اور سیدنا سلیمان علیہما السلام کو یہودی و عیسائی انبیاء تسلیم نہیں کرتے۔ اسلام نے ان کی یہ غلط فہمی دور کی۔ بہر حال بائبل میں انہیں خدا کا بیٹا کہہ کر پکارا گیا ہے جس سے ان کی برگزیدگی اور نیک نامی عیاں ہوتی ہے۔ (زبور ۲:۷، ا۔تواریخ ۲۲:۱۰) عہد نامہ جدید میں داوٗد علیہ السلام کے نبی ہونے کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ (رسولوں کے اعمال ۲:۳۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو (۷۰۰) بیگمات تھیں۔ ①

صُلب اسماعیل علیہ السلام سے پیدا ہونے والے پہلے اور آخری نبی پیغمبرِ اسلام محمد ﷺ تھے۔ ان پر عظیم ذمہ داری کا ایسا بار ڈالا گیا جو پہلے کسی نبی پر نہیں ڈالا گیا تھا، رحمۃ للعالمین کے مخاطبین و مدعوین تا قیامت دنیا کے تمام لوگ تھے، آپ کو احکام ربانی کا ایسا عملی نمونہ دکھانا تھا جو ساری نسل انسانی کے لیے راہنما ہو۔ سو کچھ معاملات آپ کے ساتھ خاص تھے۔ انہی امور میں سے ایک زیر بحث معاملہ "کثرت ازواج" بھی ہے۔

عام مسلمان کے لیے بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھنا مشروع (Permissible) ہے۔ اور وہ بھی سب بیویوں سے پورے عدل کی شرط سے مشروط ہے جبکہ نبی ﷺ کے دائرہ اختیار میں وسعت تھی۔ ارشاد ربانی ہے:

يَـاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا

① ا۔سلاطین ۱۱:۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے نبی! ہم نے تمہارے لیے حلال کر دی ہیں تمہاری وہ بیویاں، جن کے مہر تم نے ادا کیے ہیں، اور وہ عورتیں بھی جو اللہ کی عطا کردہ لونڈیوں میں سے تمہاری ملکیت میں آئیں، اور تمہاری وہ چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی، اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو نبی کے لیے ہبہ کیا ہو۔ اگر نبی اسے نکاح میں لینا چاہے۔ یہ رعایت خالصتاً تمہارے لیے ہے، دوسرے مومنین کے لیے نہیں۔ ہمیں علم ہے جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے حوالہ سے فرض کیا ہے۔ تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے۔ اور اللہ غفور و رحیم ہے۔ تم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنی بیویوں میں سے جسے چاہو الگ رکھو، اور جسے چاہو ساتھ رکھو، اور جسے چاہو الگ رکھنے کے بعد پاس بلا لو۔ اس میں تم پر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس سے زیادہ متوقع ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں۔ اور جو کچھ بھی تم اُن کو دو گے، اس پر وہ راضی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے مافی الضمیر کو جانتا ہے اور وہ خوب جاننے والا بردبار ہے۔'' ①

اس کے بعد ایسا وقت بھی آیا کہ آنحضرت ﷺ کو مزید نکاح سے روک دیا گیا۔ اس کے ساتھ ایک بیوی کی جگہ دوسری لے آنا بھی ممنوع قرار پایا۔ جبکہ عام مسلمان کو چار کی حد میں رہتے ہوئے ایسی کسی پابندی کا سامنا نہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا

''اس کے بعد تمہارے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں، اور نہ اس کی اجازت ہے کہ ان کی جگہ اور بیویاں لے آؤ خواہ ان کا حسن تمہیں کتنا ہی پسند ہو، البتہ لونڈیوں کی تمہیں اجازت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے۔'' ②

① الاحزاب ۳۳: ۵۰۔۵۱ ② الاحزاب ۳۳: ۵۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی خاص اجازت الٰہی کے سبب آپ کی زوجیت میں چار سے زائد خواتین کو آنے کا شرف حاصل ہوا۔ دین اسلام چونکہ زندگی کے تمام شعبوں میں راہنمائی کرتا ہے۔ لہٰذا ضرورت تھی کہ خانگی معاملات میں راہنمائی کے لیے پیغمبر کی اندرون خانہ زندگی بھی نقل کی جائے۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ہر انسان کی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ کسی کی عملی زندگی کا اندازہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان دونوں رخوں کو بے نقاب کیا جائے ، ورنہ اس کے متعلق کسی صحیح نتیجے تک پہنچنے کی امید امر لا حاصل ہوا کرتا ہے۔ وہ دو پہلو یہ ہیں:

بیرونی زندگی، یہ زندگی کا وہ حصہ ہے جو انسان لوگوں کے سامنے بسر کرتا ہے۔ اس حصے کے متعلق ہر انسان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لیے بکثرت شواہد دستیاب ہو سکتے ہیں۔

دوسرا انسانی زندگی کا وہ پہلو ہے جسے خانگی زندگی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ حیات انسانی کا وہ حصہ ہے، جس سے ایک انسان کی اخلاقی حالت کا صحیح پتہ چل سکتا ہے۔ ہر فرد چار دیواری کے حالات ، خانہ داری کے نشیب وفراز ، خانگی تعلقات اور دیگر راز و نیاز کی باتوں کو پردہ راز میں رکھنا چاہتا ہے، کس وجہ سے؟ اس لیے کہ وہ انسانی کمزوریوں کا نقشہ پیش کرنے سے خائف ہے اور اس کی زندگی کا یہ پہلو افراط و تفریط کا ایک کمزور مجموعہ ہوا کرتا ہے۔ پس ایسی صورت میں دنیا کے ہر انسان کی صحیح زندگی کا اندازہ کرنے کے لیے جو سب سے بہتر کسوٹی ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ اس کے خانگی حالات بھی دنیا کے سامنے اسی آب و تاب کے ساتھ پیش ہو سکیں جس طرح اس کی عام زندگی عوام کے روبرو موجود ہو۔

بس یہی وجوہ تھیں کہ دنیا کے انسان کامل اللہ کے برگزیدہ رسول ﷺ نبیوں کے سردار کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ بہ تمام وکمال دنیا کے روبرو پیش کیا گیا، آپ ﷺ کی عام اور خانگی زندگی دنیا کو معلوم ہو جائے تاکہ عاشقان حق کے قلوب پر آپ ﷺ کی عظمت و صداقت کا سکہ جم جائے۔ عاشقین صادق اپنی زندگی کے لمحوں کو اس الٰہی سانچے میں ڈھال سکیں اور آنے والی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نسلیں آپ ﷺ کی عملی زندگی کو اپنا دستور العمل بنا سکیں چنانچہ آپ ﷺ کی زندگی کے حالات من وعن اس زبردست تحقیق وصحت کے ساتھ دنیا کے سامنے آئے کہ جس کی نظیر دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔

انبیائے سابقین میں سے بھی کسی کی زندگی کے حالات اس تفصیل وتدقیق کے ساتھ دنیا کے سامنے نہیں آئے کہ انسانی زندگی کی ہر الجھن، ہر شعبۂ حیات کے ہر مسئلہ میں ان سے سبق حاصل کر سکے۔

یہ صرف پیغمبر آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ ہی تھا۔ جس نے مسلمانوں کو ہر انسانی فلسفہ سے مستغنی بنا دیا، آنحضرت کی بیرونی اور خانگی زندگی کے عمل کو سرانجام دینے کے لیے خداوند قدوس نے خاص خاص وسائل اور اسباب مہیا کر دیئے، چنانچہ ایسی دو جماعتیں پیدا ہوئیں جنھوں نے اس ضروری امر اور فرض کو ایسی خوش اسلوبی اور احتیاط کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچایا کہ دنیا کے دانشور دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ پہلی جماعت صحابۂ کرامؓ کی تھی اور دوسری حضرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی۔

مزید فرماتے ہیں:

''حضرات صحابۂ کرامؓ کی مقدس جماعت نے صرف آپ ﷺ کی بیرونی زندگی کو بالتفصیل دنیا کے سامنے پیش کیا، لیکن خانگی حالات کا ضروری حصہ دنیا کے روبرو پیش ہونا باقی رہ گیا تھا۔ جس کے بغیر آپ ﷺ کی سیرت ادھوری اور نامکمل رہنے کا اندیشہ تھا اور معترضین کے لیے اعتراضات کی گنجائش باقی رہتی۔ اس کام کے لیے ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو تنہائی کے اوقات میں آپ ﷺ کی رفیق ہوتی، جو راتوں کی تاریکیوں میں آپ ﷺ کا ساتھ دیتی۔ چنانچہ ازواج مطہراتؓ نے اس سلسلہ میں وہ خدمات انجام دیں جو خداوند کریم کو اپنے محبوب پاک کے اس شعبۂ زندگی کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے مناسب معلوم ہوئیں۔ اس مبارک جماعت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدولت سیرت نبوی کا وہ مخفی اور ضروری ذخیرہ دستیاب ہوا جس نے آپ ﷺ کی عظمت اور صداقت پر چار چاند لگا دیئے اور حقیقت میں تعدّد ازواج کے لیے سب سے بڑا موجب یہی ضرورت تھی۔ کس کو کیا معلوم ہوتا کہ اللہ کے سچے مرسل اور توحید کے علمبردارؑ، اوقاتِ تنہائی کن مشاغل میں گزارتے ہیں، خلوت کی گھڑیاں کن کاموں میں بسر ہوتی ہیں''۔ ①

پیغمبر اسلام ﷺ اور ازواج مطہرات

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی تعداد، کتب سیرت میں گیارہ تک ملتی ہے، جن میں سے صرف ایک بیوی کنواری تھیں، جبکہ بقیہ بیوہ تھیں یا مطلقہ۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی پہلی شادی پچیس سال کی عمر میں ہوئی جبکہ بیوی (خدیجہ رضی اللہ عنہا) چالیس برس کی بیوہ خاتون تھیں۔ ان کی وفات تک آنحضرت ﷺ نے مزید کوئی شادی نہیں کی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی زوجیت میں پچیس برس رہیں اور ان کی وفات پر آپ ﷺ کی عمر مبارک پچاس برس ہو چکی تھی۔

عرب میں آپ ﷺ کی شخصیت مسلم تھی۔ ہر اچھی صفت، اپنے اس موصوف سے بخوبی واقف تھی۔ آپ ﷺ چاہتے تو حسین سے حسین عورت نکاح میں آسکتی تھی مگر آپ نے اپنی جوانی کا تمام حصہ ایک بیوہ اور اپنے سے بڑی عمر والی خاتون کے ساتھ بتا دیا۔ بلکہ آپ ﷺ نے تو اس سلسلے میں کوئی پیش کش بھی قبول نہ کی۔

گویا عنفوان شباب اور جوش جوانی کا زمانہ کمال تقویٰ اور نہایت ورع کے ساتھ گزارا اور دوسری ربع صدی ایک معمّر خاتون کے ساتھ بسر کی اور زوجین کے مابین ایسی دل بستگی و محبت تھی کہ ان کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ نے ہمیشہ ان کی یاد کو تازہ رکھا۔

① کثرت ازواج لصاحب المعراج صفحہ 5/3 طبع دہلی بحوالہ ششماہی مجلہ السیرۃ عالمی جلد (۷) صفحہ ۳۷۸، ۳۷۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسوائے زمانہ آریہ سماج لیڈر ''راج پال''، جس نے پیغمبر اسلام ﷺ سے عصبیت اور جنون نوازی کے اظہار کے لیے بدنام زمانہ کتاب شائع کی، جس میں زہرافشانیوں اور فتنہ انگیزیوں کے باوجود وہ بد بخت نبی ﷺ کی عائلی زندگی کے بارے میں اس اعتراف سے اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکا:

''محمد ﷺ کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا۔ یہاں تو آریہ سماجیوں کو ماننا پڑے گا کہ محمد ﷺ نے شاستر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ مجرد رہ کر گزارا۔ وہ برہم چاری تھے۔ اور ان کا حق تھا کہ شادی کریں۔ معیار خانہ داری کے پچیس برس وہ ایک ہی بیوی پر قانع رہے۔ اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھیں۔ اس بوڑھی عورت سے اس جوان مرد نے نباہ کی، یہ بات محمد ﷺ کی پاکیزہ زندگی پر دلالت کرتی ہے''۔ ①

آنحضرت ﷺ نے بقیہ شادیاں پچپن سے انسٹھ برس کی عمر کے درمیان کیں۔ آنحضرت ﷺ پر تعدد ازدواج (Polygamy) کے اعتراض کو سامنے رکھتے ہوئے ہم آپ ﷺ کے اسلوب حیات اور شادیوں کا تجزیہ کرتے ہیں:

① بحوالہ ششماہی السیرۃ عالمی، شمارہ نمبر ۷۔ مئی ۲۰۰۲ء۔ صفحہ ۳۷۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	اسماء امہات المومنین	عمر بوقت شادی	کیفیت
1	خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا	40 سال	دو دفعہ بیوہ شدہ
2	سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	50 سال	بیوہ
3	عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا	9 سال	کنواری
4	حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا	22 سال	بیوہ
5	زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	30 سال	بیوہ
6	امّ سلمہ بنت ابوامیہ رضی اللہ عنہا	26 سال	بیوہ
7	زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	38 سال	مطلقہ
8	جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	20 سال	بیوہ
9	ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا	36 سال	بیوہ
10	صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا	17 سال	بیوہ
11	میمونہ بنت حُریث رضی اللہ عنہا	36 سال	بیوہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوہ یا مطلقہ زوجاتِ مطہرات کی شرح فی صد 91 ہے۔ اس اٹل اور کھلی حقیقت کے باوجود بھی معترض شخص، ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ یا اس کے ضمیر پر تعصّب کے دبیز پردے چڑھے ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں اس فیصد (Percentage) کے ہوتے ہوئے اعتراض کرنا تو درکنار، اعتراض کا جواب دینا ہی مناسب معلوم نہیں ہو رہا۔

اسلام کے تصورِ تعدّدِ ازواج کے فوائد کے پیشِ نظر، یہ لوگ اسے کب کے تسلیم کر چکے ہوتے۔ مگر اسلام اور پیغمبر اسلام کی کی ہوئی مخالفت، اور ان سے عناد آڑے آتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے گریبان میں جھانک لیتے تو بات واضح ہوئے بغیر نہ رہتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعدد ازواج پر ایک غیر مسلم دانشور کا تبصرہ:

(The History of Human Marriage) کے مصنف ایڈورڈ ویسٹر مارک (Edward Westermarck) لکھتے ہیں:

''اگر اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ یونان وروم میں ''ایک وقت میں ایک ہی بیوی شادی کا واحد قانونی طریقہ تھا، پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عیسائیوں نے اسے یورپ میں متعارف کرایا۔ بے شک اگرچہ عہد نامہ جدید، ''ایک بیوی'' کو شادی کا عام اور مقبول طریقہ قرار دیتا ہے۔ اس کے باوجود بھی وہ کثرت ازواج کو قطعی طور پر حرام یا ممنوع نہیں قرار دیتا۔ سوائے پادریوں یا کلیسا کے خدمت گاروں کے لیے۔

اس ضمن میں یہ دلیل دی گئی ہے کہ ابتدائی دور میں عیسائیت کے مبلغوں کو کثرت ازدواج کے خلاف کچھ کہنے کی ضرورت اس لیے نہ محسوس ہوئی کہ جن لوگوں کے درمیان وہ تبلیغ کر رہے تھے، وہ سب ہی ''ایک بیوی'' کے قائل تھے۔ لیکن یہ دلیل بالکل غلط ہے کیونکہ تبلیغ عیسائیت کے ابتدائی زمانے میں لاکھوں یہودی اور بت پرست ایسے تھے جو نہ صرف کثرت ازدواج کی اجازت دیتے تھے بلکہ خود بھی اس پر عمل پیرا تھے۔

بعض عیسائی پادری، یہودی ربیّوں کو عیاشی کا الزام اور طعنہ دیتے ہیں لیکن حیرت کی بات ہے کہ عیسائیت کے ابتدائی زمانے، بلکہ اس وقت بھی جب اقتدار عیسائیوں کے پاس آ چکا تھا کلیسیا کی کسی بھی کونسل نے کبھی ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی مذمت کی، نہ کبھی ان کے بادشاہوں نے اپنے ممالک میں اس عمل کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کیں...... اس زمانے میں ہمیں کثرت ازدواج کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ چھٹی صدی کے وسط میں آئر لینڈ کے بادشاہ ڈیارمیٹ (Diarmait) کی دو عدد بیویاں اور دو عدد داشتائیں تھیں۔ اس زمانے کے بادشاہ عام طور پر کثرت ازدواج پر عمل پیرا تھے۔ چارلس دی گریٹ (Charles the Great)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی دو بیویاں اور کئی بے نکاحی بیویاں (داشتائیں) تھیں۔اس کے قوانین سے پتہ چلتا ہے کہ مقدس پادری بھی اس عمل سے مبّرانہ تھے۔وہ بھی کئی کئی بیویاں رکھتے تھے۔بعد کے دور میں ہیز کے فلپس (Philip of Hesse)اور فریڈرک ولیم تھری نے لوتھر کے کلیسیا (Lutheran Clergy) کی اجازت سے دو بیویوں کی ایک ساتھ ایک مرد سے شادی کی اجازت دے دی۔لوتھر نے بذاتِ خود فریڈرک کو ایک ساتھ دو عورتوں سے شادی کی اجازت دی......بہت سے مواقع پر لوتھر، کثرت ازدواج کے موضوع پر بڑے تحمل اور نرمی سے بات کرتا ہے۔

خدا کی طرف سے کثرت ازدواج پر کوئی ممانعت نہیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جنہیں ایک مکمل کرسچین (Perfect Christian) کا نام دیا جاتا ہے___ کی دو بیویاں تھیں (درحقیقت تین تھیں، خاور)۔یہ صحیح ہے کہ خداتعالیٰ نے عہد نامہ عتیق کی چند شخصیات کو مخصوص حالات کے مطابق ایسی شادیوں کی اجازت دی۔لیکن اگر ایک عیسائی ان کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہو تو اسے ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ بھی انہی مخصوص حالات سے گزر رہا ہے، جن سے یہ شخصیات گزری تھیں۔لیکن اسے یہ بھی یاد رکھنا پڑے گا کہ دوسری شادی طلاق سے بہرحال بہتر ہے۔

1950ء میں ویسٹ فالیہ (Westphalia) کی صلح کے فوراً بعد جب تیس سالہ جنگ نے ملک کی آبادی کو خطرناک حد تک کم کر دیا تھا۔فرانسیسی کلیسیا (Frankish Kreistag) نے نیورمبرگ کے مقام پر ایک قرارداد منظور کی تھی کہ اس جنگ کے بعد اب ہر شخص کو دو بیویاں رکھنے کی اجازت دی جائے۔عیسائیوں کے بعض فرقے اب بھی بہت سرگرمی سے کثرت ازدواج کی وکالت کرتے ہیں۔

۱۵۳۱ء میں اینابپٹسٹ (Anabaptist) نے مسٹر (Muster) کے مقام پر کھلم کھلا تبلیغ کی کہ جو سچا عیسائی بننا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ کئی بیویاں رکھے۔عیسائیوں کا مشہور فرقہ مارمن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(Mormon) جیسا کہ ساری دنیا جانتی ہے کہ کثرتِ ازدواج کو خدائی عطیہ سمجھتا ہے''۔ ①

تاریخ اسلام کے قاری کے پیشِ نظر یہ حقیقت رہنی چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کی اولین ترجیح ''دعوتِ دینِ الٰہی'' ہوتی ہے۔ اوران کے تمام امور بالواسطہ یا بلاواسطہ دعوت دین ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی میں بھی یہ حکمت کارفرما نظر آتی ہے۔ کیونکہ یہ دور(۲ھ سے ۶ھ) دعوت کے اوجِ ثریا تک پہنچنے کا دور ہے۔ اوراسی میں بقیہ شادیاں طے پائیں۔

انہی پانچ، چھ برس میں بقیہ شادیاں ہوجانے کے پیشِ نظر، پیغمبر اسلام ﷺ کے لیے منفی جذبات رکھنے والا بھی اعتراض کرتے ہوئے ہزار بار سوچے گا۔ کیوں؟ کیونکہ آپ ﷺ نے عنفوان شباب کا زمانہ تو ایک معمّر خاتون کے ساتھ بسر کردیا۔ جبکہ بعد والے دور میں آپ کی ذمہ داریاں اتنی بڑھ چکی تھیں کہ ان شادیوں کا مقصد نفسانی خواہش کی تکمیل نہیں ہوسکتا۔ لامحالہ یہ مقصدِ الٰہی منصوبے ہی کی تکمیل کا حصہ تھا۔

اللہ کے پیغامبروں کے ہر ہر کام میں فوائد ومصالح ہوتے ہیں تو پیغمبرِ اسلام کا یہ معاملہ کیونکر فوائد سے خالی ہوسکتا ہے؟ آنحضرت ﷺ کی تمام خانہ آبادیوں کی بنیاد فوائد کثیرہ دین اور مصالح جمیلہ مُلک اور مقاصد حسنہ قوم پر قائم ہے اوران فوائد، مصالح اور مقاصد کا اس قدیم ترین زمانہ اورعرب جیسے جمود پسند ملک میں حاصل ہونا تزویج کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔

علاّمہ محمد علی صابونی نے اپنی کتاب ''شبهات و اباطيل حول تعدد زوجات الرسول'' ② میں نبی ﷺ کی شادیوں کے مقاصد پر بڑی اچھی بحث کی ہے۔

انہوں نے ان مقاصد کی یہ تقسیم کی ہے: تعلیمی مقاصد، تشریعی مقاصد، اجتماعی مقاصد اور سیاسی مقاصد۔

---

① دی ہسٹری آف ہیومن میرج، ص ۴۲۔۴۳، جلد ۳، میکملن اینڈ کمپنی لمٹیڈ ۱۹۲۵۔

② استاذ كلية الشرعية الدراسات الاسلامية مكة المكرمة۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ ''محمد رسول اللہ ﷺ کی حکمت بھری شادیاں'' کے زیرعنوان کراچی کے عالم دین محمد یوسف نعیم صاحب نے کیا اور خود ہی شائع بھی کیا۔ و للہ الحمد۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تعلیمی مقاصد

انسانی زندگی کے بے شمار مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق خاص طور پر عورتوں کے ساتھ ہے۔ اسلام ان نسوانی مسائل کے متعلق بھی تفصیلی راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ کیونکہ صنف لطیف نصف امت ہے اور اسلام نصف امت کے مسائل کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ جو مسائل عورتوں کی نسوانیت سے تعلق رکھتے ہیں ان کے بارے میں کوئی عورت کسی غیر محرم مرد کے ساتھ گفتگو کرنے سے شرماتی اور کتراتی ہے۔ ہر چند اہل مغرب ترقی معکوس کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں شرم وحیا کی اقدار معاشرے سے رخصت ہو گئی ہیں۔ لیکن ان کی یہ ترقی انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں حیا کا مادہ رکھا ہے اور جو چیزیں انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہیں، ان میں شرم وحیا کی صفت بہت اہم ہے۔

عورتوں کے مسائل سمجھانے اور ان پر عمل کر کے دکھانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو انتہائی پاک باز، ذہین، فطین، دیانت دار اور متقی خواتین کی ضرورت تھی جو تعلیمات رسالت کی تبلیغ کے لیے مخلص کارکنوں کی حیثیت سے کام کر سکیں، آپ کی گھریلو زندگی کی جزئی تفصیلات تک محفوظ کریں اور انہیں پوری امانت اور دیانت کے ساتھ امت کی عورتوں تک پہنچا دیں۔

ہجرت کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں بہت تیزی سے اضافہ ہونے لگا اور بہت جلد ان نفوس قدسیہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی جن کی تعلیم کا فریضہ نبی ﷺ کو انجام دینا تھا۔ صرف ایک بیوی سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ ان گوناگوں ذمہ داریوں سے تن تنہا عہدہ برآ ہو سکے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا کما حقہ ہاتھ بٹا سکے

جب اس حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ نبی ﷺ خود تو اپنے امتیوں کو باکرہ عورتوں سے شادی کرنے کی ترغیب دیتے تھے لیکن نفسِ نفیس آپ ﷺ نے خود اس پر عمل کیوں نہ کیا؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ نبی ﷺ نے جن مقاصد کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحت شادیاں کی تھیں ان مقاصد کے لیے آپ کو تجربہ کار اور صاحب بصیرت خواتین کی ضرورت تھی اور آپ ﷺ نے ایسی ہی خواتین کا انتخاب فرمایا جو اس مقصد کے لئے معاون ثابت ہو سکتی تھیں۔آپ ﷺ نے ایک کے سوا باقی جتنی شادیاں کیں، بیوہ خواتین ہی سے کیں۔ یہ خواتین بیوہ تو ضرور تھیں لیکن ذہانت، فطانت اور دیانت داری میں اپنی مثال آپ تھیں۔ نبی ﷺ نے جس ایک باکرہ خاتون کو شرف زوجیت بخشا وہ بھی اپنی صغرسنی کے باوجود مذکورہ بالا صفات میں کسی بڑی سے بڑی صاحب فراست خاتون سے کم نہ تھیں بلکہ حق یہ ہے کہ مذکورہ بالا مقاصد کو جس حسن وخوبی کے ساتھ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پورا کیا، وہ انہی کا حصہ ہے۔

عورتوں کی مخصوص باتیں، مثلاً حیض، نفاس، جنابت اور زوجیت کے مسائل ایسے تھے جو نہ تو عورتیں کھل کر نبی ﷺ کے سامنے پیش کر سکتی تھیں، نہ نبی ﷺ کھل کر ان کا جواب دے سکتے تھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شرم وحیا نبی ﷺ کی صفات میں بہت نمایاں اور اہم ترین صفت ہے۔ حدیث کی کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ صاحب حیا تھے۔ نبی ﷺ کی تبلیغی زندگی میں بعض ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کسی خاتون نے کوئی مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔آپ ﷺ نے اشارے کنائے کے ذریعے اس مسئلے کا جواب سائلہ کو سمجھانا چاہا لیکن وہ اس مسئلے کو نہ سمجھ سکی۔ہم یہاں اس قسم کی ایک مثال پیش کرتے ہیں تاکہ یہ بات سمجھنے میں آسانی ہو کہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات نے کس طرح امت کی خواتین کو دین کے مسائل سمجھانے میں اہم کردار ادا کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک انصاری عورت نے نبی ﷺ سے غسل حیض کیبارے میں سوال کیا۔ نبی ﷺ نے اسے غسل حیض کا طریقہ سمجھایا اور پھر فرمایا: ایک خوشبودار روئی کا گالا لے کر اس کے ذریعے طہارت حاصل کرو۔اس عورت نے عرض کیا: روئی کے گالے کے ذریعے کیسے طہارت حاصل کروں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے ساتھ طہارت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرو۔ اس نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں اس کے ذریعے کیسے طہارت حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! بس اس سے طہارت حاصل کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے یہ صورت حال دیکھی تو اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا اور اسے بتایا کہ روئی کے گالے کو فلاں مقام پر رکھو اور اس کے ذریعے خون کا اثر ختم کر دو۔ فرماتی ہیں: میں نے اس عورت کو تفصیل سے سمجھایا کہ روئی کے گالے کو کس مقام پر رکھنا ہے۔ [1]

قارئین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسئلہ طہارت کا تھا جو اسلام کی اکثر عبادات کے لئے شرط لازم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس عورت کے لیے اس کے سوا چارہ کار نہ تھا کہ وہ اس مسئلے کے بارے میں نبی ﷺ سے استفسار کرے۔ لیکن نبی ﷺ حیا کی وجہ سے اس غیر محرم عورت کے سامنے یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکتے تھے۔ اس صورت حال میں ایک ایسی خاتون کی ضرورت تھی جو نبی ﷺ کی محرم ہو اور اس مسئلے کی تفصیلات و جزئیات نبی ﷺ سے سیکھ کر اس عورت کو سمجھا سکے۔ یہی کام اس موقعہ پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انجام دیا اور باقی امہات المومنین نے بھی اسی اسلوب سے تعلیم امت کے فریضہ کی ادائیگی میں اپنا کردار ادا کیا۔

مسلمان عورتوں کا معمول یہ تھا کہ جب ان کو اس قسم کا کوئی مسئلہ پیش آتا تو وہ امہات المومنین میں سے کسی کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور اپنا مسئلہ عرض کرتیں۔ ان کو اگر اس مسئلے کا حل پہلے سے معلوم ہوتا تو وہ ان عورتوں کو بتا دیتیں بصورت دیگر نبی ﷺ سے پوچھ کر سائلہ کو اس مسئلے کا حل سمجھا دیتی تھیں۔

[1] "شبہات و اباطیل حول زوجات الرسول" ص ۱۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ازواج مطہرات کی علمی خدمات صرف خواتین کے مسائل تک ہی محدود نہیں تھیں بلکہ نبی ﷺ کی بے شمار قولی اور فعلی سنتیں، جن کا تعلق خانگی زندگی سے تھا ان سنتوں کو محفوظ کرنے اور امانت داری کے ساتھ ان کو امت تک منتقل کرنے کا مقدس فریضہ بھی انھی جلیل القدر خوش بخت قسمت خواتین نے ادا کیا۔ اس لئے امہات المومنین عورتوں کے جملہ مسائل کی بھی معلّمہ تھیں اور مردوں کے خانگی مسائل، خصوصاً جن کا تعلق نبی ﷺ کی سنت فعلی کے ساتھ تھا وہ بھی امت تک نبی ﷺ کی ازواج مطہرات ہی کے ذریعے پہنچے ہیں۔

ان حقائق کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ حقیقت اجاگر ہوجاتی ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات صرف امہات المومنین ہی نہیں بلکہ امت مسلمہ کی معلمات بھی ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو آدھا دین نبی ﷺ کی ازواج مطہرات ہی کی وساطت سے ملا ہے۔ غالبًا یہی وجہ ہے کہ امت پر ان کے عظیم احسانات کی وجہ سے انہیں ساری امت کی مائیں قرار دیا گیا اور نبی ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کسی دوسرے شخص کا ان سے نکاح حرام قرار دے دیا گیا۔

تعلیم دین کے یہ مدرسے نبی ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی اور آپ کے انتقال کے بعد بھی علم کا نور پھیلاتے رہے۔ اکابر صحابہ کرام بھی مشکل مسائل کا حل دریافت کرنے کے لئے کسی ام المومنین ہی کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور وہاں سے انہیں مشکل ترین سوالات کا کافی شافی جواب مل جاتا تھا۔ اس طرح نبی ﷺ متعدد بیویوں کے قانون کو ایک ایسا تعلیمی ادارہ قائم کرنے کے لئے بروئے کار لائے جس میں ماہرین علوم اسلامیہ کی ایک جماعت علمی خدمات انجام دینے میں مصروف تھی۔

تشریعی مقاصد

زمانہ جاہلیت میں ایسی کئی رسمیں موجود تھیں جن سے انسانی معاشرے میں بڑے سنگین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسائل پیدا ہوتے تھے۔ تباہ کن نتائج کی حامل ہونے کے باوجود اس قسم کی رسمیں لوگوں کی زندگیوں میں یوں رچ بچ چکی تھیں کہ کسی انسان کے لئے ان رسموں کی مخالفت کا تصور بھی مشکل تھا۔ نبی ﷺ کے فریضہ نبوت و رسالت میں جس طرح اللہ رب العزت کی زمین کو بتوں سے پاک کرنے کا کام شامل تھا اسی طرح انسانی معاشرے سے تمام غلط اور نقصان دہ رسموں کا قلع قمع کرنا بھی آپ کے فرائض نبوت میں شامل تھا۔ ایسی رسمیں جو انسانوں کے رگ و پے میں سما چکی تھیں ان کو ختم کرنا اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک نبی ﷺ خود ان رسموں کے خلاف عمل کر کے لوگوں کے سامنے نمونہ پیش نہ کرتے۔

اس قسم کی رسموں میں سے ایک رسم کسی غیر کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانے کی بھی تھی۔ ایک شخص کسی اجنبی کے بیٹے کو کہہ دیتا کہ تو میرا بیٹا ہے۔ اس قول کی رو سے وہ اس کا بیٹا قرار پاتا اور نسب، میراث، طلاق، شادی اور مصاہرت تک کے تمام مسائل میں اس کی حیثیت ایک حقیقی بیٹے جیسی ہو جاتی تھی۔ اس طرح معاشرے میں بے شمار مسائل جنم لیتے، مستحق لوگ میراث سے محروم ہو جاتے اور ایک غیر مستحق شخص ساری جائیداد کا وارث بن جاتا۔ محرمات کے سلسلہ میں یہ رسم انتہائی تباہ کن نتائج برآمد کر سکتی تھی۔ اس رسم کو ختم کرنا ضروری تھا، لیکن جو شخص اس صدیوں پرانی رسم کو ختم کرنے کی کوشش کرتا، اس پر ہر طرف سے طعن و تشنیع کے تیروں کی بوچھار ہو جاتی۔ یہ فریضہ اتنا کٹھن تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ادائیگی کے لئے نبی ﷺ کے کسی خادم کی بجائے خود آپؐ ہی کو منتخب فرمایا اور آپ کو یہ قدیم رسم توڑنے کا حکم دیا۔ یہ رسم توڑنے پر ہر طرف سے طعن و تشنیع کے تیر برسے لیکن نبی ﷺ نے بڑی ثابت قدمی اور استقلال سے سب کچھ برداشت کیا اور تنقید کرنے والوں کی تنقید کا جواب آپؐ کے رب کریم نے خود دیا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کی شادی خاص طور پر اسی مقصد کے لئے ہوئی۔ اس شادی کا حکم نبی ﷺ کو بارگاہِ ربانی سے وحی متلو یعنی قرآن حکیم کے ذریعے ملا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا تذکرہ سورۃ الاحزاب (۳۳:۳۷) میں ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لیا جو آپ کے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ تھیں۔ جب مسلمانوں کے سامنے اپنے پیارے نبی ﷺ کی سنت آ گئی تو اب اس غلط رسم کے خلاف عمل کرنے میں ان کے لئے کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی۔ اس شادی کے ذریعے آنحضرت ﷺ نے ایک بہت بڑا سماجی مسئلہ حل کر دیا اور ایک انتہائی اہم قانون عملاً نافذ کیا۔ معروف مستشرق منٹگمری واٹ اس شادی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"The criticism of Muhammad, then was based on a pre-Islamic idea that was rejected by Islam, and one aim of Muhammad in contracting the marriage was to break the hold of the old idea over men's conduct. How important was this aim compared with others which he might have had?"

''زینب بنت جحش سے محمد (ﷺ) کی شادی کے وقت، ان پر جو تنقید ہوئی تھی اسکی وجہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی جسے اسلام نے ختم کر دیا۔ اس شادی سے محمد (ﷺ) کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ لوگوں کے رویے اور رواج پر اس پرانی رسم کا جو غلبہ تھا، اس کو ختم کیا جائے۔ اس شادی کا یہ مقصد اس کے دیگر ممکنہ مقاصد کے مقابلے میں کتنا اہم تھا'' ①

اجتماعی مقاصد

ایک عظیم حکمت اور مقصد اجتماعی تھا جو پیغمبر اسلام ﷺ کے وزیر اوّل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کرنے میں بڑی وضاحت سے ظاہر ہوتا ہے، اسی طرح آپ ﷺ کے وزیر ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کرنے اور خود کو قریش کی رشتہ داری ونسب میں لانے اور ان کی متعدد عورتوں سے شادی کرنے میں ظاہر ہے اور یہ سب کچھ ان امور میں سے ہے جن کے ذریعے آپ ﷺ کا متعدد قبائل اور خاندانوں کے ساتھ مضبوط ترین رابطہ پیدا ہو گیا اور آپ ﷺ نے ان دلوں کو ایسا بنا دیا کہ وہ آپ ﷺ کے اردگرد جمع ہو گئے اور دعوت ایمان اور اسلام کی سربلندی کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ متحد ہو گئے۔

① محمد ایٹ مدینہ صفحہ 330

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اکرم ﷺ نے اپنے قریبی لوگوں میں سب سے زیادہ معزز اور سب سے زیادہ محبوب شخص کی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور بے شک وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے جو سب سے پہلے اسلام لائے تھے، انہوں نے اپنی جان اور مال اللہ کے دین کی مدد اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے دفاع اور حمایت کے لیے پیش کر دیا تھا اور انہوں نے اسلام کی راہ میں شدید مصائب اور اذیتوں کو برداشت کیا تھا۔ حتی کہ آپ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ہم پر کسی کا کوئی ایسا احسان نہیں، جس کا بدلہ ہم نے نہ دیا ہو ماسوائے ابوبکر کے کیونکہ اس کا جو ہم پر احسان ہے اُس کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی انھیں قیامت کے دن دے گا۔ اور جتنا نفع مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال نے پہنچایا اتنا نفع مجھے کسی کے مال نے نہیں پہنچایا۔ اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ خبردار! تمہارا صاحب اللہ کا خلیل ہے''[1]

نبی کریم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دنیا میں اس سے بڑھ کر اور کوئی صلہ نہیں دیا کہ آپؐ نے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ان کی صاحبزادی سے شادی کر لی اور اس طرح ان کے مابین (سسرالی) رشتہ قائم ہو گیا۔ جس نے ان کی باہم دوستی اور رابطے کو مزید مستحکم کر دیا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو ان کے والد عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام پر مزید استحکام، صداقت، اخلاص اور راہ دین میں جاں نثاری کی صورت میں، ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنی۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخشی اور مینارِ اسلام کو بلند کر دیا۔ آپ ﷺ کا ان سے دامادی کے رشتے سے منسلک ہو جانا ان کی راہ اسلام میں دی جانے والی قربانیوں کا بہترین صلہ تھا۔ اس طرح نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اپنے وزیر اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مابین شرف و منزلت اور مصاہرت میں مساوات قائم فرما دی۔

---

[1] ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکر، رقم الحدیث ۳۶۶۱۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ کا ان دونوں بزرگوں کی بیٹیوں سے شادی کرنا ان کے لیے بہت بڑا اعزاز بلکہ احسان تھا۔ اس شرف کے علاوہ کسی اور اعزاز سے انہیں اپنی زندگی میں عزت دینا ممکن بھی نہ تھا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے اس اکرام کو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ اپنی بیٹیاں بیاہ کر مساوی کر دیا۔ یہی وہ چار رجال عظیم ہیں جو آپ ﷺ کے تعلیم یافتہ شاگردوں میں سب سے بڑے صحابی شمار ہوتے ہیں۔ یہی چاروں حضرات اور آپ ﷺ کی شریعت اور دعوت کو پھیلانے میں آپ ﷺ کے خلیفہ بھی تھے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا حکمت ہو سکتی ہے؟

سیاسی مقاصد

نبی ﷺ کی شادیوں کے متعدد مقاصد میں سے ایک مقصد دشمنوں کے دل جیتنا، اسلام کے ساتھ ان کی مخاصمت ومخالفت کو کم کرنا، قبائل کو اس رشتے کے ذریعے اپنے قریب تر کرنا اور اس طرح نور حق کو پھیلانے کا راستہ ہموار کرنا بھی تھا۔ ہم یہاں چند مثالیں درج کرتے ہیں جن سے پتہ چلے گا کہ نبی ﷺ کی شادیوں کے ذریعے کتنے زبردست سیاسی فوائد حاصل ہوئے۔

(1) بنو مصطلق کا قبیلہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی دشمنی میں پیش پیش تھا۔ اس قبیلے کا سردار حارث اسلام کا کٹر دشمن تھا۔ غزوہ بنو مصطلق میں اس قبیلے کو شکست ہوئی اور اس قبیلے کے بہت سے لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئے۔ ان قیدیوں میں بنو مصطلق قبیلہ کے سردار کی ایک بیٹی جویریہ بنت حارث بھی تھیں۔ انہوں نے اپنے اسیر کنندہ سے مکاتبت کا معاہدہ کیا اور زر مکاتبت ادا کرنے کی خاطر نبی ﷺ سے مدد کی درخواست کی۔ نبی ﷺ کو جب یہ پتہ چلا کہ یہ سردار قبیلہ کی بیٹی ہیں تو آپ ؐ نے انھیں یہ پیشکش کی کہ اگر انھیں منظور ہو تو ان کا زر فدیہ میں ادا کر دوں گا، وہ مجھ سے نکاح کر لیں۔ حضرت جویریہ نے نبی ﷺ کی یہ پیشکش بخوشی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبول کر لی۔ نبی ﷺ نے ان کا زرِ مکاتبت ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے حضرت جویریہ سے نکاح کر لیا ہے تو انہوں نے بنو مصطلق قبیلہ کے تمام اسیروں کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ یہ لوگ نبی ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہیں ہمارے لئے مناسب نہیں کہ انھیں اپنی قید میں رکھیں۔ اس طرح آزاد ہونے والے ایک دو آدمی نہ تھے بلکہ حضرت جویریہ کی شادی کی برکت سے تقریباً سو گھرانوں کو آزادی نصیب ہوئی۔ بنو مصطلق نے جب نبی ﷺ کی اس عالی ظرفی اور مسلمانوں کے دلوں میں موجزن حبِ رسولؐ کے زبردست جذبے کا مشاہدہ کیا تو وہ سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

یہ بات معمولی نہیں ہے کہ ایک شادی کی برکت سے اسلام کے ایک کٹر دشمن قبیلے نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی چھوڑ کر نبی ﷺ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةٍ عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا۔ ①

''ہم نے کسی عورت کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے لیے اس سے زیادہ برکت کا باعث بنی ہو جتنی برکت کا باعث جویریہ اپنی قوم کے لئے بنیں۔''

(2) حیی بن اخطب بھی بنو مصطلق کے سردار حارث کی طرح اسلام کا زبردست دشمن تھا۔ اس کی بیٹی صفیہ بنت حیی بن اخطب غزوۂ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئیں۔ نبی ﷺ نے انہیں بلایا اور ان کے سامنے دو صورتیں رکھیں۔

پہلی صورت یہ تھی کہ وہ اسلام قبول کریں اور آپؐ انھیں آزاد کر کے اپنی زوجیت کا شرف بخشیں۔ دوسری صورت یہ تھی کہ اگر وہ یہودیت پر قائم رہنا چاہیں تو آپ انہیں آزاد کر دیں اور وہ اپنی قوم کے پاس واپس چلی جائیں۔ انہوں نے بڑی خوشی سے اسلام قبول کر کے نبی ﷺ کی زوجیت میں آنا پسند کیا۔ حضرت صفیہ سے نبی ﷺ کا نکاح اس لحاظ سے انتہائی بابرکت تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ نکاح سے پہلے یہودی مسلمانوں کے خلاف ہر جنگ میں

① سنن ابی داؤد، باب بیع المکاتب، رقم ۳۹۳۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی نہ کسی شکل میں شریک نظر آتے ہیں لیکن اس نکاح کے بعد اسلام کی ابتدائی تاریخ میں یہودی کسی جنگ میں مسلمانوں کے مدمقابل نظر نہیں آتے۔ بلکہ قیام اسرائیل تک یہود نے مسلمانوں کے خلاف کھلم کھلا کبھی صف آرائی نہیں کی گویا ۱۳۰۰ سال تک ظاہری لحاظ سے دشمنی ختم ہوگئی۔

(3) جناب ابوسفیان کی اسلام دشمنی سے کون واقف نہیں۔ قوم قریش کا نشان جنگ انھی کے گھر میں رہتا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو قوم کے ہر فرد پر آبائی ہدایات اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ اسلام کے خلاف اکثر جنگوں میں ابوسفیان ہی نے لشکر قریش کی قیادت کی۔ نبی ﷺ نے اسلام کے اس کٹر دشمن کی لخت جگر ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اس رشتے کا اثر یہ ہوا کہ جناب ابوسفیان کی اسلام دشمنی کا زور ٹوٹ گیا اور وہ بہت جلد اسلام کے جھنڈے تلے اپنی جان کی بازی لگانے کے لئے تیار کھڑے نظر آئے۔ کیا یہ نکاح نبی ﷺ کی ایک انتہائی کامیاب سیاسی تدبیر نہ تھی جس نے اسلام کے سب سے بڑے دشمن کو مسلمانوں کی صفوں میں لا کھڑا کیا؟

(4) ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کیجیے، ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی۔ اس نکاح نے ملک نجد سے صلح اور اسلام کے پھیلانے میں بہترین نتائج پیدا کیے۔ حالانکہ قبل ازیں یہ اہل نجد تھے جنہوں نے ستر واعظان دین رضی اللہ عنہم کو اپنے ملک میں لے جا کر غداری کرتے ہوئے قتل کیا تھا اور اہل نجد ہی وہ تھے جن کی وجہ سے کئی بار نقص امن اور فساد انگیزی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واقعات ظہور میں آچکے تھے۔اس لیے ہر ایک شخص کو جو امن عامہ اور اصلاح ملک کے فوائد کا منکر نہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا۔

الغرض آنحضرت ﷺ کی شادیوں کی اصل غرض وغایت اسی طرح کے مقاصد اور حکمتیں تھیں۔اسلام کے نزدیککوئی مسلمان لڑکی یا لڑکا محض اس لئے جوان نہیں ہوتا کہ بس شادی کر کے بیٹھ جائے۔اسلام کے نزدیک مسلمان کے بلوغ و شباب سے نہایت اہم مقاصدِ جلیلہ وابستہ ہیں۔مسلمان کی تخلیق اصل اور اولین مقصد طاغوتی طاقتوں کے سفینے ڈبو کر نُورِ توحید کو دنیا کے ہر اس مقام تک پہنچانا ہے جہاں کفر، شرک اور بدعتوں کے اندھیرے پھیلے ہوئے ہیں۔ شادی اسی اہم مقصد میں اعانت کا ایک ضروری وسیلہ ہے تاکہ جسم وجنس کے مطالبوں کی تسکین سے زندگی میں جماؤ اور استقامت پیدا ہو جائے اور مومن اعلائے کلمۃ الحق کے لئے پوری مستعدی سے کام کرتا ہے۔اللہ کے آخری رسول ﷺ تو سید البشر تھے۔آپؐ انسانی فطرت کے اس تقاضے سے مستثنیٰ نہ تھے لیکن اس مقصد کے لیے آپ ﷺ کو ایک سے زیادہ بیویوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔اسی لئے پچاس بلکہ پچپن سال کی عمر تک، جو اس قسم کی خواہشات کے عروج کا زمانہ ہوتا ہے، آپ نے صرف ایک زوجہ محترمہ پر اکتفا کیا۔اس کے بعد آپ نے جو شادیاں کیں ان کے پیچھے تعلیمی، سماجی، تشریعی اور سیاسی مقاصد کارفرما تھے۔[1]

---

[1] ماخوذ از

- ☆ ضیاء النبی از پیر کرم شاہ صاحب الازہری، جلد ۷ ص ۴۷۹ تا ۴۹۰
- ☆ رحمۃ للعالمین از مولانا قاضی سلیمان منصور پوری جلد ۲ ص ۱۹۹ تا ۲۱۲
- ☆ محمد رسول ﷺ کی حکمت بھری شادیاں، مقالہ نگار الشیخ محمد علی صابونی مترجم محمد یوسف ص ۱۸ تا ۳۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک انصاف پسند مسیحی محقق منٹگمری واٹ کا تجزیہ پیش خدمت ہے:

"The last feature to be noted about Muhammad's marriage is that he used both his own and those of the closest companions to further political ends. This was doubtless a continuation of older Arabian Practice. All Muhammad's own marriages can be seen to have a tendency to promote friendly relations in the political sphere.

Khadijah brought him wealth, and the beginning of influence in Mecca politics. In the case of Sawdah, whom he married at Mecca, the Chief aim may have been to provide for the widow of a faithful Muslim, as also in the later marriage with Zaynab bint Khuzaymah; but Sawdah's husband was the brother of a man whom Muhammad perhaps wanted to keep from becoming an extreme opponent; and Zaynab's husband belonged to the clan of al-Muttalib, for which Muhammad had a special responsibility, while he was also cultivating good relations with her own tribe of Amir bin Sasaah۔ His first wives at Medina, Aishah and Hafsah, were the daughters of the men on whom he learned most, Abu Bakr and Umar and Umar also married Muhammad's grand-daughter, umm Kulthum

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

bint Ali- Umm Salamah was not merely a deserving widow, but a close relative of the leading man of the Meccan clan of Makhzum. Juwayriyah was the daughter of the Chief of the tribe of al-Mustaliq, with whom Muhammad had been having special trouble. Zaynab bint Jahsh, besides being Muhammad's cousin, was a confederate of the Meccan clan of Abd Shams, but a social motive may have outweighed the political one in her case -to demonstrate that Muhammad had broken with old taboos. Nevertheless the clan of 'Abd Shams' and Abu Sufyan b. Harb in particular, were in his thoughts, for Abu Sufyan had a Muslim daughter, umm Habibah, married to a brother of Zaynab bint Jahsh; and when the husband died in Abyssinia, Muhammad sent a messenger there to arrange a marriage with her. The marriage with Maymunah would similarly help to cement relations with her brother-in-law, Muhammad's uncle, al-Abbas. There may also have been political motives in the unions with the Jewesses, Safiyah and Rayhanah." (1)

''محمد (ﷺ) کی شادیوں کے بارے میں جس آخری بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی اور اپنے قریبی ساتھیوں کی شادیوں کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتے تھے۔ یہ ایک ایسی رسم تھی جو عربوں میں پہلے سے جاری تھی۔ محمد (ﷺ) کی اپنی تمام شادیوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سیاسی تعلقات میں اضافے کا مقصد کارفرما نظر آتا ہے۔ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے ساتھ شادی سے آپ کو دولت ملی اور مکی سیاست میں آپؐ کے اثر کا آغاز بھی اسی شادی سے ہوا۔ سودہ اور زینب بنت خزیمہ سے شادی کا سب سے بڑا مقصد مخلص مسلمانوں کی بیواؤں کو باوقار پناہ مہیا کرنا تھا لیکن سودہ کے خاوند کا بھائی ایک ایسا شخص تھا، جس کے متعلق محمد (ﷺ) یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ کھل کر آپ کے مدمقابل آجائے۔ اور زینب کے خاوند کا تعلق قبیلہ بنو مطلب سے تھا، جس سے متعلق محمد (ﷺ) کی خصوصی ذمہ داریاں تھیں، اس کے ساتھ ساتھ محمد (ﷺ) زینب کے قبیلے "عامر بن صعصعہ" سے بھی اچھے تعلقات قائم کر رہے تھے۔ مدینہ میں آپ کی پہلی دو بیویاں، عائشہ اور حفصہ، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی صاحبزادیاں تھیں جن سے محمد (ﷺ) کا خصوصی تعلق تھا۔ ام سلمہ، محض ایک مستحق بیوہ ہی نہ تھیں بلکہ وہ مکی قبیلہ بنو مخزوم کے سردار کی رشتہ دار بھی تھیں۔ جویریہ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں، جن کے ساتھ محمد (ﷺ) کے تعلقات خاص طور پر بہت خراب تھے۔ زینب بنت جحش محمد (ﷺ) کی پھوپھی زاد ہونے کے علاوہ قبیلہ بنو عبد شمس کے حلیف قبیلے کی فرد بھی تھیں، لیکن ان کے معاملے میں سماجی محرکات، سیاسی محرکات پر فوقیت لے گئے، کیونکہ اس شادی کے ذریعے محمد (ﷺ) یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ آپ نے پرانی رسموں سے رشتہ توڑ لیا ہے۔ مکی قبیلہ عبد شمس اور ابوسفیان بن حرب خصوصی طور پر محمد (ﷺ) کی نظر میں تھے۔ ابوسفیان کی ایک بیٹی ام حبیبہ تھی جو مسلمان تھی اور اس کی شادی زینب بنت جحش کے ایک بھائی سے ہوئی تھی۔ ان کا خاوند جب حبشہ میں فوت ہو گیا تو محمد (ﷺ) نے ایک قاصد حبشہ اس لیے بھیجا کہ ام حبیبہ سے آپ کی شادی کے انتظامات کو آخری شکل دی جائے۔ میمونہ سے شادی بھی حضرت عباس سے آپ کے تعلقات کو مضبوط کرنے میں مدد دے سکتی تھی جو میمونہ کے برادر نسبتی اور محمد (ﷺ) کے چچا تھے۔ یہودی الاصل عورتوں صفیہ اور ریحانہ سے آپؐ کی شادی کے مقاصد بھی سیاسی ہو سکتے ہیں"۔ ①

---

① محمد ایٹ مدینہ صفحہ ۲۸۷ تا ۲۸۸ بحوالہ ضیاء النبی ۷/ ۵۳۹۔۵۴۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلامی کا خاتمہ اور نکاح بیوگان

رسول کریم ﷺ کی ان شادیوں سے غلامی کے خاتمے کا بھی راستہ کھلتا ہے۔ سیدہ صفیہ اور سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اس زمرے میں آتا ہے اسی طرح امہات المومنین کی فہرست پر نظر ڈالنے پر نکاح بیوگان کی خاص ترغیب سمجھ آتی ہے تاکہ معاشرے میں ان کا کھویا ہوا مقام بحال ہو جائے۔ سو جہاں جہاں اسلام کی کرنیں پہنچیں وہاں وہاں بیوگان اپنا مقام پاتی گئیں۔ (وللہ الحمد)

نکاح صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش نبوت کے پانچویں سال ہوئی اور رسول کریم ﷺ سے نکاح چھ سال کی عمر میں جبکہ رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے یہی کنواری تھیں جبکہ بقیہ بیوہ یا مطلقہ تھیں۔

آپ ﷺ کی بیوہ یا مطلقہ ازواج مطہرات کی شرح فیصد (Percentage) 91 ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔ لہٰذا نبی مکرم ﷺ کو جنسی اعتبار سے حدّ اعتدال سے نکلا ہوا قرار دینا، کتنی بڑی خیانت اور ناانصافی ہے۔ اس اعتبار سے معترض شخص اپنے ضمیر کو کیونکر دبا لیتا ہے؟ اور اس کے لیے اپنے اندر کے انسان کو تھپک کر سُلا دینا کیسے سہل ہو جاتا ہے؟ اور وہ کس طرح اپنے ضمیر کی خلش مٹا لیتا ہے؟ شاید وہ اپنا ضمیر بیچ بیٹھا ہے اور شرانگیزی پر اتر آیا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت نبی ﷺ ۵۰ سے ۵۳ برس کے تھے۔ معترضین شاید عمروں کے اس تفاوت کو قابل اعتراض سمجھ رہے ہوں مگر شاید وہ بھول بیٹھے ہیں کہ اگر یہ فرق قابل گرفت ہوتا تو عرب، جو آپ کی جان کے درپے تھے، سب سے پہلے یہی اعتراض اٹھاتے۔ انہیں تو بس یہ سوجھی کہ متبنّٰی (Readopted) بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ، جو آپ کی پھوپھی زاد بھی تھیں، سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شادی کرنا، روایات کو توڑنا ہے۔ اس نکاح سے تو عرب میں بڑی ہلچل مچی، لیکن نکاح عائشہؓ پر کوئی حرف گیر نہ ہوا۔ اس طرف کسی کی توجہ ہی نہیں گئی۔ دیکھیں ایک لڑکی کی اچھی نشو ونما ہو اور وہ بلوغت کو بھی پہنچ چکی ہو تو اس کے نکاح میں کیا رکاوٹ ہے؟ جبکہ بلوغت کے بعد دیر تک شادی نہ کرنے سے کئی مسائل جنم لیتے ہیں، جنہیں آج کے دور میں سمجھنا دشوار نہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رخصتی کے وقت نو برس کی تھیں، لیکن ان کا قد کاٹھ اور جسمانی صحت کسی طور بھی ان کے کم عمر ہونے کا غماز نہیں۔ اس کے دو سبب ہیں:

اوّل: مدینہ کا بخار دوم: بہتر نشو ونما

اس کی تفصیل یہ ہے کہ، ہجرت کے بعد کئی ایک مہاجر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہ آئی، جس کی وجہ سے وہ بیمار پڑ گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے تھے۔ خدمت گزار بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا نے والدِ محترم کی تیمارداری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مگر خدا کی کرنی، کہ جب باپ صحت یاب ہوا تو صاحبزادی خود بستر پر جا پڑیں۔ اور بخار کی حدّت اتنی شدید تھی کہ اس کے زیر اثر سر کے بال جھڑ گئے۔ ① بخار کے ساتھ جہاں ظاہری کمزوری لاحق ہوتی ہے، وہیں خون کی حدّت اور رفتار بھی تیز ہو جاتی ہے، جس سے بلوغت کا عمل تیز ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرد علاقوں کے مقابلے گرم علاقوں کے افراد جلدی حدِّ بلوغت کو پہنچ جاتے ہیں۔

دوسری وجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیان فرماتی ہیں:

''میری والدہ مجھے فربہ کرنے کی تدبیریں کرتی تھیں، تاکہ میری رخصتی کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کریں لیکن بے سود۔ پھر میں نے تازہ کھجوروں کے ساتھ ککڑی کھائی تو مناسب فربہی حاصل ہوگئی۔'' ②

---

① صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی عائشة، رقم الحدیث (۳۸۹۴)

② صحیح ابن ماجة رقم الحدیث ۳۳۲۴، صحیح ابوداؤد رقم حدیث ۳۹۰۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قد کاٹھ کے لحاظ سے بھی مناسب تھیں۔ انہی سے مروی ہے کہ عید کا دن تھا، حبشی نیزہ بازی کا کھیل پیش کر رہے تھے۔ فرماتی ہیں کہ (اچھی طرح یاد نہیں پڑتا) یا تو میں نے خود نبی ﷺ سے کہا یا آپؐ نے خود پوچھا تھا کہ کیا تم (کھیل) دیکھنا چاہتی ہو؟ تو میں نے کہا جی ہاں! تو آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا اس وقت میرا گال آپ کے رخسار مبارک کو چھو رہا تھا۔ آپؐ فرما رہے تھے: ''اے بنی ارفدہ! کھیلتے رہو۔'' حتی کہ میں تھک گئی (تو) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''بس کافی ہے''؟ (تو) میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، آپؐ نے فرمایا: تو پھر چلی جاؤ۔'' [1]

اس حدیث میں قابل غور الفاظ (خَدِّی عَلٰی خَدِّہٖ) میرا رخسار آپؐ کے مبارک رخسار کو چھو رہا تھا، ایسا اسی وقت ممکن ہے جب عائشہ رضی اللہ عنہا قد میں آنحضرت ﷺ کے قریب ہوں۔ لہٰذا والدین نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں اپنی بیٹی کی رخصتی کے لئے درخواست گزار ہوئے۔ [2]

غلامانہ ذہنیت (Pedophilia) اور اس کی حقیقت

شاید ان نام نہاد محققین (Researchers) کی باگِ تحقیق کو یہاں لگام پڑ جاتی ہے۔ یا شاید تعصّب اپنا کام دکھانے لگتا ہے! عالم انسانیت کی سب سے اُونچی پاکیزہ شخصیت ﷺ پر غلامانہ ذہنیت (Pedophilia) کی تہمت لگانے والوں کے لیے غور کا مقام ہے کہ والدین کا رخصتی پر اصرار کرنا اور نبی ﷺ کا اصرار نہ کرنا، آخر کیا معنی رکھتا ہے؟

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اس پر روشنی ڈال رہے ہیں:

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جب نکاح ہوا تھا تو اس وقت چھ برس کی تھیں۔ اس کم سنی کی شادی کا اصل منشا نبوت اور خلافت کے درمیان تعلقات کی مضبوطی تھی۔ ایک تو خود عرب کی گرم آب و ہوا میں عورتوں کی غیر معمولی نشوونما کی طبعی صلاحیت موجود ہے، دوسرے عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جس طرح ممتاز اشخاص کے دماغی اور ذہنی قویٰ میں ترقی کی غیر معمولی استعداد ہوتی ہے، اسی طرح قد و قامت میں

---

① صحیح بخاری، باب الحراب، والدرق یوم العید، رقم الحدیث ۹۵۰۔

② سیرت عائشہ از سید سلیمان ندوی ص ۳۱، طبع دارالابلاغ لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالیدگی کی خاص قابلیت بھی ہوتی ہے۔ اسی کو انگریزی میں ''پری کوشیس'' کہتے ہیں۔
بہر حال اس کم سنی میں رسول اللہ ﷺ کا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں قبول کرنا، اس بات کی صریح دلیل ہے کہ لڑکپن ہی سے ان کی نشو ونما، ذکاوت، جودت ذہن اور نکتہ رسی کے آثار نمایاں تھے۔'' ①

جب ہم غلمانیہ ذہنیت رکھنے والے شخص (Pedophile) کی نفسیات اور اس کے افعال، جو اس کی نفسیات ہی کے عکاس ہوتے ہیں، کا مشاہدہ کرتے ہیں تو بھی آنحضرت ﷺ اس سے کوسوں دور نظر آتے ہیں کیونکہ ایسا شخص عموماً نفسیاتی طور پر بیمار ہوتا ہے۔ لچر گفتگو اس کی عادتِ ثانیہ ہوگی، اس کی مجلس (Company) بری ہوگی۔ اس کی عادت بالخصوص، اس کی آنکھیں اس کی گندی ذہنیت کی چغلی کھا رہی ہوں گی حتی کہ وہ زنا جیسے معاشرتی ناسور سے بھی گریز نہیں کرے گا۔ گویا ایسا شخص انسانیت کے نام پر بدنما دھبہ ہوتا ہے اور ایسی ذہنیت والے شخص کا صحت مند معاشرہ قائم کرنے میں معاون ہونا تو درکنار، اچھے معاشرے کے بگاڑ میں وہ پیش پیش ہوتا ہے۔ جبکہ نبی ﷺ خود بھی اعلیٰ اخلاق سے متصف تھے اور آپؐ نے اپنے ماحول پر بھی اس کے دوررس اثرات مرتب کیے۔ وہ ایک صحت مند معاشرے کا قیام عمل میں لائے۔ اور اچھے معاشرے کے لوازم کی نا صرف نشاندہی کی بلکہ انہیں عملی شکل میں پیش بھی کیا۔ ظلم، جھوٹ، زنا، سود وغیرہ کو حرام قرار دیا۔ ایسا معاشرہ قائم کیا کہ جو بھی اس کارواں میں شامل ہوا، اپنی مثال آپ بنا۔ چنانچہ سیّدنا جعفر طیّار رضی اللہ عنہ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی (جو اس وقت مسیحی تھے) کو بتایا:

''اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے، جو جاہلیت میں مبتلا تھی، ہم بت پوجتے، مردار کھاتے، بدکاریاں کرتے، قرابت داروں سے تعلق توڑتے، ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے تھے اور ہمارا طاقتور کمزور کو کھا رہا تھا۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا، اس کی اعلیٰ نسبی، سچائی، امانت اور پاکدامنی ہمیں پہلے ہی معلوم تھی۔

① سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا از سید سلیمان ندوی، ص ۲۷، طبع دار الابلاغ لاہور۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس کے سوا جن پتھروں اور بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے، انہیں چھوڑ دیں، اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، قرابت جوڑنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے اور حرام کاری وخون ریزی سے باز رہنے کا حکم دیا، اور خواہش نفس میں ملوث ہونے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا۔ اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اس نے ہمیں نماز، روزہ اور زکوۃ کا حکم دیا۔ اسی طرح حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے کام گنوائے، پھر کہا: ہم نے اس پیغمبر کو سچا جانا، اس پر ایمان لائے اور اس کے لائے ہوئے دین خداوندی میں اس کی پیروی کی۔ چنانچہ ہم نے صرف اللہ کی عبادت کی، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ اور جن چیزوں کو اس پیغمبر نے حرام بتایا، انہیں حرام مانا، اور جن کو حلال بتایا، انہیں حلال جانا۔ اس پر ہماری قوم بگڑ گئی، اس نے ہم پر ظلم کیا اور ہمیں ہمارے دین سے پھیرنے کے لیے فتنوں اور سزاؤں سے دوچار کیا تاکہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بت پرستی کی طرف پلٹ جائیں۔ اور جن گندی چیزوں کو پہلے حلال سمجھتے تھے، انہیں پھر حلال سمجھنے لگیں۔ جب انہوں نے ہم پر بہت قہر وظلم کیا، زمین تنگ کر دی۔ اور ہمارے درمیان اور ہمارے دین کے درمیان رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے تو ہم نے آپ کے ملک کی راہ لی اور دوسروں پر آپ کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کی پناہ میں رہنا پسند کیا۔'' [1]

معروف مستشرق تھامس کارلائل نے لکھا ہے:

---

[1] الرحیق المختوم صفحہ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"We shall err widely if we consider this man as a common voluptuary; intent mainly on base enjoyments, may on enjoyment of any kind۔"①

''ہم بہت بڑی غلطی کریں گے اگر ہم ان صاحب (پیغمبر اسلام) کو ایک ایسا عام لذّت پسند شخص گردانیں گے، جو بنیادی طور پر گھٹیا عیش کوشی پر مائل ہو (جبکہ وہ) کسی بھی قسم کی لطف اندوزی سے گریز کرتے تھے۔''②

عیش کوشی ممکن ہی نہیں

''معاندین نے یہ نظریہ عام کیا کہ ابتدا ہی سے (رسول اکرم ﷺ کا) مطمح نظر دنیاوی اقتدار تھا۔ اور جب یہ اقتدار میسّر آ گیا تو (نعوذ باللہ) ممکنہ دادِ عیش دی۔ یہ دعویٰ اور نظریہ ہی بنیادی طور پر بے حقیقت ہے۔ ختمی مرتبت ﷺ کا دور رسالت شروع ہوا تو عمر شریف چالیس (۴۰) سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ عیش کوشی کی عمر تو چالیس (۴۰) سال سے قبل کی ہوتی ہے۔ اس عمر میں تو بد کردار افراد کے کردار میں بھی ٹھہراؤ آ جاتا ہے۔ نیک کردار پختہ ہو جاتا ہے اور اس میں کسی ہوس کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

تیرہ سالہ (۱۳) مکی دور معاندین کو بھی تاباں نظر آتا ہے۔ اس پورے دور میں ایک جانکاہ جدّ وجہد کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ہجرت کے بعد کم از کم چھ (۶) سال یعنی حدیبیہ تک بادِ مخالفت کے تند و تیز طوفان اٹھتے رہے، جنہوں نے سکون درہم برہم کر رکھا تھا۔ ایک طرف معاشرے کی تطہیر و تعمیر، دوسری جانب قلیل وسائل کے ساتھ اس معاشرے کا اندرونی اور بیرونی خطرات سے دفاع، ایسے مشاغل تھے جو ایک لمحے کی مہلت نہ دیتے تھے۔ صلح حدیبیہ ہی حیاتِ طیّبہ کا وہ سنگِ میل ہے جس کے بعد حالات پوری طرح قابو میں نظر آتے ہیں۔ اس وقت عمر شریف انسٹھ (۵۹) سال ہو چکی تھی۔ اگر کسی عیش و عشرت کا امکان ہو سکتا ہے تو اس کے بعد آخری ایّام میں۔

---

①(Thomas Carlyle; on heroes and Hero-worship, P-65)

② بحوالہ اسلام، پیغمبرِ اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر از ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ صفحہ ۳۲۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آخری ایام بھی شدید جدّ وجہد کے ایام ہیں۔ فتح خیبر، فتح مکہ، جنگ حنین، محاصرہ طائف، جعرّانہ کی مصروفیات، غزوہ تبوک، کئی چھوٹی مہمات، وفود عرب، حجۃ الوداع، جیشِ اسامہ کی تیاری، یہ سب آخری چار برسوں کی مصروفیات ہیں۔ نہ جانے ان ایام میں معاندین کو عیش وعشرت کے کون سے آثار ملے جن کی بنیاد پر انہیں اس دعوے کی جرأت ہوتی ہے۔

عہد نبوی کے تمام راوی، ابتدائی مؤرخین ومحدّثین اور سیرت نگار اس امر پر متفق ہیں کہ نبی ﷺ کی زندگی سادگی کا پیکر تھی۔ تمام گھریلو کام دستِ مبارک سے انجام پاتے تھے۔ اپنا لباس خود پیوند فرماتے۔ اپنے نعلین کی خود مرّمت کر لیتے۔ گھر میں امہات المؤمنین خود اپنے ہاتھ سے کام کرتیں۔ دخترِ دلبند کے ہاتھ چکی پیسنے سے خوں چکاں رہتے۔ رہائش گاہ تک پختہ نہ تھی۔ سخت اور کھردرے بستر پر آرام فرماتے۔ کھجور کی چھال بھرا تکیہ اور گدّا سامانِ راحت تھا۔ کھجور کی چٹائی فرشِ استراحت تھی۔ کبھی شاہانہ لباس نہیں پہنا۔ ریشم کو نہ صرف اپنی ذات بلکہ تمام مسلمان مردوں کے لیے ممنوع قرار دیا۔ اوڑھنے کے سامان میں ہمیشہ کالی کملی ہی کا تذکرہ کیا گیا۔ سفر کے لیے صرف ایک خیمہ تھا۔ غسل خانے میں صرف ایک برتن پتھر کا اور ایک ٹب لکڑی کا تھا۔

دربارِ نبوی میں آرائش وتزیین نام کی کوئی شے نہ تھی۔ نہ تخت تھا، نہ تاج۔ کچی مسجد کے ناپختہ صحن میں زمین پر یہ دربار لگتا۔ فخرِ سلاطین فرش زمین پر، کھجور کے ستون کے سہارے جلوہ فرما ہوتے۔ نہ فرش تھا، نہ پردے۔ مسجد اور حجروں کی چھت کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی جو بمشکل سات فٹ بلند ہوگی۔ ریاستی خزانے کا کوئی وجود ہی نہیں تھا تو خازن ونگران کا کیا سوال۔ دولت آتی تو صحن مسجد میں ڈھیر کر دی جاتی جو فی الفور مستحقین میں تقسیم کر دی جاتی۔ مطبخ شاہی نام کی کوئی شے نہ تھی۔ زندگی فقر وفاقے میں بسر ہوئی، ہر آنے والا دن، رزق اپنے ساتھ لے کر آتا۔ وصال ہوا تو ترکے میں ایک درہم نہ چھوڑا۔ گھر میں کھانے کے لیے بھی کچھ نہ تھا۔ ورثے میں چند تلواریں، زرہیں، نیزے، خُود، ڈھال اور چند مویشی چھوڑے۔ نہ کوئی ذاتی جائداد تھی نہ مال ودولت۔ صرف ایک اللہ کا نام تھا جو اپنے ورثا کے لیے چھوڑ گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عیش وعشرت کا ثبوت سامانِ تعیش ہوتے ہیں، جن کا حیاتِ پاک میں کوئی وجود نہیں ملتا۔ مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں سوائے فقر و بے نیازی کے کسی اور کیفیت کا تصور تک نہیں پیدا ہوتا۔ کیا یہی وہ عیش تھا جس کی خاطر اقتدار کی طلب تھی اور جسے حاصل کرنے کے لیے ساری زندگی جدوجہد کی گئی۔ اس قسم کا ہر دعوی محض کذب، افتراء، بہتان، اور تہمت تراشی ہے۔''①

سیدہ عائشہؓ سے نکاح پُر حکمت تھا

وحی الٰہی کے مطابق طے پانے والے اس نکاح میں امت کے لیے کئی ایک بھلائیاں اور حکمتیں پنہاں تھیں۔ مثلاً یارِ غار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیرینہ تعلقات کو مزید تقویت ملی۔ اس کے علاوہ عائشہ رضی اللہ عنہا رحلت نبی ﷺ کے پچاس برس بعد تک حیات رہیں۔ کم عمری میں صحبت نبوی میسر آئی۔ اس میں بھی ایک اہم حکمت کارفرما نظر آتی ہے۔ مولانا وحید الدین خان صاحب رقمطراز ہیں:

''کچھ مسلمانوں کے سوال کے جواب میں، میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ دور پریس سے پہلے پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی باتوں کو ریکارڈ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو کم عمر افراد منتخب کیے تاکہ وہ آپ کی زندگی میں آپ کی باتوں کو اخذ کریں اور آپ کی وفات کے بعد دیر تک اس کو انسانوں تک پہنچاتے رہیں۔ چنانچہ یہ لوگ آپؐ کی وفات کے بعد دیر تک آپ کے لیے زندہ ٹیپ ریکارڈ بنے رہے۔

ان دو صاحبان میں ایک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے اور ایک عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت ۲۵ سال تھی جب کہ وہ آپ کے ساتھی بنے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ۱۰ سال تھی۔ جب کہ وہ آپ کی زوجہ کی حیثیت سے آپ کے ساتھ رہنے لگیں۔ ابوھریرہ کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کثرت سے حدیثیں یاد کرلیں۔ ان کی روایات کی تعداد ۵۳۷۴ بتائی گئی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا غیر معمولی ذہین تھیں۔ چنانچہ انہوں نے حکمت نبوت کو اخذ کیا۔ ان کے استنباطات یا فتاویٰ فہم دین کے سلسلہ میں انتہائی اہمیت رکھتے ہیں۔''②

① اسلام، پیغمبرِ اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، از ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ صفحہ ۳۴۷-۳۴۹۔

② ڈائری 94-1993 تاریخ ۱۵ ستمبر ۱۹۹۴ صفحہ 335۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے غیر معمولی حافظے کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان سے 2210 روایات مروی ہیں اوران کی ذہانت بھی حافظہ کی طرح غیر معمولی تھی۔ کیوں کہ صحابہ کرام کو جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اور حل ہوتا نظر نہ آتا تو ام المومنین رضی اللہ عنہا سے رجوع کرتے اور قابل توجہ امر یہ ہے کہ سائلین میں کبار وصغار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کوئی فرق نہیں یعنی عمر فاروق، عثمان ذوالنورین، ابن عباس اور ابوہریرۃ رضی اللہ عنہم تک ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔

اس سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کی مرویات میں سے اکثر کا تعلق انسان کی پرائیویٹ زندگی سے ہے۔ ان کی روایت کردہ احادیث ہی ان کی اسلام میں اہمیت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ نیز ان کی مرویات کی اہمیت اس طرح واضح ہوتی ہے کہ اگر ان کو ساقط کر دیا جائے تو اسلام کی پرائیویٹ زندگی کے حوالہ سے کی گئی راہنمائی تقریباً مفقود ہو جائے۔

ہم اس موضوع کا اختتام مولانا مودودی رحمہ اللہ کے اس اقتباس پر کرتے ہیں:

''چونکہ یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ذکر آ گیا ہے اس لیے آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ اُن اعتراضات کا جواب بھی دے دیا جائے جو نبی ﷺ کے اس نکاح پر کیے جاتے ہیں۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ ۵۴۔۵۵ سال کی عمر میں ۹ سال کی ایک لڑکی سے شادی کرنا، اور ۱۸ سال کی عمر میں اسے بیوہ چھوڑ جانا، جبکہ قرآن کی رُو سے اس کا نکاح ثانی بھی کسی شخص سے نہ ہوسکتا ہو، کیا یہ (معاذ اللہ) ظلم نہیں ہے؟ اور کیا اتنے سن رسیدہ آدمی کے لیے اتنی کم سن لڑکی کا نکاح (معاذ اللہ) نفس پرستی کی تعریف میں نہیں آتا؟ اور کیا ۹ سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ اس میں کسی لڑکی پر ازدواجی زندگی کا بارڈال دیا جائے؟''

دراصل اس قسم کے اعتراضات صرف اس صورت میں پیدا ہوتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کو ایک عام مرد اور ایک عام لڑکی کا نکاح سمجھ لیا جائے۔ حالانکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ اللہ کے رسول تھے جن کے سپرد انسانی زندگی میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا کرنا اور معاشرے کو اس انقلاب کے لیے تیار کرنا تھا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک غیر معمولی قسم کی لڑکی تھیں، جنہیں اپنی عظیم صلاحیتوں کی بنا پر اس انقلابی معاشرے کی تعمیر میں نبی ﷺ کے ساتھ مل کر اتنا بڑا کام کرنا تھا جتنا دوسری تمام ازواج مطہرات سمیت اس وقت کی کسی عورت نے نہیں کیا، بلکہ یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کے کسی رہنما کی بیوی بھی اپنے شوہر کے کام کی تکمیل میں ایسی زبردست مددگار نہیں بنی جیسی عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی مددگار ثابت ہوئیں۔ اُن کے بچپن میں اُن کی ان صلاحیتوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ تھا۔ اسی بنا پر اپنے رسول کی معیت کے لیے ان کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔ بخاری، باب تزویج عائشہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تم کو دو دفعہ دکھایا گیا اور کہا گیا کہ یہ آپ کی بیوی ہے۔ ترمذی، ابواب المناقب میں ہے کہ جبریل رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر سبز ریشم میں لائے اور آپ ﷺ سے کہا کہ یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہیں۔ پس یہ انتخاب نبی ﷺ کا اپنا نہ تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا تھا، اور اللہ ہی کو معلوم تھا کہ ۶ سال کی اس کم سن لڑکی کو اُس کے رسول پاک ﷺ کے فیض تعلیم و تربیت سے سیراب ہو کر اسلامی معاشرے کی تعمیر میں کس قدر عظیم خدمت انجام دینی ہے۔

جو لوگ اس معاملہ میں نبی ﷺ پر نفس پرستی کا الزام لگاتے ہیں وہ خود اپنے ضمیر سے پوچھ کر بتائیں، کیا ایسا شخص نفس پرست ہو سکتا ہے جو پچیس سال کی عمر سے پچاس سال کی عمر تک صرف ایک ایسی بیوی پر قانع رہے جو عمر میں اُس سے ۱۵ برس بڑی ہو؟ جو پہلی بیوی کی وفات کے بعد ایک سن رسیدہ بیوہ سے نکاح کر لے اور چار پانچ برس تک صرف اسی پر قناعت کیے رہے؟ جو اگر نفس پرستی کی خاطر شادیاں کرنے والا ہوتا تو معاشرے میں اسے اتنی زبردست محبوبیت حاصل تھی کہ وہ جتنی اور جیسی خوبصورت باکرہ لڑکیوں سے بیاہ کرنا چاہتا ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والدین اپنے لیے فخر وعزت سمجھ کر اس کیحضور پیش کرنے کے لیے تیار ہو جاتے؟ جو اس کے باوجود صرف ایک باکرہ لڑکی کے سوا بعد میں جتنی شادیاں بھی کرے بیوہ یا شوہر دیدہ (ثیّبہ) عورتوں ہی سے کرے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس نوعیت کے اعتراضات کرنے والے اپنے ذہن میں ازدواجی زندگی کا صرف شہوانی تصور ہی رکھتے ہیں۔ ان کے پست ذہن اتنی بلندی تک جا ہی نہیں سکتے کہ اس عظیم انسان کے مقاصد ازدواج کو سمجھ سکیں جو ایک اعلیٰ وارفع کام کی مصلحتیں مدّنظر رکھ کر کچھ خواتین کو اپنی شریک زندگی اور شریک کار بنائے۔

رہا ظلم کا الزام، تو اس معاملہ میں بھی معترضین بس یہ ایک سادہ سی صورتِ واقعہ پیش نظر رکھتے ہیں کہ ایک سن رسیدہ آدمی نے ۹ سال کی لڑکی سے شادی کر کے ۱۸ سال کی عمر میں اسے بیوہ چھوڑ دیا، جبکہ اس کے لیے نکاح ثانی کا بھی امکان نہ تھا اور اسے ساری جوانی بیوگی کے عالم ہی میں گزارنی تھی۔ اس سطح سے بلند تر ہو کر یہ لوگ کبھی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، اور نہیں کرنا چاہتے کہ جس کارِ عظیم کا فائدہ خلقِ خدا کو کسی محدود زمانے کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے، اور کسی محدود علاقے میں بھی نہیں بلکہ دنیا بھر میں پہنچنے والا ہو، اس کام میں ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جانیں اور ان کے مال کھپ جانا بھی کوئی مہنگا سودا نہیں ہے، کجا کہ صرف ایک خاتون کی جوانی اس میں کھپ جانے کو قربانی کی بجائے ظلم سے تعبیر کیا جائے۔ اور وہ جوانی بھی اگر قربان ہوئی تو صرف اس معنیٰ میں کہ اس کو ازدواجی زندگی کے لطف سے محروم ہونا پڑا۔ اس کے ماسوا کسی اور نقصان کی وہ لوگ نشان دہی نہیں کر سکتے جو اس بلند پایہ خاتون کی ذات کو پہنچا ہو۔ لیکن دوسری طرف دیکھیے کہ گھریلو زندگی کے تمام خرخشوں اور مشغولیتوں سے فارغ ہو کر اپنی پوری بقیہ زندگی کو عورتوں اور مردوں میں اسلام اور اس کے احکام وقوانین اور اس کے اخلاق وآداب کی تعلیم دینے میں صرف کر کے اس عظیم ہستی نے کتنی بے بہا خدمات انجام دیں۔ علمِ حدیث کا جس شخص نے بھی مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نکاح میں نہ آتیں اور آپ ﷺ سے تعلیم وتربیت پانے کا ان کو موقع نہ ملتا، تو اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام کے علم کا کتنا بڑا حصہ اُمتِ مسلمہ تک پہنچنے سے رہ جاتا۔ ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔ اور وہ صرف احادیث روایت کرنے والی ہی نہ تھیں بلکہ فقیہ اور مفسّر اور مجتہد اور مفتی بھی تھیں۔ انہیں بالاتفاق مسلمان عورتوں میں سب سے زیادہ فقیہ مانا جاتا۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی بعض مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کا شمار مدینہ طیبہ کے ان چند علماء میں ہوتا تھا جن کے فتوے پر لوگوں کو اعتماد تھا۔ اس بیش بہا اجتماعی فائدے کے مقابلے میں وہ تھوڑا سا ذاتی نقصان کیا حیثیت رکھتا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جوانی میں بیوہ ہو جانے سے پہنچا۔ اور تعجب تو یہ دیکھ کر ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں یہ اعتراض وہ عیسائی حضرات کرتے ہیں جن کے ہاں کسی اجتماعی مفاد کے بغیر محض بے مقصد تجرّد کی زندگی بسر کرنا راہبوں اور راہبات کے لیے صرف قابلِ تعریف ہی نہیں ہے بلکہ مذہبی خدمات بجالانے والوں کے لیے لازم بھی ہے۔

پھر جن لوگوں کو ۹ برس کی عمر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زفاف پر اعتراض ہے وہ نہیں جانتے کہ اسلام دینِ فطرت ہے، اور فطری حیثیت سے جب ایک لڑکی کا نشوونما اتنا اچھا ہو کہ وہ اس عمر میں جسمانی طور پر بالغ ہو چکی ہو تو اس کا شوہر کے پاس جانا بالکل جائز و معقول ہے۔ صرف ایک غیر فطری اور غیر اخلاقی قانون ہی نکاح کے لیے لڑکی اور لڑکے کی ایک خاص عمر مقرر کرسکتا ہے۔ کیونکہ یہ قید صرف جائز ازدواجی تعلق ہی پر پابندی عائد کرتی ہے، خارج از نکاح تعلقات زن و مرد پر کوئی پابندی نہیں لگاتی۔ اور بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ ایسے قوانین بنانے والوں کو عمر نکاح سے پہلے زنا کے ارتکاب پر کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ عملاً ان کے ہاں ۹۔۱۰ سال کی لڑکیاں اور لڑکے آزادانہ جنسی عمل کرتے ہیں، اور اس کے نتیجے میں اگر کوئی لڑکی "کنواری ماں" بن جائے تو ان کی ساری ہمدردیاں اسی کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اُس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت کوئی اعتراض نہ اُس لڑکی پر ہوتا ہے جو عمر نکاح سے پہلے ماں بنی، اور نہ اُس لڑکے پر ہوتا ہے جس نے عمر نکاح سے پہلے ایک لڑکی کو ماں بنایا۔ ایسی گھٹیا اخلاقی اقدار رکھنے والے آخر کیا منہ لے کر اسلام کے اس قانون پر اعتراض کرتے ہیں کہ جسمانی طور پر جو لڑکے اور لڑکیاں بالغ ہوں ان کا نکاح جائز ہے اور اس کے لیے کسی خاص عمر کی شرط نہیں ہے۔ شادی کے لیے قانوناً ایک عمر مقرر کر دینے کے تو معنٰی ہی یہ ہیں کہ اس عمر کو پہنچنے سے پہلے عقدِ حلال بہر حال نہیں ہوسکتا، خواہ فعل حرام کتنا ہی ہوتا رہے۔'' [1]

☆☆☆☆☆

---

[1] سیرت سرور عالم، جلد دوم صفحہ ۶۳۰۔۶۳۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر اسلام ﷺ اور تشدد پسندی

ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ o

”اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔“ ①

”آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات اور آپ کی بعثت دراصل پوری نوع انسانی کے لیے رحمت ہے، آپ ﷺ ہی کے ذریعے غفلت میں پڑی ہوئی اور راہ راست سے بھٹکی ہوئی انسانیت کو ایسا علم نصیب ہوا جو حق و باطل کی راہوں کو ممیّز کر کے سیدھی راہ دکھاتا اور اس پر چلاتا ہے جس سے انسان نے دنیا کی زندگی اچھے طریقے سے بسر کرنے کا اصول اور ڈھنگ سیکھا، پھر اس راہ پر چلنے سے انسان کی اخروی زندگی بھی سنور جاتی ہے۔ آپ ﷺ کی یہ مہربانی تو ان لوگوں پر تھی جو آپ پر ایمان لائے، بدکرداروں اور کافروں کے لیے بھی آپ ﷺ کی ذات بابرکت باعث رحمت تھی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

”اور جب تک آپ ﷺ ان کافروں کے درمیان موجود ہیں، اللہ ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا۔“ ②

① الانبیاء ۲۱/۱۰۷۔ ② الانفال ۸/۳۳۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں آپ کی دعا ہی کی وجہ سے خسف (زمین میں دھنسایا جانا)، مسخ (انسانوں کا بندر، خنزیر وغیرہ بننا) اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے والے عذاب موقوف ہوئے اور مسلمانوں پر آپ ﷺ کی رحمت کی داستان تو اتنی طویل ہے جس کا حصر یہاں ممکن نہیں۔قرآن نے واضح کردیا کہ آپ مومنوں کے حق میں رحمت بھی تھے اور رحیم بھی۔

کفار مکہ آپ ﷺ کی بعثت کو اپنے لیے ایک مصیبت سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس شخص نے ہماری قوم میں پھوٹ ڈال دی باپ سے بیٹے، اور بھائی سے بھائی کو غرض سب رشتہ داروں کو ایک دوسرے سے جدا کر کے رکھ دیا۔ان کے اسی قول کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"نادانو! جس ہستی کو تم مصیبت سمجھ رہے ہو۔مسلمان تو درکنار وہ تمہارے لئے بھی اللہ کی رحمت ہے کیونکہ علوم نبوت اور تہذیب و انسانیت کے جو اصول وہ پیش کر رہا ہے ان سب سے مسلم و کافر اپنے اپنے مزاج کے موافق مستفید ہو رہے ہیں"۔ ①

پیغمبر اسلام ﷺ اچھے اَخلاق کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔یہی وجہ تھی کہ ایک دوسرے سے دست و گریبان ہونے اور صدیوں تک دشمنی ختم نہ کرنے والے لوگ آہستہ آہستہ آپ ﷺ کے قریب ہوتے گئے۔قرآن مجید یہ حقیقت اس طرح بیان کرتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ○

"پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے ہیں اور اگر آپ بدخلق (اور) سخت دل ہوتے (تو) یقیناً وہ آپؐ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔سو ان سے درگزر کیجیے اور ان کے لئے بخشش مانگیے۔" ②

① تفسیر القرآن ۲/۱۳۳-۱۳۳۔(از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ) ② آل عمران ۳/۱۵۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مقام پر یہ حقیقت اس طرح آشکار کی گئی ہے:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا

''اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی۔ پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔''①

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حبشہ کے فرماں روا نجاشی کے سامنے برملا اعلان کیا:

''اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے تھے مردار کھاتے، بدکاریاں کرتے، رشتوں ناتوں کو توڑتے اور طاقتور، کمزور کو کھا جایا کرتا تھا۔ اسی اثناء میں ہمارے اندر ایک شخص پیدا ہوا جس کے نسب، شرافت، سچائی اور دیانت سے ہم لوگ پہلے ہی آگاہ تھے۔ اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھایا کہ ہم پتھروں اور بتوں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ سچ بولیں، خون ریزی سے باز رہیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسایوں کو آرام دیں، پاک دامن عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں اور صدقہ دیں۔ ہم اس پر ایمان لائے، شرک اور بت پرستی چھوڑ دی اور تمام برے اعمال سے باز آئے۔''②

① آل عمران ۳/۱۰۳۔ ② مسند احمد ۵/۲۹۱۔ رقم ۲۲۵۵۱ سند حسن ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرب کی حالت زار کی منظوم تصویر

مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان میں یوں کہا:

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا
کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لبِ جُو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یونہیں روز ہوتی تھی تکرار ان میں
یونہیں چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوفِ شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی تھی جو شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جُوا ان کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب اُن کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا، غفلت تھی، دیوانگی تھی
غرض ہر طرح اُن کی حالت بری تھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہت اس طرح ان کو گزری تھیں صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاکِ بطحانے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دُعائے خلیل اور نوید مسیحا ①

غیر مسلم مؤرخ کی گواہی

ایک ہندو مؤرخ کے۔ایس راما کرشنا راؤ پیغمبر اسلام کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

"ایک عام کہاوت ہے کہ ایک دیانتدار اور ایماندار آدمی شریف اور معزز ترین شاہکارِ الٰہی ہوتا ہے۔محمد ﷺ دیانتداری اور ایمانداری میں بہت اعلیٰ اور ارفع تھے۔ اپنے نہاں خانہ دل تک وہ انسانیت دوست اور انسانیت نواز تھے۔انسانی ہمدردی اور انسانی الفت ورافت آپ کی روح کی غذا تھی۔خدمتِ انسانیت، ارتقائے انسانیت، تزکیۂ انسانیت، تعلیم انسانیت اور اگر لفظ واحد میں بیان کیا جائے تو انسان کو صحیح معنی میں انسان بنانا، یہی آپ کے مشن کا مقصد وحید تھا۔خیالات میں اور قول وفعل میں انسانیت کی فلاح و بہبود آپ کی روحِ دروں کی آواز تھی اور یہی آپ کا واحد راہنما اصول تھا۔آپ انتہائی صلح جو اور انتہائی بے غرض اور بے لوث انسان تھے۔صرف اللہ کے بندے اور اس کے رسول، بندۂ الٰہی پہلے اور رسولؑ بعد میں۔" ②

① مسدس حالی ص ۱۵۔۱۶۔ ② محمد دی پرافٹ از کے ایس راما کرشنا راؤ ص ۲۶۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسی شخصیت جس کی ذات ہی باعث رحمت و برکت ہو، جو مجسم اخلاق ہو، جس کی بدولت دنیا کو اپنے پروردگار کی پہچان اور جینے کا ڈھنگ آیا ہو اور جس کے چشمۂ رحمت و شفقت سے انسان تو انسان، جانور بھی سیراب ہوئے ہوں، کیا وہ دنیا کو دہشت زدہ کر کے انہیں جبراً اپنا پیرو بنا سکتا ہے؟ بلکہ بنانا تو کُجا کیا بنانے کا سوچ بھی سکتا ہے؟ اور کیا وہ ایسے اصول و ضوابط وضع کر سکتا ہے کہ جن کے نتیجے میں دنیا امن کا گہوارہ بننے کی بجائے اذیت و فساد کی آماجگاہ بن جائے؟ ہر گز نہیں ۔۔۔۔۔

نبوت سے پہلے کا ارفع کردار

پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دنیا اور اہل دنیا کی ہدایت اور فلاح و بہبود میں گزرا اور آپ کی یہ عادت و فطرتِ مبارکہ نبوت تفویض ہونے سے پہلے ہی عروج پر تھی۔ آپ شروع سے ہی اس طرح کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ تاریخ عرب بالخصوص مکہ کی ریاست میں قیام امن اور بنیادی انسانی حقوق بالخصوص مظلوموں اور بے کسوں کی دادرسی کا پہلا معاہدہ آپ ﷺ ہی کے عہدِ شباب میں طے پایا جسے "حلف الفضول" [1] کا نام دیا گیا۔ اہل لغت نے اس کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی: "قریش نے اس حلف کو "حلف الفضول" کے نام سے اس لیے موسوم کیا کہ انہوں نے یہ حلف اٹھایا تھا کہ وہ کسی مظلوم کا حق ظالم کے پاس نہیں چھوڑیں گے اس کو ہر حال میں واگزار کرائیں گے"۔ [2]

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے یہ لکھا ہے: "اس معاہدے کو حلف الفضول اس لیے کہتے ہیں کہ اول اول اس معاہدے کا خیال جن لوگوں کو آیا ان کے نام میں لفظ "فضیلت" کا مادہ داخل تھا یعنی فضیل بن حارث، فضیل بن وداعہ اور مفضل"۔ [3]

---

[1] "حلف الفضول" میں لفظ حلف، "ح" کے زیر اور زبر دونوں طرح مستعمل ہے۔ حلف کے معنی "قسم" کے علاوہ "معاملہ" کے بھی ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۵۱۲/۸۔) [2] القاموس المحیط ۳۱/۴۔

[3] سیرۃ النبی ﷺ ص ۱۳۲ جلد اول طبع ادارہ اسلامیات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''حلف الفضول کے بارے میں ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ عربی میں حق کو فضل بھی کہتے ہیں جس کی جمع فضول ہے اس لیے یہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا یعنی معاہدہ حقوق یا معاہدہ حفظ حقوق''۔ (1)

بنو ہاشم، بنو مطلب، بنو اسد بن عبدالعزیٰ، بنو زہرہ بن کلاب اور بنو تیم بن مرّۃ نے آپس میں یہ عہد و پیمان کیا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آئے گا خواہ مکے کا رہنے والا ہو یا کہیں اور کا، یہ سب اس کی مدد اور حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس کا حق دلوا کر رہیں گے۔ اس اجتماع میں پیغمبر اسلام ﷺ بھی تشریف فرما تھے اور شرف رسالت سے مشرف ہونے کے بعد فرمایا کرتے تھے:

''میں عبداللہ بن جدعان کے مکان پر ایک ایسے معاہدے میں شریک تھا کہ مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ بھی پسند نہیں اور اگر دورِ اسلام میں اس عہد و پیمان کے لیے مجھے بلایا جاتا تو میں ضرور شامل ہوتا۔'' (2)

حجر اسود کی تنصیب کا فیصلہ

قریش نے کعبہ کی تعمیر نو کرتے ہوئے حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرنا چاہا تو قبائل کے مابین اختلاف رونما ہو گیا۔ باہمی لڑائی کے آثار نمایاں نظر آنے لگے یہاں تک کہ بنو عبدالدار اور بنو عدی بن کعب نے خون کی لگن میں ہاتھ ڈبو کر مرنے مارنے کا عہد کر لیا۔ قریب تھا کہ اہل مکہ اپنے امن و عافیت کے آبگینہ کو چکنا چور کر دیتے مگر جب پیغمبر اسلام ﷺ کو آتے دیکھا بے اختیار کہہ اٹھے ''امین'' آ گئے ہمیں ان کا فیصلہ منظور ہو گا۔ چنانچہ آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا گیا تو مکہ کے امن و امان کی فضا آپ کے پر حکمت فیصلہ سے قائم رہی اور وہ دست و گریبان نہ ہوئے۔

---

(1) رسول رحمت ﷺ ص ۷۰۔ طبع شیخ غلام علی اینڈ سنز

(2) سیرت ابن ہشام ۱/۱۳۱، ۱۳۵، مختصر السیرۃ شیخ عبداللہ ص ۳۰۔۳۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ نے ایک چادر منگوا کر حجر اسود کو اس میں رکھا اور جھگڑنے والے قبائل کے سرداروں کو چادر کے چاروں کنارے پکڑائے سب نے چادر کو اوپر اٹھایا پھر آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے حجر اسود کو اس کی مقررہ جگہ پر پر رکھ دیا۔ اس معقول فیصلے سے ساری قوم راضی ہو گئی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ برس تھی۔ ①

میثاقِ مدینہ

پیغمبر اسلام ﷺ نے ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کے درمیان عقیدے، سیاست اور نظام کی وحدت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیادیں اُستوار کرلیں تو غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات منظّم کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔

آپ ﷺ کا مقصود و مطلوب یہ تھا کہ ساری انسانیت امن و سلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو اور اس کے ساتھ ہی مدینہ اور گردو پیش کا علاقہ ایک وفاقی وحدت میں منظّم ہو جائے چنانچہ پیغمبر اسلام ﷺ نے رواداری اور کشادہ دلی کے ایسے قوانین وضع فرمائے کہ جن کا اس تعصب اور غلو پسندی سے بھری ہوئی دنیا میں کوئی تصور ہی نہ تھا۔

مدینہ میں مسلمانوں کے سب سے قریبی پڑوسی یہود تھے۔ ان سے ایک معاہدہ طے پایا۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف سے کیئے گئے اس معاہدے میں انھیں دین و مذہب اور جان و مال کی بڑھوتری کی مطلق اجازت تھی اور جلاوطنی اور ضبطی جائیداد یا جھگڑے کی سیاست کا کوئی پہلو اختیار نہیں کیا گیا تھا۔ یہ مذہبی رواداری، امن اور فراخدلی کی ایسی مثال ہے جس پر دنیا بجا طور پر فخر کرسکتی ہے۔

دور جدید کی اقوام متحدہ بھی فریقین میں اس سے بہتر اور رواداری پر مبنی معاہدہ نہیں کرا سکتی کیونکہ یہ محسن انسانیت ﷺ کی سیاسی بصیرت اور حسن تدبیر کا مثالی شاہکار ہے جنہیں ہر وقت تائیدالٰہی حاصل تھی۔

---

① الرحیق المختوم ۹۲۔۹۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس معاہدہ کی دفعات پر ایک نظر ہی سے حقیقت اجاگر ہو جاتی ہے دیکھیے:

۱) بنو عوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک ہی امت (سیاسی وحدت) ہوں گے۔ یہود اپنے دین اور مسلمان اپنے دین پر عمل کریں گے۔ خود ان کا بھی یہی حق ہوگا اور ان کے غلاموں کا بھی اور بنو عوف کے علاوہ دوسرے یہود کے بھی یہی حقوق ہوں گے۔

۲) یہود اپنے اخراجات کے ذمہ دار ہوں گے اور مسلمان اپنے اخراجات کے۔

۳) جو طاقت اس معاہدے کے کسی فریق سے جنگ کرے گی سب اس کے خلاف آپس میں تعاون کریں گے۔

۴) اس معاہدے کے شرکاء کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کی بنیاد پر ہوں گے، گناہ پر نہیں۔

۵) کوئی آدمی اپنے حلیف کی وجہ سے مجرم نہ ٹھہرے گا۔

۶) مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

۷) جب تک جنگ برپا رہے گی یہود بھی مسلمانوں کے ساتھ خرچ برداشت کریں گے۔

۸) اس معاہدے کے سارے شرکاء پر مدینہ میں ہنگامہ آرائی اور کشت وخون حرام ہوگا۔

۹) جو کوئی یثرب (مدینہ) پر دھاوا بول دے اس سے لڑنے کے لئے سب باہم تعاون کریں گے اور ہر فریق اپنے اپنے اطراف کا دفاع کرے گا۔

۱۰) یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لئے آڑ نہ بنے گا۔

۱۱) قریش اور اس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

۱۲) اس معاہدے کے فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس سے فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے۔ [1]

---

[1] سیرت ابن ھشام ۱/۵۰۳-۵۰۴ بحوالہ الرحیق المختوم ۲۶۳-۲۶۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میثاق مدینہ پر مختلف دانشوروں کے تبصرے

عظیم مسلم سکالر و ادیب محمد حسنین ہیکل لکھتے ہیں:

"یہ ہے وہ تحریری معاہدہ جس کا ہر لفظ انسانی معاشرہ کے سچے اور مخلص ہمدرد محمد رسول اللہ ﷺ کی رحمت و برکت عطا کرنے والی سوچ کا مرہون منت ہے۔ آج سے 1415 سال پہلے جس معاہدہ کی تحریر نے انسانی معاشرہ کو تا قیامت ایسا امن و سکون بخش ضابطہ حیات دیا جس کی پناہ میں رہنے والے ہر گروہ کو اپنے عقیدے پہ قائم رہنے کا حق حاصل ہے، ایک ایسا ضابطۂ حیات جس نے انسانی زندگی کی حرمت قائم کر دی، انسانی معاشرہ میں ایک دوسرے کے مال و اسباب کو تحفظ بخشا، ایسا ضابطۂ حیات جو ارتکاب جرم میں گرفت اور مواخذہ کا دباؤ قائم کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس معاہدہ میں شریک بستی (شہر مدینہ) اس میں رہنے والوں کے لیے امن کا گہوارہ بن گئی۔ غور فرمائیے اس معاہدہ نے معاشرہ کی سیاسی اور مدنی زندگی کو ارتقاء کی کتنی بلندیوں سے ہمکنار کر دیا۔ وہ معاشرہ جس کی سیاست اور مدنیت پر ابھی تک لاقانونیت اور جبر و قہر کا ہاتھ مسلط تھا، ہر طرف فساد و بلا کا دور دورہ تھا۔ اب وہاں باہم رواداری، بھائی چارہ، مروّت، ایثار اور وفا کے باغ لہلہانے لگے۔ ابتدا میں یہود مدینہ کے تین خاندان شریک معاہدہ نہ تھے۔ بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع۔ لیکن کچھ دنوں بعد یہ بھی معاہدہ میں شریک ہو گئے۔"[1]

[1] حیات محمد ﷺ ۳۵۳-۳۵۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محترم حامد انصاری یوں تبصرہ کرتے ہیں

"یہودیوں کے ساتھ مذہبی رواداری، آزادی اور ان کے حقوق کا تحفظ یہ تاریخ ساز دستاویز اور اس کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں۔ مذہبی رواداری، امن وسلامتی، آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہے۔ یہ معاہدہ ان لوگوں کے ساتھ کیا گیا جو قرآن کی زبان میں ظلم اور گناہ کی راہ میں تیز رو تھے۔ جھوٹ کے عادی، حرام کھانے میں جری، سود خور اور سرمایہ دار، غریبوں کا مال ناحق ہضم کرنے والے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اس معاہدے کے بعد بھی اس قوم کو مزید رعایتیں دیں مگر بدنام اور بدکردار یہودیوں نے رعایت کو نظر انداز کر دیا"۔ [1]

ٹار آندرے نے اپنی رائے اس طرح بیان کی ہے

"مدینہ کی امت کے قوانین کسی دینی حکومت کے دستور کی وہ پہلی دستاویز ہیں جس نے بتدریج اسلام کو ایک عالمی مملکت اور عالمی دین بنایا۔ (اس دستور کے مطابق) اگر کوئی بھی مذہبی مقتدر اعلیٰ کے خلاف کام کرتا تو وہ اپنے قریبی رشتے داروں کے ہاتھوں بھی مامون ومحفوظ نہیں تھا۔" [2]

کے۔ ایس راما کرشنار لکھتے ہیں

"پیغمبر اسلام ﷺ کے ہاتھوں جس لیگ آف نیشنز کی بنیاد رکھی گئی اس نے ایسی آفاقی بنیادوں پر بین الاقوامی یک جہتی اور انسانی اخوت کا اصول مہیا کیا جو جو دوسری اقوامِ عالم کے لیے مشعل کا کام دے سکتی ہے۔" [3]

---

[1] اسلام کا نظام حکومت از حامد انصاری ص ۳۶۴۔

[2] Muhammad the Man and his faith by Tor Andrae P-136. New york 1960.

[3] محمد دی پرافٹ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صلح حدیبیہ

پیغمبر اسلام ﷺ ۶ھ میں ادائے عمرہ کی غرض سے اپنے ساتھ چودہ سو صحابہ کی جماعت لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن اہل مکہ نے عمرہ کی اجازت نہ دی۔ بات لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت تک جا پہنچی مگر نبی کریم ﷺ نے صلح جوئی اور امن کا راستہ اختیار کیا اور اہل مکہ کے ساتھ ان کی شرائط کے مطابق معاہدہ کرلیا۔ آنحضرت ﷺ کی امن پسندی اور صلح جوئی اس وقت عیاں ہوئی جب آپؐ بظاہر یہ ناگوار شرط بھی تسلیم کر لی کہ اگر کوئی مسلمان بھاگ کر مکہ آجائے گا تو اُسے اہل مدینہ کی طرف واپس نہیں بھیجا جائے گا۔ اس کے برعکس اگر مکہ کا کوئی فرد مدینہ چلا جائے گا تو مسلمان اسے واپس بھیجیں گے۔

اسی طرح جب صلح نامہ کے شروع میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بِسْمِ اللّٰہ کے بعد "من محمد رسول الله" لکھا تو کفار نے اعتراض کردیا کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ تسلیم کرلیں تو پھر جھگڑا کس بات؟ ہے کا۔ لہٰذا اسے مٹائیں اور "محمد بن عبدالله" لکھیں چنانچہ آپ ﷺ نے امن وسلامتی کی خاطر کفار کی منشا کے مطابق یہ الفاظ بدل بھی دیے۔

صلح حدیبیہ پر ایک ہندو دانشور کا تبصرہ

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک ہندو ادیب سوامی لکشمن پرشاد نے لکھا:

"صلح حدیبیہ بظاہر حضور انور ﷺ نے نہایت ذلت آمیز شرائط پر کی تھی مگر اس میں ایک نہایت گہری حکمت خداوندی مضمر تھی جسے سمجھنے کے لئے حضرت محمد ﷺ جیسے نبی برحق ہی کے دماغ کی ضرورت تھی۔ عام مسلمان اس صلح کو اپنی ذلت کا ایک نہایت افسوسناک مظاہرہ سمجھتے تھے۔ اس لیے خداوند کریم نے عام مسلمانوں کے اطمینان اور آسودگی قلب کے لیے ایک آیت نازل فرمائی۔ جس میں صلح حدیبیہ کو ایک قسم کی "فتح مبین" سے تعبیر فرمایا گیا۔ اس سے بعض مسلمانوں کی تشویش واضطراب تو دور ہو گیا مگر کچھ حضرات بدستور پریشان رہے لیکن مستقبل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قریب ہی میں پیش آنے والے واقعات نے اس بات پر مہر توثیق ثبت کردی کہ صلح حدیبیہ واقعی ایک فتح مبین ہی کا پیش خیمہ تھی۔ ان ذلت آمیز شرائط ہی میں ملک وملت کے لیے امن وامان اورانسانی فلاح وبہبود کا راز مضمر تھا۔ بعد میں پیش آنے والے واقعات سے قطع نظر اس وقت بھی اگر بنظر عمیق دیکھا جاتا تو صلح جسے عام مسلمان اپنی ''شکست فاش'' قرار دے رہے تھے، انہیں فتح مبین ہی نظر آتی۔

اسلام کی جنگ وجدال، صلح وآشتی اورامن وامان ہی کے لیے مخصوص تھی۔ پھر جب ان شرائط پر میان سے تلوار نکالے بغیر ہی خونریزی کا سدّ باب ہوگیا تو یہ اسلام کی فتح ہوئی یا شکست؟ اسلام کی سب سے بڑی ظفر مندی یہ نہیں کہ وہ ملک کو شعلہ زارِ جنگ وجدال بنادے بلکہ اس کی سب سے بڑی ظفر مندی شعلہ زار جنگ کو فردوس زار امن ورافت میں تبدیل کرنا ہے۔ اس حقیقت کو حضرت محمد ﷺ کی بلند نظری نے دیکھ لیا تھا اوران شرائط پر جنہیں عربوں کی اقتدار پسند طبیعت ذلّت آمیز قرار دے رہی تھی صلح وآشتی کا معاہدہ مرتب کر کے ملک کو جنگ کی شعلہ ریزیوں اور خونچکانیوں سے ایمن کر دیا تھا۔ اگر حضور انور ﷺ ذرا سی بھی اقتدار پسندی کے جذبے سے کام لیتے تو ہزاروں سرتن سے جدا ہوجاتے سینکڑوں عورتیں بیوہ اور سینکڑوں بچے یتیم ہوجاتے۔ مگر آپ ﷺ نے انتہائی دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنے متبعین اور مخلصین کی کثرت رائے کی بھی پروا نہ کرتے ہوئے بغیر تیر وتلوار کے وہ حیرت انگیز کارِ نمایاں کر دکھایا جسے جنگجویانِ اسلام تیر وتلوار کی قوت سے بھی سرانجام نہ دے سکتے اور ساتھ ساتھ یہ ذلّت آمیز شرط بھی کہ اگر کوئی آدمی مدینہ سے مکہ آجائے تو قریش اسے مسلمانوں کو واپس نہ دیں گے لیکن اگر قریش کا کوئی آدمی مدینہ پہنچے تو مسلمانوں کو واپس دینا ہوگا، زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی اور کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ خود قریش اسے منسوخ کر دینے پر مجبور ہوئے۔''[1]

---

(1) عرب کا چاند ۳۵۰۔۳۵۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیغمبرِ اسلام ﷺ امن وآشتی کے پیکر

یوں تو محسنِ انسانیت ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر گوشہ معاندین ومخالفین اور غیر مذاہب کے لوگوں سے حسن سلوک عفوودرگزر اور مثالی مذہبی رواداری سے عبارت ہے لیکن اس کا ایک اہم تاریخ ساز موقع فتح مکہ (۱۰ رمضان ۸ھ/ جنوری ۶۳۰ء) ہے جب آپ کو اپنے دشمنوں پر کامل غلبہ، اختیار اور اقتدار حاصل تھا۔ جب صحن کعبہ میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے زہریلے دشمن جمع تھے جنھوں نے محسن کائنات ﷺ کی شمعِ حیات کو گل کرنے کی انتھک کوششیں کی تھیں جن کے حملوں کے طوفان مدینہ کے درودیوار سے آکے ٹکراتے تھے۔ جنھوں نے پیغمبر رحمت ﷺ کو بدنام کرنے اور ان کی اذیت رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور جن کے جسم وجان اور دل ودماغ کی تمام تر توانائیاں نخل اسلام کی بیخ کنی میں صرف ہوئی تھیں۔ ان اہل مکہ میں وہ شقی القلب بھی ہیں جنھوں نے اعلائے کلمۃ الحق کے جرم میں اس کے حامیوں کو خاک وخون میں تڑپا دیا تھا۔ تپتی ریت پر گھسیٹا تھا۔ ہاتھوں میں میخیں ٹھونکی تھیں اور سینے پر تپتے ہوئے پتھر رکھے تھے۔ ان میں وہ ظالم وجابر بھی نظر آرہے تھے جنھوں نے حق کے پرستاروں کو چٹائیوں میں لپیٹ کر شدید زدوکوب کرکے اور دھواں دے کر اپنے سینے کی آگ کو ٹھنڈا کیا تھا۔ یہ وہ سفاک اہل مکہ ہیں جنھوں نے اللہ کے پیارے رسول ﷺ اور ان کے جاں نثار ساتھیوں کا معاشرتی مقاطعہ کیا تھا اور تین سال کے طویل عرصے تک شعب ابی طالب کی قید وبند اور بھوک وپیاس کی جان گسل کلفتیں کو جھیلنے پر مجبور کیا تھا۔ ان میں وہ جفاکار بھی دکھائی دے رہے ہیں جنھوں نے محسن کائنات ﷺ پر پتھروں کی برسات کردی تھی۔ آپ پر آوازیں کسنے کے لیے آپ کے پیچھے شہر کے آوارہ چھوکرے لگا دیے تھے۔ آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے اور بالآخر ان مظلومین کو گھر سے بے گھر ہونے پر مجبور کردیا تھا۔ یہاں تک کہ ظلم وقہر اور استبداد کا پہاڑ توڑنے والا سردار مکہ ابوسفیان بھی آج فتح اسلام کے سامنے سرافگندہ حاضر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باطل سرنگوں ہے اور کفر لرزہ براندام ہے۔ اشقیائے عرب کو خوب یقین ہے کہ آج ان سے تیرہ سالہ طویل عرصے کے ظلم و بربریت کا گن گن کر بدلہ لیا جائے گا۔ آج کوئی قوت انہیں اسلام کی تیغ آبدار سے نہیں بچا سکتی۔

سرفروشان اسلام اپنے سچے رب کے سچے وعدوں کے ایفا پر شاکر و نازاں ہیں۔ مظلوم فاتحین انتقام کی قہر آلود نظر سے ستم گر مفتوحین کی گھات میں ہیں۔ وہ بلال رضی اللہ عنہ پر کیے گئے مظالم بھلا سکتے ہیں اور نہ عمار اور ان کے والدین رضی اللہ عنہم پر کی گئی روح فرسا جفا کاریوں کو فراموش کرنا ان کے بس میں ہے، نہ بئر معونہ کے ستر شہدا کی مظلومیت انہیں چین کی نیند سلا سکتی ہے، نہ احد کی جفا کاریاں اور نہ خندق کی فریب کاریاں ذہن سے محو ہو سکتی ہیں۔ اللہ کے پیارے رسول ﷺ پر کیے گئے بے انتہا مظالم اور قہرمانیت کی یاد صحابہ کے سینوں میں رہ رہ کر انتقام کی انگڑائیاں لے رہی ہے اور اس انتقام کی آگ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تبدیل ہوا چاہتی ہے۔ ناموس رسالت پر مر مٹنے والے صحابہ جذبۂ انتقام کے ہاتھوں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں کہ ایمان و تیقن کے مرکز کی جانب سے اشارہ ملے تو اپنی تلواریں بے نیام کر کے برق آسمانی کی طرح ظلم و جبر کے ان آقاؤں پر ٹوٹ پڑیں لیکن سبحان اللہ! قربان جائیے اس فاتحانہ شان رحمت و امن عالم کے کہ دنیا نے دیکھا پیغمبر امن رضی اللہ عنہ ان دشمنوں کے ساتھ عین اس وقت جبکہ وہ مفتوح، قیدی، غلام، زیردست، بے بس اور بے کس تھے اور اپنی داستان مظالم کے طویل ماضی کو یاد کر کے یقین کر رہے تھے کہ آج ہماری خیر نہیں، پیغمبر رحمت و امن رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات میں رواداری اور عفو و درگزر کی وہ شان معراج پر نظر آتی ہے جو دیگر فاتحین عالم اور علمبرداران مذاہب میں مفقود و نابود ہے۔

اس موقع پر دشمن کے خوف و ہراس کے برعکس امن عالم کے نقیب اعظم ؐ نیا اعلان فرمایا:

"اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ"

"آج تو رحمت و امن کی برکھا کا دن ہے۔"[1]

[1] کتاب المغازی للواقدی ص ۸۵۴۔ فتح الباری ۸/۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتح مکہ کا دن کینہ پروردشمنوں سے انتقام لینے کا بہترین موقع تھا لیکن "اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَرْحَمَۃ" آج عام معافی اور رحمت کی برکھا کا دن ہے۔" کے انسانیت نواز اعلان کے ساتھ یہ اعلان جانفزا بھی آپ نے سنا دیا:

لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اذْھَبُوْا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔ ①

آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ ②

① زاد المعاد ۳/۴۰۸۔ ② پیغمبر امن ۲۷۹-۲۸۲۔

فائدہ: یہاں آنے والے لفظ 'الطلقاء' کو مستشرقین نے ایسا جامہ پہنایا دیا جو محض انکی کم علمی اور بغض و عناد پر دلالت کرتا ہے۔ انہوں نے ترجمہ کیا کہ وہ لوگ "طلقاء" ہیں جنہیں فتح کے موقع پر زبردستی مسلمان بنادیا گیا تھا حالانکہ یہ ترجمہ فتح مکہ کے موقع پر کیے جانے والے بے مثل حسن سلوک ہی نہیں بلکہ عربی زبان ومحاورہ کے بھی خلاف ہے۔ یہ طلیق کی جمع ہے جس کا مادہ طلق ہے عربی زبان میں کہا جاتا ہے۔ بَعِیرٌ طَلْقُ الْیَدَیْنِ یعنی وہ اُونٹ جسے باندھا نہ گیا ہو بلکہ کھلا چھوڑ دیا گیا ہو اسی طرح رَجُل طَلْق کا ترجمہ ہے۔ ایسا آدمی جس کے ذمے کچھ بھی نہ ہو یعنی بالکل آزاد۔ اسی طرح جس انسان کو غلامی سے آزاد کر دیا جائے اسے طلیق کہا جاتا ہے اسی سے لفظ اطلاق اور مطلق ہیں جن کا مفہوم ہر ذی علم سمجھتا ہے یعنی وہ حکم جس میں کسی قسم کی کوئی قید اور استثناء نہ ہو۔ لفظ طلاق بھی اسی سے ہے۔ (تاج العروس)

مزید یہ کہ تمام محدثین اور شارحین احادیث مثلاً قاضی عیاض، امام سیوطی، عبدالرحمٰن، امام ابن بطال، امام نووی، ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ وغیرہ نے اس لفظ کا مطلب وہ لوگ بتایا ہے جنہیں فتح مکہ کے موقع پر رسول رحمت 1 نے احسان کرتے ہوئے معاف کر دیا تھا اور بعد میں وہ خود ہی آپ 1 کی شان رحیمی دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل زیر بحث لفظ بولنے سے پہلے اور بعد کی صورتحال ہے۔ نیز اسلامی تعلیمات اور آج تک مسلم ممالک میں رہنے والے نسل در نسل غیر مسلم بھی اسکی شہادت دے رہے ہیں۔

لہٰذا اگر کسی فرد واحد نے جمہور امت اور گواہیوں کے برخلاف "طلقاء" کا غیر حقیقی مطلب لکھ دیا ہے تو اسکی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟ تاریخی لحاظ سے صفوان بن امیہ اور سہیل نے گو فتح مکہ کے موقع پر سرنڈر تو کر دیا تھا لیکن اسلام قبول نہیں کیا لیکن چند دنوں کے بعد وہ خود بخود اس پر تیار ہو گئے اس طرح کئی دوسرے افراد بھی تھے۔ یہ بات خود غیر مسلم بھی تسلیم کرتے ہیں، دیکھیں۔

(محمد پیغمبر عہد رواں، از کیرن آرمسٹرانگ، صفحہ ۱۶۰، اردو طبع ابوذر پبلی کیشنز لاہور)

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر اسلام، امن و آشتی کے خوگر اور مذہبی رواداری کے علمبردار تھے۔ تاریخ عالم کے اوراق کھنگال کر دیکھ لیں ایسی مثال ملنا محال ہے حتیٰ کہ یہ عفو عام ان لوگوں تک متعدی ہوا جو پل بھر چین نہ لینے دیتے۔ جہاں تک ان کا بس چلتا اسلامی سفینہ کے لیے دکھوں اور مصائب کے طوفان بنتے رہتے جبکہ چشم فلک اس وقت حیرت زدہ ہو گئی جب پیغمبر امن و سلامتیؐ نے نہ صرف اپنی لخت جگر بلکہ چچا کے قاتل کو بھی معاف کر دیا حتیٰ کہ چچا کا کلیجہ نکال کر چبانے والی شقی القلب عورت سے بھی درگزر فرمایا۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے اُس اسوۂ حسنہ کیبارے میں کتنی جامع بات کہہ دی ہے:

"مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم، معاملے میں راست بازی اور طاقت واختیار میں درگزر، تاریخ انسانیت کے وہ نوادر ہیں جو کسی ایک زندگی کے اندر اس طرح کبھی جمع نہیں ہوئے۔" [1]

غیر مسلم دانشوروں کا خراج تحسین

۱) سٹینلے لین پول لکھتا ہے:

"ظلم وتشدد کا الزام بمشکل ہی قابل اعتنا ہو سکتا ہے۔ میں نے قبل ازیں تادیب یہود کے متعلق بات کی ہے جو اس الزام کی بنیاد بنتی ہے۔ جنگ بدر کے بعد محمد ﷺ کا اسیران جنگ سے سلوک، دشمنان مدینہ کے ساتھ صبر و استقلال اور رواداری، بچوں اور بے زبان جانوروں سے آپ کی الفت و محبت اور سب سے بڑھ کر آپ کا بغیر خون بہائے مکہ میں پُر امن داخلہ اور اٹھارہ برسوں سے ہتک اور ظلم کی چکی میں پستے رہنے اور بالآخر جنگ و محاربتوں کے وقوع کے باوجود اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کو عام معافی دینا یہ سب حقائق اس بات کے ثبوت کے لیے کافی ہیں کہ ظلم و تشدد ہرگز آپ ﷺ کی فطرت کا حصہ نہیں تھا"۔ [2]

---

[1] رسول رحمت ﷺ ص ۴۳۹۔

[2] (Glimpses of Muhammad By Stanley lane poole, published in Journal Islamic literature of November 1956)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲) آرتھر گلمن رقمطراز ہیں:

''حضرت محمد ﷺ حد درجہ قابل تعریف ہیں کیونکہ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے اپنے مخالفوں کی دیرینہ بدسلوکی اور قدرتی طور پر اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی انتقام خیز ناراضی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی افواج کو ہر قسم کی خونریزی سے روکے رکھا''۔ ①

۳) ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد لکھتے ہیں:

''لشکر اسلام نے قریش مکہ کو یکا یک جالیا تھا۔ ایک ہی شب درمیان میں تھی جس میں وہ اپنی مدافعت کے لیے کچھ سامان جنگ کر سکتے تھے مگر ظاہر ہے کہ اتنے قلیل عرصے میں کیا ہو سکتا تھا؟ اب اگر مسلمانوں کا مقصد جنگ وغارت گری ہوتا تو ساکنان مکہ کی جان اور مال ان کی جوہر دار تلواروں کے رحم وکرم پر تھا۔ مگر بنی نوع انسان کے ہمدرد حضور انور ﷺ نے باوجود ان کی ناقابل برداشت زیادتیوں کے ان کے لیے کوئی سخت سزا تجویز نہیں کی بلکہ آپؐ کے اس عدیم المثال حکم سے جو آپ ﷺ نے اپنے لشکر کو دیا ایسی محبت اور ہمدردی ٹپکتی ہے کہ اس کے تصور سے آج بھی انسان کے اخلاقی احساس میں ایک عجیب رفعت و وسعت پیدا ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے یا اپنے گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ رہے۔ اس پر ہتھیار اٹھانا جرم تصور کیا جائے گا۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے یا گلی کوچوں میں بھی بغیر ہتھیار کے ملے اس سے قطعاً تعرض نہ کیا جائے۔

جذبات صلح و آشتی کا ایسا بدیع المثال نمونہ تاریخ کے صفحات پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ قریش کی مفسدہ پردازیاں اور روز افزوں ظلم وستم تقریباً ناقابل برداشت ہو چکے تھے اب ایک سنہرا موقع مسلمانوں کو حاصل تھا کہ ان کو جی بھر کر سزائیں دیتے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس حیرت انگیز غلبے اور اقتدار کے جو اس وقت مسلمانوں کو اہل مکہ پر حاصل تھا انہوں نے کوئی قتل وخونریزی نہیں کی۔ سب کو پناہ دے دی، سوائے ان لوگوں کے جو اس پر امن شہر کے راستے میں بھی مزاحم ہوں اور فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائیں۔'' ②

① (The Saracens by Arthur Gilman P-104 London 1887۔)

② عرب کا چاند ۳۶۴۔۳۶۵۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

۴) جی سنگھ دارا اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''سبحان اللہ، کیا ٹھکانہ دریائے رحمت کی اس طغیانی کا، یہ دریا اُمڈا اور ہر غلاظت و عفونتِ گناہ کو بہالے گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قتل کا قصد کرنے والوں، اپنی نورِ چشم کے قاتلوں اور اپنے چچا کا کلیجہ چبانے والوں سبھی کو معافی دے دی، قتل عام دنیا کی تاریخوں میں اکثر سنتے تھے مگر قاتلوں کی معافی کبھی نہیں سنی گئی۔''①

۵) ہندو ادیب رانا بھگوان داس اعتراف حقیقت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مقام فکر ہے کہ ہادی عالم، فاتح مکہ نے اپنے منشور رحمت سے فاتحین عالم کو کس قدر عدیم المثال جاودانی درس دیا ہے۔ جزیرہ نمائے عرب کی تاریخ شاہد ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان رحمت و محبت سے قلوب مسخر ہو گئے۔ فاتح مکہ کا یہ مقدس فرمان، مقاصد رسالت کی تکمیل میں مددگار ثابت ہوا۔ حرمت انسانیت کے جلوے جمال آرا ہوئے۔ سرزمین مکہ دارالامن اور دارالسلام قرار پائی۔ بلاشک اگر دنیا کے حکمران فاتح مکہ کے مقدس درس عالی پر عمل پیرا ہوتے تو اولادِ آدم کے لیے یہ دنیا ارضی بہشت بریں ہو جاتی۔ سید المرسلین ﷺ نے فتح مکہ میں فاتحین عالم کو فقید المثال درس دے کر نوعِ انسانی پر احسان عظیم فرمایا ہے اور آج بھی صرف یہی طریق محمدی امن عالم کا ضامن ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد 23 سال کے قدیم ترین دشمنوں، صحابہ کرام کو ہولناک اذیتیں دینے والوں، خود رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازشیں کرنے والوں کو معاف کر کے اہل مکہ کے دلوں کو مسخر کر لیا اور مفتوح قوم میں ذرا سا بھی جذبہ انتقام پیدا نہ ہو سکا۔ یہی اسوہ حسنہ آج بھی دنیا کی طاقتور قوموں اور با اختیار حکمرانوں کے لیے بہترین نمونہ عمل ہے۔''②

---

① رسول عربی ﷺ از جی سنگھ دارا ص ۱۱۸۔

② سرور کونین ﷺ اغیار کی نظر میں از بشر احمد شاہ اوبڑی ص ۱۱۴۔۱۱۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷) ایک یورپی دانشور اپنے تاثرات یوں قلمبند کرتا ہے:

"یہ ایک عجیب وغریب منظر تھا جس کی کوئی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ یہ وہ واقعہ اور موقع تھا جس میں پیغمبر اسلام ﷺ اپنا انتقام لے سکتے تھے۔ ان کے قدیم دشمن جنہوں نے ان پر طرح طرح کے ظلم کیے تھے۔ وہ اب ان کے قدموں میں تھے۔ کیا اب وہ ان کو روندڈالیں گے؟ کیا وہ ان کو دکھ دیں گے؟ کیا اب وہ اپنا بدلہ لیں گے؟ یہ وہ وقت تھا جس میں پیغمبر اسلام ﷺ کی اصل سیرت جلوہ نما ہوگئی۔ ہم اس کے تصور سے کانپ اٹھتے ہیں مگر دراصل ہوا کیا؟ گلیوں میں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔ حقائق دراصل حقائق ہیں اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دشمنوں پر فتح کا دن درحقیقت حضور سرورِ عالم ﷺ کا اپنے نفس پر سب سے زیادہ قدرت کا دن تھا۔ انہوں نے نہایت ہی فراخدلی سے قریش مکہ کے سارے مظالم کو معاف کردیا۔ انہوں نے مکہ کی ساری آبادی کو پناہ دی۔"[1]

پیغمبر اسلام ﷺ نے مکہ پر خاموشی سے چڑھائی بھی اسی وجہ سے کی تھی کہ کہیں وہ آگے سے لڑائی جھگڑے اور جنگ پر نہ اتر آئیں۔ دریں صورت قتل وغارت ناگزیر تھی لیکن آپ ﷺ کی پالیسی رنگ لائی اور بغیر خون بہے پورا مکہ اسلام کے تحت آگیا۔ اگر پیغمبر اسلام تشدد پسند ہوتے تو کیا ایسا ممکن تھا؟

امن وآشتی اور صلح جوئی آنحضرت ﷺ کی فطرتِ ثانیہ تھی۔ ایک آدمی نے عرض کی کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے مجھ پر حد جاری کریں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "کیا ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ فرمایا: جاؤ چلے جاؤ تمہاری غلطی معاف ہوچکی۔"[2]

---

① ماهنامه فاران کراچی، سیرت نمبر، جنوری 1956۔ ②صحیح مسلم کتاب التوبہ رقم ٤٩٦٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک شخص خدمت اقدس میں آکر غلطی کا اقرار کرتا ہے مگر آپ ﷺ تسامح سے کام لیتے ہوئے رخ انور موڑ لیتے ہیں، وہ شخص اس طرف سے آتا ہے تب بھی آپ چشم پوشی کرتے ہوئے چہرہ انور دوسری جانب کر لیتے ہیں کہ شاید گنہگار بندہ اب چلا جائے۔ ①

پیغمبر اسلام ﷺ کی سرشت میں تشدد ہوتا تو اس طرح کا رویہ اختیار نہ کیا جاتا۔ اسی طرح یہ بھی رسول اللہ ﷺ ہی کی شفقت تھی کہ جنگی قیدیوں کو خواہ مخواہ قتل نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اگر وہ خوش دلی سے اسلام قبول کر لیتے تو انھیں اسلامی برادری کا رکن بنا لیا جاتا تھا اور جو قیدی اسلام قبول نہیں کرتے تھے وہ فدیہ دے کر رہا ہو جاتے تھے، یا غلامی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یعنی حتی الامکان انسانی جان کا تحفظ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کا امتیازی خاصہ ہے۔

تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرنے والا کونسا قاری ہے جو ان قیدیوں کے معاملے سے ناواقف ہے جو بدر میں گرفتار ہوئے تھے، ان میں بڑے سخت جانی دشمن بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چونکہ اختیار تھا اس لیے پیغمبر امن و سلامتی نے اپنی نرم جبلت اور شفیق طبیعت کے مطابق انہیں قتل کرنے کے بجائے جرمانہ لے کر چھوڑنا منظور کیا جبکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی تو کچھ اور ہی تھی لہٰذا آپ ﷺ سے بڑے سخت الفاظ میں خطاب کیا گیا:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

"کوئی نبی اس بات کا روادار نہیں ہوتا کہ اسے قیدی ہاتھ آئیں یہاں تک کہ وہ اس کے لیے ملک میں خونریزی برپا کر دے۔ تم تو سامانِ دنیا کی چاہت رکھتے ہو جبکہ رب تعالیٰ آخرت کا ارادہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نہایت غالب (اور) خوب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بات لکھی نہ جا چکی ہوتی تو جو کچھ آپ نے لیا ہے اس کے بدلے میں کوئی بڑی سزا ہوتی۔" ②

---

① صحیح بخاری باب ہل یقول الامام للمقر لعلك لمست او غمزت ۶۸۲۴۔ ② الانفال ۸/۶۷-۶۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشہور مستشرق باسورتھ نے ان الفاظ میں اپنے ما فی الضمیر کا اظہار کیا ہے:

''پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کو کوئی گزند نہیں پہنچایا۔۔۔ بوقت مصافحہ آپ اپنے ہاتھ کو دوسرے کے ہاتھ سے اس وقت تک جدا نہیں کرتے تھے جب تک دوسرا آدمی اپنے ہاتھ کو واپس نہ لے لیتا۔ ان لوگوں کے آپ باوفا محافظ تھے جن کی حفاظت کا ذمہ آپ لیتے تھے۔ آپ انتہائی خوش گفتار تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی دیکھنے والے کا دل آپ کی عزت واحترام سے بھر جاتا تھا۔ وہ لوگ جو آپ کے قریب جاتے آپ سے محبت کرنے لگتے تھے۔''①

لین اور لین پولز سلیکشنز فرام دی قرآن کے صفحہ (۷۰) پر ہمیں یہ عبارت نظر آتی ہے:

''ظلم وتشدد محمد ﷺ کی فطرت میں نہیں تھا''۔②

جبراً مسلمان کرنے کا الزام بے بنیاد ہے

مذکورہ بالا گواہیوں سے صاف ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ امن عالم کے نقیب اور صلح و آشتی کے خوگر تھے نرمی اور شفقت آپ کے خمیر میں شامل تھی یہی چیز ہے جو اشاعت اسلام کا اصل سبب جاریہ ہے۔ اسلام کسی کافر یا مشرک کو زبردستی مسلمان کرنے کا ہرگز روادار نہیں۔

۱) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حیثیت اور مقام ومرتبہ قریش کے ہاں مسلّم تھا حتی کہ وہ ان کے کہنے پر لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتے تھے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ کیا انہیں کوئی زبردستی مسلمان بنا سکتا تھا؟

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پیش نظر کیا لالچ تھا جبکہ مسلمان مالی لحاظ سے بے حد کمزور تھے اور تعداد بھی بہت تھوڑی تھی؟ پھر انھیں کس بات کا خوف تھا کہ انگاروں پر لیٹنا اور تپتی ہوئی ریت پر تڑپنا تو گوارا کر لیا مگر اسلام کے عروہ وثقی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ لوگوں سے گالیاں تو سن لیں لیکن یہ سننا برداشت نہیں کیا کہ وہ غیر مسلم ہے۔

① محمد اینڈ محمدن ازم از باسورتھ سمتھ ② تفسیر ماجدی (انگلش) ۶۷/۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاریخ کے اوراق میں سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی محفوظ ہے۔انھیں کس چیز نے مجبور کیا کہ محمد ﷺ کی غلامی کو ترجیح دیں اور اپنے باپ کے ساتھ جا کر آزاد زندگی بسر کرنا ان کے لئے ناقابل قبول ہو؟

یہودی عالم دین حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو اسلام کی نعمت سے سرفراز ہونے پر کس کے ڈر نے آمادہ کیا؟

یمن کے بادشاہ اور عیسائی مذہب کو جاننے اور ماننے والے نجاشی کو کس کے زور بازو پر اسلام میں داخل کیا گیا؟ ہاں وہ قوت تھی اعلیٰ اخلاق کی، بے باکی اور حسن سلوک کی اور اسلام کی سادگی کی۔

اس دور کی سپر پاور کا بلا شرکت غیرے حکمران یعنی روم کے فرمانروا کو کس طاقت نے صادق، مصدوق پیغمبر محمد ﷺ کی سچائی کا اقرار کرنے پر اکسایا؟ کیا اسے اصحاب محمد ﷺ کا خوف تھا؟ ہرگز نہیں بلکہ اس نے محض ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی طرف سے دیے گئے جوابات کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اتنی اعلیٰ تعلیم اور اخلاقی اقدار کسی سچے پیغمبر ہی کی ہو سکتی ہیں، کہاں ہیں اصحاب عقل و دانش؟ ان کے لیے صرف اسی واقعے میں کیسے کیسے سبق چمک رہے ہیں۔

۲) سنیے! ایک وقت وہ بھی آیا جب کچھ انصار صحابہ نے اپنے ان صاحبزادوں کو جبراً دائرہ اسلام میں لانے کی کوشش کی جو عیسائی یا یہودی بن چکے تھے، تو صاف خبردار کر دیا گیا:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

”دین (اختیار کرنے) میں کوئی زبردستی نہیں ہے، ہدایت گمراہی سے بالکل الگ ہو چکی ہے۔“ ①

---

① البقرہ ۲/۲۵۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب مسلمان اپنی حقیقی اولاد کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کر سکتے تو دیگر اقوام پر کیونکر زبردستی ہو سکتی ہے؟

پیغمبر اسلام ﷺ کی ذمہ داری قرآن مجید نے یوں بیان فرمائی:

فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝

"پس آپ نصیحت کریں (کیونکہ) آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ ان پر داروغہ مقرر نہیں کیے گئے"[1]

دوسرے مقام پر اس طرح ہے:

نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ ۖ وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ ۝

"ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اور آپ ان پر داروغہ مقرر نہیں ہیں لہٰذا اس قرآن کے ذریعے سے ان لوگوں کو یاد دہانی کرائیے جو میری وعید سے ڈرتے ہیں۔"[2]

گویا پیغمبر اسلام ﷺ کا کام حق و باطل اور ہدایت و گمراہی کے راستے نمایاں کرنا ہے نہ کہ کسی کو جبراً مسلمان بنانا۔

۳) اگر اسلام بزور شمشیر پھیلا ہوتا تو جنگ میں پکڑے جانے والے مخالفین اور سخت دشمنوں کے سامنے صرف دو راستے رکھے جاتے۔

۱۔ اسلام قبول کرو۔ ۲۔ یا مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ انھیں غلام بن کر رہنے یا فدیہ دے کر آزاد ہونے کا اختیار ہوتا ہے حتی کہ کئی قیدیوں کو بغیر کسی جرمانہ کے محض احسان کرتے ہوئے چھوڑ دیا جاتا اور حیرت کی انتہا تو اس وقت ہوئی جب اس شخص کو بھی معاف کر دیا گیا جو آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی غرض سے آیا اور پکڑا گیا۔

---

[1] الغاشیة ۸۸/۲۱۔۲۲۔ [2] ق۔۵۰/۴۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴) دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے دلی تصدیق ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص محض زبان سے اقرار کرے جبکہ دل اس کا ساتھ نہ دے تو اسلامی اصطلاح میں اسے منافق کہا جاتا ہے اور وہ عام کافروں سے بھی زیادہ بدتر گردانا جاتا ہے۔ غور طلب بات ہے کہ تلوار کا وار جسم پر تو اثر انداز ہو سکتا ہے، دل پر نہیں۔ آخر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ مسلمان بزور شمشیر لوگوں کو منافق بناتے رہیں؟

تاریخ اسلام کا قاری بخوبی آگاہ ہے کہ منافقین اسلام اور مسلمانوں کے لیے مشرکین مکہ سے کسی طور کم خطرناک نہ تھے۔ گویا کسی پر بزور شمشیر اسلام تھوپنے میں مذہبی فائدہ تھا نہ سیاسی اس طریقے سے سماجی مسائل بھی حل نہیں ہو سکتے تھے۔ سو کیونکر ممکن ہے کہ مسلمان خواہ مخواہ کی مصیبت گلے میں ڈال لیتے؟

۵) مسلمانوں نے سپین پر آٹھ سو سال تک حکومت کی مگر وہاں عیسائیت ختم ہوئی نہ دیگر مذاہب ختم ہوئے۔ ان کا باقی رہنا، کس بات کا ثبوت ہے؟ اس بات کا کہ وہ نہ صرف اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے میں آزاد تھے بلکہ غیر مسلم حضرات اسلامی حکومت میں بڑے بڑے عہدوں پر بھی فائز رہے۔

تصویر کا دوسرا رخ بھی قابل توجہ ہے کہ جب مسلمانوں کا اقتدار اپنے انجام کو پہنچا تو عیسائیوں نے وہاں کے مسلمان باشندوں کے سامنے دو ہی راستے رکھے۔

۱۔ اپنا دین بدلو اور عیسائیت میں آجاؤ۔

۲۔ ورنہ لپکتے ہوئے شعلوں میں کود جاؤ۔

یہ تو ایک ملک کی مثال ہے۔ آپ ہر اس ملک کی تاریخ کھنگال سکتے ہیں جو مسلمانوں کے ماتحت رہا، اس طرح صاف معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں کے زیر اقتدار ملکوں کے غیر مسلم باشندوں کو کس قدر مذہبی آزادی حاصل تھی اور آج بھی حاصل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گلوبلائزیشن کے اس دور کا جائزہ لے کر اس امر پر غور فرمایئے کہ آج یہ ترقی یافتہ ممالک میں جہاں باپ کو بیٹے پر بھی جبر کا اختیار نہیں، اسلام کس طرح پھیل رہا ہے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار----

(۶) اسلامی تعلیمات کے مطابق دشمن کے سامنے صف آراء ہونے سے قبل اسے تین باتیں پیش کرنا لازم ہے۔

۱۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونا۔

۲۔ جزیہ ادا کرنا۔ اس صورت میں غیر مسلم ان تمام حقوق سے مستفید ہوتے ہیں جو مسلمان کے لیے ہوتے ہیں۔ یعنی عزت، جان اور مال کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی------

۳۔ اگر مندرجہ بالا دونوں باتیں نامنظور ہوں تو پھر آخری چارہ کار، جنگ کا بنظر غائر جائزہ لیں اگر اسلام میں زبردستی کا عنصر پایا جاتا تو دوسری بات کی ہرگز کوئی گنجائش نہ ہوتی۔

غیر مسلموں کا اعترافِ حقیقت

۱۔ باڈلے (Bodley) کا کہنا ہے:

''رسول اللہ ﷺ کو یہ بات ہرگز پسند نہ تھی کہ صرف قتل و غارت کے لیے جنگ کی جائے اور لوگوں کا خون بہایا جائے۔ چنانچہ دو باتیں آپ ﷺ کے پیش نظر رہیں ہر کافر قیدی زرفدیہ ادا کرے اور آزاد ہو کر اپنے گھر چلا جائے یا اسلام قبول کر لے۔ قرآن کریم کا فرمان عالیشان ہے:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

''جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ اُن کی تاک میں بیٹھے رہو پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو اُن کی راہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''[1]

---

① التوبہ ۹: ۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اور آیت میں کہا گیا ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ

"دین (اختیار کرنے) میں کوئی جبر نہیں ہے۔"[1]

(قرآن کے انہی زریں اصولوں کے پیش نظر) قیدی اگر اسلام قبول کر لینے کا اعلان کر دیتا تو اُسے فوراً دوسرے مسلمانوں کی طرح روحانی اور مادی فوائد حاصل ہو جاتے تھے۔ بے شک یہ طریق کار اسلام کے مفاد میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس زمانے کے دستور کے مطابق ہزیمت خوردہ دشمن سے انتقام لینے کی تعلیم دے سکتے تھے اور آپ ﷺ کا یہ اقدام اس وقت کے عیسائی مذہب اور بعد کے اخلاقی اصولوں سے ہم آہنگ ہوتا، لیکن آپ ﷺ نے ایسا بالکل نہ کیا اور ہارے ہوئے دشمن سے ناروا سلوک کرنے سے ہمیشہ احتراز فرماتے رہے۔

۱۰۹۹ء میں عیسائی صلیبیوں نے بیت المقدس پر حملہ کے دوران جو قتل و غارت گری کی اور تباہی مچائی اُس کا حال کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے برعکس جب سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے (۱۱۸۷ء میں) بیت المقدس فتح کیا تو ایک بھی عیسائی کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی، نہ کسی کو بے دخل کیا (بلکہ ایسے انتہا پسند صلیبیوں کی عام معافی اور جان بخشی کا بھی اعلان کر دیا جنہوں نے مسجد اقصیٰ میں گھوڑوں کے گھٹنوں تک مسلمانوں کا خون بہایا تھا۔) حق یہ ہے کہ مسلمان جہاں بھی گئے انہوں نے حالات کو بگاڑنے کی بجائے سلجھایا، اور سنوارا۔ جس علاقہ میں انہوں نے تاخت کی، مثل ابر باراں اسے زرخیز و شاداب بنا گئے۔ انہوں نے مختلف ممالک میں اس دور میں عربی تہذیب و تمدن کی شمع روشن کی جب یورپ ابھی زمانہ وسطی کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔ دمشق فیض (مراکش) سیول، غرناطہ اور قرطبہ کی نشاۃ ثانیہ اس روایت کی امین ہے جس کی ابتدا رسول اللہ ﷺ نے ۶۲۳ء میں مسجد نبوی کی تعمیر سے کی۔

---

[1] البقرۃ ۲:۲۵۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنگ (حالات کی مناسبت سے) رسول اللہ ﷺ کے لیے ناگزیر تھی۔ مصلحت کا تقاضا یہی تھا اور بعد ازاں اُس کے دوررس نتائج بھی مرتب ہوئے۔ لیکن آپ ﷺ ان حملہ آوروں سے جنھیں جنگ جوئی اور خون ریزی کے سوا کوئی کام ہی نہ تھا، یکسر مختلف تھے۔ ①

۲۔ کیرن آرمسٹرانگ لکھتی ہیں:

"محمد ﷺ ایک ایسے مذہب اور تہذیب کے بانی تھے۔ جس کی بنیاد تلوار (جبر و تشدد) پر نہ تھی، مغربی پروپیگنڈے اور افسانوی رنگ کے باوجود اسلام کا نام امن (رواداری) اور صلح کے مفہوم کو محیط ہے۔" ②

۳۔ ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ اپنی کتاب میں داگوبینو (De Gobineau) کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

"اسلام کی طرح کوئی مذہب روادار اور صلح کل نہیں ملے گا جس نے دوسروں کو اس قدر مذہبی آزادی دی ہو۔ بلکہ ان کے دین و ایمان سے مطلق کوئی سروکار ہی نہ رکھا ہو سوائے ایسی صورتوں کے کہ مسلمان سلطنتوں نے ملکی مصلحت کے خیال سے مذہبی اتحاد کا ہر طریقہ اختیار کیا ہو۔ رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا ایک محکم خاصہ اور مکمل مذہبی آزادی ان کے مذہب کا دستور العمل رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی توجہ جور و تعدی کے واقعات تک محدود نہیں رکھنی چاہیے جو خال خال ہی کہیں پیش آئے۔" ③

---

① اردو ترجمہ الرسول ﷺ مترجم ڈاکٹر ایم۔ ایس۔ ناز، مکتبہ عالیہ ۱۹۹۹ء، ص ۲۲۵۔۲۲۷۔

② (Muhammad----- A Western attempt to understand Islam, by Karen Armstrong- P266 London 1992)

③ دعوت اسلام (اردو) صفحہ ۳۸۴ طبع نشریات لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی کتاب کے صفحہ (۴۰۱) میں لکھا ہے:

"قرآن میں کہیں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس میں کسی بھی طرح جبراً مذہب تبدیل کرنے کا حکم پایا جائے۔"

صفحہ (۱۷) پر لکھا ہے:

"اس کرہ ارض کے وسیع وعریض رقبے پر دین اسلام کی اشاعت کی کئی وجوہ ہیں جن کی نوعیت سماجی، سیاسی اور مذہبی ہے۔ لیکن اس پورے عمل میں سب سے زیادہ طاقتور عنصر، جس کی وجہ سے نہایت حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے ہیں، ان مسلمان داعیوں کی وہ انتھک کوششیں ہیں جو اپنے آقاؑ کی حیات طیبہ کی پیروی کرتے ہوئے اسلام کی دعوت واشاعت اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی غرض سے کر رہے ہیں۔" ①

"اگر اسلام کے تبلیغی جوش کا ثبوت تلاش کرنا ہو تو اسے کسی جابر شخص کی ایذا رسانی یا متعصب آدمی کے غیظ وغضب میں ڈھونڈنا عبث ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان مجاہد کی اس خیالی تصویر کا بھی حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن دکھایا گیا ہے۔ اسلام کی حقیقی روح کا مظہر وہ مسلمان مبلغ اور تاجر ہیں جنھوں نے اپنے دین کو نہایت خاموشی کے ساتھ دنیا کے ہر خطے میں پہنچایا ہے۔ تبلیغ دین کے یہ طریقے صرف اسی زمانے میں استعمال نہیں کیے گئے جب کہ سیاسی حالات نے جبر واکراہ کے استعمال کو ناممکن یا خلاف مصلحت بنا دیا تھا، چنانچہ قرآن حکیم کی بہت سی آیات میں ایسے پرامن طریقوں کی سخت تاکید کی گئی ہے۔"

اسی کتاب کے تیسرے باب (Chapter) میں وہ "عیسائیت کو چھوڑنے کے اسباب" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

① صفحہ (۱۹۔۱۸) پہ اقرار واعلان موجود ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اس مذہبی آزادی کے پیش نظر، جو اسلامی سلطنت نے ابتدائی دور میں عیسائی رعایا کو دے رکھی تھی، اس عام خیال کو قبول کرنا بہت دشوار ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ اور ہم اس بات پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ جبر و اکراہ کے بجائے وہ دوسرے اسباب تلاش کریں جو ان کے تبدیلی مذہب کا موجب ہوئے۔"[1]

۴۔ جدید ہندوستان کے بانی و مشہور لیڈر مہاتما گاندھی کا نقطہ نظر یہ تھا:

"میں کسی ایسی ہستی کی سوانح کی تلاش میں تھا جس نے بنی نوع انسان کے کروڑوں دلوں پر غیر متنازعہ مشفقانہ قبضہ کر رکھا ہو اور بالآخر میں اس حقیقت کا قائل ہو گیا کہ یہ تلوار نہیں تھی جس نے اس زمانے میں کارزار حیات میں اسلام کے لئے جگہ بنائی ہو، بلکہ یہ پیغمبر اسلام ﷺ کی انتہائی سادگی، جاں نثاری، ایثار، معاہدوں کی پابندی کی ذمہ داری، آپ کی امانت و دیانت، خدا خوفی، بے باکی، اپنے رب پر مکمل بھروسہ اور اپنے مشن کی صداقت پر یقین جیسی حقیقتیں تھیں۔ انہی تابندہ حقیقتوں نے اپنے سامنے موجود ہر رکاوٹ کو تسخیر کر لیا نہ کہ تلوار نے۔"[2]

۵۔ اخبار تیج ڈیلی کے مدیر لالہ رام ورما لکھتے ہیں:

"ہم نے تلوار کا چرچا بہت سنا ہے اور مثال کے طور پر جہاد کا مسئلہ ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ گویا اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کی بقاء و ترقی کا انحصار تلوار پر ہے۔ ایسا کہنا خود اسلام کی تردید کرنا ہے۔ اس غلط اور شر انگیز عقیدے کے حامیوں نے حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے واقعات کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور صداقت سے اغماض کیا ہے۔ اسلام میں تلوار کی جو جگہ ہے وہ کسی بھی مذہب میں ہو سکتی ہے۔

---

① دعوت اسلام صفحہ ۹۷ طبع نشریات لاہور: یاد رہے کہ یہ کتاب لکھی ہی اسی لئے گئی ہے تاکہ بتایا جا سکے کہ اسلام دعوت سے پھیلا ہے نا کہ جبر و تشدد سے۔ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک گراں قدر تحفہ ہے۔

② ہفت روزہ لائٹ لاہور 16 ستمبر 1924ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں تلوار کا استعمال جائز ہے مگر صرف وہیں تک جہاں تک صداقت اور سچائی کی حفاظت کا تقاضا ہو۔ اسلام میں امن و آشتی اور صلح و راستی کی جگہ تلوار سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اسلام تلوار کا نہیں، امن کا پیغام ہے۔''①

٦۔ مئی 1955ء کے ریڈرز ڈائجسٹ (امریکی ایڈیشن) میں ہمیں جیمز مائیکز کا یہ بیان ملتا ہے:

''اہل مغرب میں ہمیں یہ عام تاثر ملتا ہے کہ اسلام نے اپنے آپ کو بزور شمشیر منوایا ہے لیکن عہد حاضر کا کوئی بھی سکالر اس بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اور قرآن خود واضح طور پر آزادی ضمیر کی حمایت کرتا ہے۔ اس بات کی ٹھوس گواہی موجود ہے کہ اسلام نے مختلف مذاہب کے لوگوں کو خوش آمدید کہا۔ جب تک کہ ان کا رویہ درست رہا اور وہ حکومتِ وقت کو جزیہ ادا کرتے رہے، محمد ﷺ کی مستقل تعلیم یہی تھی کہ وہ اہل کتاب (عیسائیوں اور یہودیوں) کے ساتھ تعاون کریں۔ یہ بات مسلم ہے لیکن مسلمانوں اور عیسائیوں یا مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین بسا اوقات جنگیں ہوئیں اور ان جنگوں میں عادتِ قدیم کی رو سے اختیار کئے گئے تشدد کے متعلق قرآن میں آیات موجود ہیں لیکن یہ ثبوت وزنی حد تک موجود ہے کہ اہل کتاب سے عموماً حسن سلوک کیا گیا اور انہیں ان کی منشاء کے مطابق عبادت گاہوں اور مذہبی آزادی دینے کے معاملے میں فیاضی سے کام لیا گیا۔''②

٧۔ اے۔ایس۔ٹریٹنر قمطراز ہیں:

''مسلمان مجاہدین کو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار تھامے ہوئے دکھانے کی تصویر کشی بالکل غلط اور حقائق کے خلاف ہے۔''③

① شان محمد ﷺ از عابد احمد ص305۔

② {Article, Islam. The Misunderstood Religion By James A-Michener Appeaning In The Reader's Digest (American EDN) May 1955.}

③ (Islam By A-S Tritton P-21 London 1951)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

۸۔ڈنکن گرینلیس کہتے ہیں:

"اس مذہب (اسلام) کی احترامِ آدمیت اور فیاضانہ رواداری کی خصوصیات جو اسے منزّل من اللہ ہونے کے ناتے تمام مذاہب عالم پر فوقیت بخشتی ہیں، انسانیت کے لیے ہمیشہ عظیم الشان میراث مانی جائیں گی اور انہی کی اساس پر ایک مکمل واکمل مذہب عالم کی بنیاد تعمیر کی جاسکتی ہے۔"①

۹۔ایڈورڈ گبن لکھتے ہیں:

"تمام مذاہب عالم کو بزور شمشیر صفحہ ہستی سے مٹانے کا انتہائی نقصان دہ مفروضہ مسلمانوں کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ضد،تعصب اور جہالت پر مبنی اس نظریے کا بطلان قرآن مجید، مسلم فاتحین کی تاریخ اور عیسائیوں کو ان کی کھلی مذہبی آزادی دینے اور عام رواداری سے ہوتا ہے۔"②

۱۰۔ فرانس کے نامور سکالر کانٹ ہنری دی کاستری اپنی معرکۃ الآراء کتاب "Al-Islam" میں، جو انہوں نے فرانسیسی زبان میں تصنیف کی ہے اور اس کا ترجمہ 1898ء میں احمد فتحی بک زغلول نے کیا، تحریر کرتے ہیں:

"معقول طریقے سے جب اسلام کی کامیاب فوج نے شام پر چھاپہ مارا اور برق آسمانی کی طرح شمالی افریقہ پر بحیرہ احمر سے لے کر اتلانتک تک چمکی تو قرآن اپنے دونوں پروں کو پھیلائے ہوئے ان کے پیچھے تھا۔اس بنا پر اسلامی فوج کے طریق عمل میں ظلم کا نشان نظر نہیں آتا۔بجز ان امور کے جن سے مفر نہیں ہوسکتا۔مسلمانوں نے کسی قوم کو اس بنا پر قتل نہیں کیا کہ وہ اسلام لانے سے انکاری تھی۔اب اگر ہم ابتدائے فتح کے زمانے کو چھوڑ کر اس زمانے کی طرف آئیں جب اسلامی حکومت نے استقلال حاصل کر لیا تھا تو ہمیں صاف نظر آئے گا کہ اسلام مشرقی عیسائیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ نرم خو اور صلح جو تھا۔"③

① (The Gospel of Islam- By Duncan Greenless P-27 1948)

② The Decline And Fall Of The Roman Empire, By Edward Gibbon vol-iv P-193 Publishers: Frederick Wame And Company-

③ مقالاتِ شبلی 124/1۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ جان بیگٹ کلب یوں معترف ہوئے:

''ہم اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ عربوں کی ابتدائی فتوحات میں مسلمانوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کو بزور شمشیر مسلمان بنانے کی قطعاً کوئی کوشش نہیں کی، نہ یہودیوں اور عیسائیوں ہی نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب تبدیل کیا۔ شام فتح ہو جانے کے بعد کئی نسلوں تک شام کے عیسائی اپنے مذہب پر قائم رہے۔ لبنان میں آج تک عیسائی رہتے آ رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ نصاریٰ اور یہود کو اس بات تک کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ پر اپنے مذہبی قانون کا اطلاق کریں اور اپنے تنازعات کے فیصلوں کے لیے حاکمانہ عدالت کا اپنی دینی برادری میں سے انتخاب کریں۔''①

۱۲۔ تھامس کارلائل اقرار کرتا ہے:

"Much has been said of Mahomet's propagating his religion by the sword... The sword indeed: but where will you get your sword! Every new opinion, at its starting, is precisely in a minority of one- In one man's head alone, there it dwells as yet. One man alone of the whole world believes it; there is one man against all men- That he take a sword and try to propagate with that, will do little for him- You must first get your sword. One the whole, a thing will propagate itself as it can. We do not find, of the Christian religion either, that it always disdained the sword- When once it had got one. Charlemagne's conversion of the Saxons was not by preaching."

①(The Life And Times Of Muhammad By John-B-Glubb- P-533-534 Publishers stein and Day-N-York 1970)

نوٹ: یہ حوالہ جات دارالسلام لاہور سے طبع شدہ کتاب پیغمبر امن سے لئے گئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اس بات کو بہت ہوا دی گئی ہے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے دین کو تلوار کے زور سے پھیلایا...... اگر دین تلوار کے زور سے پھیلا تھا تو دیکھنا یہ ہے کہ وہ تلوار آئی کہاں سے تھی۔ ہر نئی رائے آغاز میں صرف ایک اکیلے شخص کے ذہن میں جنم لیتی ہے۔ ابتدا میں صرف ایک شخص اس رائے پر یقین رکھتا ہے۔ ایک آدمی ایک طرف ہوتا ہے اور ساری انسانیت دوسری طرف۔ ان حالات میں وہ اکیلا آدمی تلوار لے کر کھڑا ہو جائے اور اپنی رائے کی تبلیغ تلوار کے زور سے شروع کر دے تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔ پہلے تلوار حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ ابتدا میں ہر چیز اپنی استطاعت کے مطابق اپنا پرچار خود کرتی ہے۔ عیسائی مذہب کے متعلق بھی تاریخ ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ جب تلوار اس کے ہاتھ میں آگئی تو اس کے بعد بھی اس نے ہمیشہ اس کے استعمال سے پرہیز کیا۔ شارلیمان نے سیکسن قبائل کو تبلیغ کے ذریعے عیسائی نہیں بنایا تھا۔''[1]

☆☆☆☆☆

[1] آن ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ صفحہ 96-395۔ بحوالہ ضیاء النبی 584/7۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عہد نبوی کی جنگیں اور ان کے اثرات و نتائج

تاریخ اسلام سے معمولی واقفیت رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ جب نبی کریم محمد ﷺ نے انسانیت کی فوز و فلاح کا بیڑا اٹھایا اور اہل مکہ سے ابتدا کی تو چند سعید روحوں کو چھوڑ کر مکہ کے تمام باسی آپ کے دشمن بن گئے۔ حالانکہ نبوت کے دعوے سے پہلے آپؐ نے اپنی زندگی کے پہلے چالیس سال انھی لوگوں میں بسر کیے۔ آپؐ کا بچپن اور جوانی کے بے داغ لیل و نہار انھی کی بستی میں گزرے۔ اور وہ اپنے تجربے کی بنا پر آپؐ کے بلند کیریکٹر، صداقت، راست گوئی، امانت و دیانت اور خوش خلقی کی گواہی دیتے تھے۔

لیکن جونہی آپؐ نے ان کے سامنے توحید کی دعوت رکھی اور انھیں بتوں کی پوجا پاٹ سے منع کیا تو وہ آپ (ﷺ) کی جان کے درپے ہو گئے اور انہوں نے آپؐ کا مذاق اڑایا۔ جواباً پیغمبر اسلام (ﷺ) نے ان سے نفرت نہیں کی بلکہ دل کی گہرائیوں سے ان کا بھلا چاہا اور انہیں گمراہیوں کی دلدل سے نکالنے کی بھرپور کوشش کی۔

اس جدوجہد میں آپؐ کو کوسنے دیے گئے، راستے میں روڑے اٹکائے گئے، کانٹے بچھائے گئے، زخمی کر دیا گیا حتیٰ کہ جان لینے کی سازش ہوئی۔ اس کے باوجود بھی آپؐ اسی فکر میں رہے کہ انہیں حق سمجھ میں آ جائے اور بتوں کے یہ پجاری، جنت الٰہی کے راہی بن جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اسی کڑھن اور ملال کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو فرمانا پڑا۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا۔

"شاید آپ اپنے آپ کو ان کی خاطر، اس بات پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ہلاک کر لیں گے۔"[1]

www.kitabosunnat.com

[1] الکہف ۶/۱۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اور جگہ فرمایا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔

"شاید تم اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے ہو، اس لیے کہ وہ مومن نہیں ہوئے۔"[1]

آپ (ﷺ) کی اسی جہد مسلسل اور نورحق پھیلانے کی طلب وتڑپ نے ان کے ظلم وستم اور زیادتیاں برداشت کرنے میں تعاون کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جری بہادر اور نڈر لوگ بھی شامل ہو چکے تھے۔ اپنے اسلامی بھائیوں کو خون میں لت پت دیکھ کر ہر غیرت مند وغیور شخص کی طرح ان کا خون بھی کھول اٹھتا اور وہ دربار نبوی میں آ کر کفار و مشرکین سے مقابلے کی اجازت طلب کرتے لیکن...... آپ انہیں یہ کہہ کر خاموش کرا دیتے کہ ابھی اجازت نہیں ہے۔ مظالم سے تنگ آ کر مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو قریش مکہ اپنے شکار کے بچ نکلنے پر طیش میں آ گئے اور مظلوم مسلمانوں کو مکہ واپس لانے کے لئے حبشہ جا پہنچے۔ مکہ میں رہ جانے والے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت ملی تو کفار نے انھیں روکنے کی بھرپور کوشش کی۔

پیغمبر اسلام (ﷺ) اپنے دست راست سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ ہجرت کر گئے تو قریش نے آنحضرت (ﷺ) کو پکڑ لانے والے کے لیے گراں قدر انعام کا اعلان کیا خواہ آپ (ﷺ) باقیدِ حیات ہوں یا بلا قیدِ حیات۔

مسلمان جب مدینہ میں آباد ہو گئے تو کبھی انہیں دھمکی آمیز خطوط لکھے کہ تم ہماری رسائی سے دور نہیں ہو۔ ہم مدینہ آ کر تمہیں تہ تیغ کر سکتے ہیں اور کبھی یہود اور منافقین کو خطوط لکھ کر مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرتے کہ اگر تم نے انہیں ختم نہ کیا تو ہم تمہیں قتل کر ڈالیں گے، تمہاری عورتوں کو باندیاں اور تمہارے بچوں کو غلام بنا لیں گے۔

[1] الشعراء ۲۶/۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الغرض کفارِ مکہ نے مسلمانوں کو مدینہ میں بھی چین سے نہ رہنے دیا۔ چنانچہ جب کفارِ مکہ کی سازشیں، شرارتیں، مظالم اور سرمستیاں جب تمام حدود سے تجاوز کر گئیں تو مکافاتِ عمل کا قانون حرکت میں آیا اور خالقِ ارض وسماء کی طرف سے کفار کے غرور وتکبر کی ناک کٹوانے کے لیے مسلمانوں کو ان سے دو دو ہاتھ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی۔

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

''ان لوگوں کو (جہاد) کی اجازت مرحمت فرمادی گئی ہے جن کے خلاف لڑا جاتا ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور بلاشبہ رب تعالیٰ ان کی نصرت پر خوب قادر ہے۔ وہ لوگ کہ جنہیں ان کے اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض یہ کہنے پر کہ ''ہمارا رب تو اللہ ہی ہے''۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو (یعنی) ان کے ایک کو دوسرے کے ذریعے سے ہٹانا نہ ہوتا تو (راہبوں کے) جھونپڑے، (عیسائیوں کے) گرجے، (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں کہ جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، ضرور ڈھادی جاتیں اور اللہ تعالیٰ لازماً اس شخص کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا۔ اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ خوب قوت والا اور سب پہ غالب ہے''۔ [1]

[1] الحج، ۲۲/۳۹۔۴۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیر محمد کرم شاہ الازہری مرحوم لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ میں صرف مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد بالسیف کی اجازت ہی نہیں دی گئی بلکہ پروردگار عالم نے جہاد اسلامی کے سارے فلسفے کو ان چند سطروں میں سمو دیا ہے۔ آیت کریمہ کہہ رہی ہے کہ وہ مظلوم جن کے خلاف دشمنوں نے ایک عرصہ سے یک طرفہ جنگ شروع کر رکھی ہے اور انہیں جواب میں تلوار اٹھانے کی اب تک اجازت نہ تھی، اب ان کے صبر کا امتحان ختم ہو گیا ہے۔ اب ان کو بھی اجازت دی جا رہی ہے کہ وہ دشمن کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیں۔ ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ مسلمانوں کو یہ اجازت اس لیے دی جا رہی ہے کہ اُن پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے، انہیں ستایا گیا، اذیتیں دی گئیں اور آخر کار انہیں مجبور کر دیا گیا کہ وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر اپنے وطن عزیز سے ہجرت کر جائیں۔ جس جرم کی ان کو اتنی کڑی سزا ملی وہ صرف یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار یقین کرتے تھے۔ یہ آیت کریمہ جہادِ فی سبیل اللہ کو بھی بیان کر رہی ہے کہ جو لوگ خدا کی زمین پر خدا کا نام لینے والوں کو برداشت نہیں کرتے اگر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی ظالمانہ کارروائیوں کو جاری رکھنے کی کھلی چھٹی دے دیتا تو وہ روئے زمین پر کسی ایسے گھر کو باقی نہ رہنے دیتے جو خدا کے ذکر کے لیے قائم ہوا تھا۔"[1]

مقاصد جہاد

یہاں جہاد فی سبیل اللہ کے دو بنیادی مقاصد بیان کیے جا رہے ہیں:

۱۔ ظلم کا خاتمہ۔ ۲۔ اعلائے کلمۃ اللہ۔

قرآن مجید نے اسلامی جنگوں اور قتال کا محور انہی دو نکتوں کو مرکزی حیثیت سے رکھا ہے۔

[1] ضیاء النبی ۷/۵۵۲ طبع ضیاء القرآن لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”ظلم کا خاتمہ“

❁ پہلا مقصد درج ذیل آیات میں ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا۔

”اور تمہیں کیا (ہوگیا) ہے کہ تم اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ ”اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے کہ جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے خود اپنے پاس سے حمایتی مقرر کردے اور ہمارے لیے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا“۔ ①

❁ دوسرے مقام پر فرمایا:

وَ اقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَ اَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَ لَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوكُمْ فِيهِ فَاِنْ قٰتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِينَ ۔

”اور انہیں (کفارِ مکہ کو) قتل کرو جہاں انہیں پاؤ اور انہیں وہاں سے نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور (سنو) فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے لڑائی نہ کرو جب تک کہ یہ خود تم سے اس میں نہ لڑیں پس اگر وہ تم سے جنگ چھیڑیں تو تم بھی انہیں مارو۔ کافروں کا بدلہ یہی ہے“۔ ②

يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى۔

”اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کردیا گیا ہے۔“ ③

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوا

”اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور تم زیادتی نہ کرو۔“ ④

---

① النسآء ۴/۷۵۔ ② البقرہ ۲/۱۹۱۔ ③ البقرہ ۲/۱۷۸۔ ④ البقرہ ۲/۱۹۰۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"اعلائے کلمۃ اللہ"

یعنی وہ لوگ جو بے دین ہیں ان کے نزدیک حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں ظلم کرنا ان کا وطیرہ اور ستم ڈھانا ان کی عادت ثانیہ ہے اسی طرح وہ لوگ جو دین کے نام پر زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ان سب کو جہاد کے ذریعے زیر کرنا اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا حسب ذیل آیات میں آتا ہے:

وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔

"اور تم ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور سارے کا سارا دین اللہ ہی کا ہو۔"①

وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ۔

"اور ان لوگوں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔"②

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ۔

"لڑو ان لوگوں سے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ یوم آخرت پر اور اللہ اور اس کے رسول کی حرام ٹھہرائی ہوئی چیزوں کو بھی حرام نہیں سمجھتے اور نہ دینِ حق کو اختیار کرتے ہیں"۔③

فتنہ کیا ہے اور کلمۃ اللہ کی بلندی کا مفہوم بیان کرتے ہوئے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں (فتنہ ختم کرنے کے لیے) جہاد کیا تھا وہ اس طرح کہ اسلام کے پروانے ابھی تھوڑے ہی تھے سو انہیں ان کے دین کے سبب فتنہ میں مبتلا کیا جاتا، ظالم لوگ یا تو انہیں قتل کر ڈالتے یا پھر ایذائیں دیتے رہتے۔ یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا اور فتنہ ختم ہو گیا۔"④

① الانفال ۸/۳۹۔② البقرہ ۲/۱۹۳۔③ التوبۃ ۹/۲۹۔④ بخاری ۴۵۱۳، ۴۵۱۴، ۴۶۵۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی درج بالا آیات میں لفظ فتنہ (Persecution) کے معنی میں استعمال ہوا ہے جس کا مطلب مذہبی بنیادوں پر کسی کو ظلم وتشدد کا نشانہ بنانا ہے۔

اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں مخالفین نے مسلمانوں کے ساتھ یہی سفاکانہ رویہ اختیار کیا جسے ختم کرنے کے لیے لڑائی کی اجازت دی گئی چنانچہ جب یہ مذہبی جبر ختم ہو جائے اور لوگ مسلمان کو بحیثیت مسلمان تسلیم کر کے دین اسلام پر عمل کرنے کی اجازت دے دیں تو فتنہ (Persecution) کا خاتمہ ہو جائے گا نیز اس کے نتیجے میں کلمۃ اللہ کی بلندی بھی خود بخود ہوتی چلی جائے گی۔

مذکورہ بالا تمام آیاتِ مبارکہ میں بنیادی باتیں دو ہیں جن کی میں نے نشاندہی کی ورنہ علماء نے تو الگ الگ عنوان دے کر جہاد کے مقاصد کی تعداد زیادہ بتائی ہے۔

قرآن مجید سے ایک تیسرا مقصد بھی معلوم ہوتا ہے اور وہ جنگ بندی کی عہد شکنی ہے یعنی اگر کوئی قوم مسلمانوں کے ساتھ جنگ بندی کے کیے ہوئے معاہدوں پر پوری نہیں اترتی تو انہیں اس جرم کی سزا دینے کے لیے جہاد وقتال روا رکھا گیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

”اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو بلا تردد ان کی قسمیں غیر معتبر ہیں تاکہ وہ باز آجائیں۔ کیا تم ان سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول (ﷺ) کو نکالنے کا ارادہ کیا اور تم سے اوّلاً لڑائی کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ جبکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ ان سے لڑو اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومن قوم کے سینوں کو شفا بخشے گا۔ اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے توبہ کی توفیق دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا کمال حکمت والا ہے۔''[1]

یہ بھی ملحوظ رہے کہ:

مسلمانوں کی جنگیں دنیوی جاہ وجلال حاصل کرنے کے لیے تھیں، نہ مال ودولت کی طلب میں۔ بلکہ فتح پانے کی غرض یہ قرار دی گئی کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر لگایا جائے اور فقراء کی ہر لحاظ سے مدد کی جائے، اچھی باتیں پھیلائی جائیں اور بری حرکتوں سے روکا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ

''وہ لوگ جنہیں ہم اگر زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے۔ اچھے کام کا حکم دیں گے اور برے کام سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔''[2]

[1] التوبة ۹/۱۲-۱۵۔ [2] الحج ۲۲/۴۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔

"اور جان لو کہ تم جو کچھ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔"[1]

یعنی جنگ میں حاصل ہونے والے مال و دولت میں سے پانچواں حصہ غریب، مساکین اور ضرورت مند افراد کے لیے علیحدہ کر لیا جائے جبکہ ان میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں اور بقیہ چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں۔

اسلامی جنگی اصول

اسلامی جنگیں دنیا میں امن کے قیام کی غرض سے تھیں، لوگوں کو خوف و ہراس اور دہشت میں مبتلا کرنا ہرگز مقصود نہ تھا۔ اسی لیے دین حنیف نے ایسے عادلانہ جنگی اصول وضع کیے کہ امنِ عالم کے علمبرداروں میں اس کا عشر عشیر بھی موجود نہیں۔ مثلاً

اولاً۔ حتی الامکان کوشش کی جائے گی کہ جنگ کی نوبت ہی نہ آئے۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت (ﷺ) امیرِ لشکر کو یہ سبق دیتے تھے کہ: "پہلے اسلام کی دعوت دو۔ قبول کر لیں تو ٹھیک ورنہ جزیہ کی ادائیگی کا مطالبہ رکھو اور اس ضمن میں واضح کر دو کہ پھر تمہارے مال اور جان کی کلی حفاظت ہمارے ذمہ ہوگی اور تمہیں اپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کرنے کی آزادی ہوگی بصورت دیگر لڑائی کے لیے تیار رہو۔"

آپ (ﷺ) نے اہل مکہ پر چڑھائی بڑی رازداری اور خاموشی سے کی مبادا وہ ہتھیار اٹھانے کی غلطی کر بیٹھیں کیونکہ پھر خون خرابا لازم اور بچوں کا یتیم ہونا اور عورتوں کا بیوہ ہونا یقینی امر تھا۔

---

[1] الانفال ۸/۴۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثانیاً۔ جنگ ناگزیر ہو تو مسلمانوں کو وہ آداب و ملحوظات سکھائے جن کی کسی مذہب میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ مثلاً

❁ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ۔

''رسول کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔''①

❁ نبی اکرم ﷺ نے ایک جنگ میں دیکھا کہ ایک خاتون قتل ہو گئی تو صحابہ کو سختی سے ڈانٹا اور حکم صادر کیا:

قُلْ لِخَالِدٍ لَا تَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيفًا۔

''خالد کو جا کر کہہ دو کسی عورت اور مزدور کو ہرگز قتل نہ کرنا۔''②

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب کسی لشکر کو روانہ کرتے تو فرماتے:

''اللہ کے نام، اللہ کی مدد سے اور رسول کی ملت کے مطابق جاؤ (یاد رکھنا)۔''

لَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيْرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَغُلُّوْا وَضُمُّوْا غَنَائِمَكُمْ وَاَصْلِحُوْا وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔

''بوڑھے آدمی، شیر خوار اور نابالغ بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، مال غنیمت اکٹھا کر لینا، اصلاح اور احسان کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''③

❁ ایک اور حدیث میں ہے نبی ﷺ نے لاش کا مثلہ کرنے سے منع کیا یعنی مخالفین کی لاشوں کی بے حرمتی نہیں کرنی ان کے ناک، کان، ہونٹ نہیں کاٹنے اور آنکھیں نہیں پھوڑنی۔④

---

① بخاری ۳۰۱۵۔ ② ابوداؤد ۲۶۶۹۔ ③ ابوداؤد ۲۶۱۴۔ ④ بخاری ۲۴۷۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ مسیلمہ کذاب کا خط لے کر دو ایلچی پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس آئے۔ آپؐ نے ان سے تصدیق چاہی کہ تم مسیلمہ کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہو؟ دونوں نے کہا ہم اسے اس کے دعویٰ (نبوت) میں سچا جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَكُمَا۔

"اللہ کی قسم اگر یہ قانون نہ ہوتا کہ ایلچی قتل نہیں کیا جا سکتا تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔" ①

❁ دشمنوں کو قابو کر لینے کے بعد اگر ختم کرنا ضروری ہو تو انہیں کم سے کم تکلیف دہ طریقے سے قتل کرنا چاہیے، آگ میں تڑپا تڑپا کر نہیں مارنا چاہیے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں ملے تو انہیں جلا دینا لیکن اب کہتا ہوں:

وَاِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ فَاِنْ وَجَدْتُّمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا۔

"آگ کا عذاب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا لہٰذا اگر وہ دونوں تمہیں مل جائیں تو انہیں قتل کر ڈالنا۔" ②

گو عورت کو قتل کرنا روا نہیں مگر بسا اوقات حالات کے پیش نظر ایسا کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے جیسا کہ فتح خیبر کے موقع پر ایک یہودی خاتون نے آنحضرت (ﷺ) کو قتل کرنے کی غرض سے گوشت میں زہر ملا کر آپ ﷺ کی دعوت کی۔ اسی دعوت میں حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ زہریلہ لقمہ نگلنے کی وجہ سے چل بسے۔

پیغمبر اسلام نے ہر چند اسے پہلے معاف کر دیا تھا مگر صحابی کی وفات کے بعد اسے قصاصاً قتل کر دیا گیا۔

اسی طرح فتح مکہ کے روز ابن خطل کی دو لونڈیوں کیلیے حکم جاری کیا کہ جہاں ملیں قتل کر دی جائیں کیونکہ وہ نبی (ﷺ) کی ہجو کرتی تھیں اور باز نہیں آتی تھیں۔ ان میں سے ایک قتل ہوئی جبکہ دوسری نے امان طلب کی اور بعد میں مسلمان ہو گئی۔

① ابوداؤد ۲۷٦۱۔ ② بخاری ۳۰۱٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ اسلام نے ایک اصول یہ بھی مقرر کیا ہے کہ اگر دشمن حالت جنگ میں بھی صلح کرنا چاہے ہے تو مسلمانوں کے لیے صلح کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ نہیں، چاہے دشمنوں کی نیت دھوکہ دینے ہی کی ہو۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۝

''اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں اور رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو بے شک آپ کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔''[1]

زُبدۃ الکلام یہ ہے کہ اسلام کے حکم جہاد کو سمجھنے کے لیے تین چیزوں پر خصوصی توجہ دینی ضروری ہے۔

اول۔ جنگ کس مقصد کے لیے ہے؟

دوم۔ جنگ کن کے خلاف لڑی جائے؟

سوم۔ جنگ میں کن شرائط و قیود کی پابندی ضروری ہے؟

لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ

مندرجہ بالا قرآنی آیات و احادیثِ مبارکہ کے مطابق اسلامی جنگیں آتشِ انتقام بجھانے کے لئے لڑی گئیں، نہ کسی قوم کی نسلی برتری ثابت کرنے کے لیے۔ نہ اسلامی جنگوں سے کوئی صنعتی یا تجارتی مفاد وابستہ ہوتا ہے، نہ لوگوں کو جبراً دین اسلام قبول کرانا مطلوب ہے بلکہ مسلمانوں کی طرف سے جنگیں محض ظلم و بربریت کے خاتمے کی اور حق کی سربلندی کے لیے لڑی جاتی ہیں۔

بائبل کے اصولِ جنگ

فیصلہ کی منزل تک پہنچنے اور حقیقت کی کنہ تک رسائی کے لیے اسلام کے نظریہ جہاد اور امنِ عالم کے دعویداروں کے مذہب کے اصول جنگ میں تقابل ضروری ہے۔ پڑھیے اور خود تصفیہ کیجیے۔

---

[1] الانفال ۸:۶۱۔۶۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) موسیٰ علیہ السلام نے مدیانیوں کے خلاف لشکر جرار تیار کیا پھر انہوں نے ان سے جنگ کی اور سب مردوں کو قتل کر دیا۔ مدیان کے پانچ بادشاہوں کو بھی قتل کیا۔ بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا کر لے آئے۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو اور جتنی عورتیں مرد کا منہ دیکھ چکی ہیں، ان کو قتل کر ڈالو۔''①

(۲) ''جب خداوند تیرا خدا تجھکو اس ملک میں جس پر تو قبضہ کرنے جا رہا ہے، پہنچا دے اور تیرے آگے ان بہت سی قوموں کو یعنی حِتّیوں اور جرجاسیوں اور اموریوں اور کنعانیوں اور فرزّیوں اور حوّیوں اور یبوسیوں کو جو ساتوں قومیں تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں نکال دے اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو ان کو مارے تو تُو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا۔ تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ ان پر رحم کرنا۔ تُو ان سے بیاہ شادی بھی نہ کرنا۔''②

(۳) اور خداوند ہمارے خدا نے اسے (یعنی سیحون بادشاہ کو) ہمارے حوالہ کر دیا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹوں کو اور اس کے سب آدمیوں کو مار لیا اور ہم نے اسی وقت اس کے سب شہروں کو لے لیا اور ہر آباد شہر کو عورتوں اور بچوں سے بالکل نابود کر دیا اور کسی کو باقی نہ چھوڑا۔''③

(۴) ''تب خداوند نے یشوع سے کہا کہ ان سے نہ ڈر کیونکہ کل اس وقت میں ان سب کو اسرائیلیوں کے سامنے مار کر ڈال دوں گا۔ تو ان کے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ ڈالنا اور ان کے رتھ آگ سے جلا دینا چنانچہ یشوع اور سب جنگی مرد اس کے ساتھ میروم کی جھیل پر ناگہاں ان کے مقابلہ کو آئے اور ان پر ٹوٹ پڑے اور خداوند نے ان کو اسرائیلیوں کے

---

① گنتی ۳۱: ۱۷۔ ② استثناء ۷: ۱۔۳۔ ③ استثناء ۲: ۳۳۔۳۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبضہ میں کر دیا سو انہوں نے ان کو مارا اور بڑے صَیدا اور مسرفات المائم اور مشرق میں مصفاہ کی وادی تک ان کو رگیدا اور قتل کیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ چھوڑا اور یشوع نے خداوند کے حکم کے موافق ان سے کیا کہ ان کے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور ان کے رتھ آگ سے جلا دیئے۔''①

(۵) سموئیل نبی نے ساؤل بادشاہ کو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچایا:

''سو اب تو جا اور عمالیق کو مار اور جو کچھ ان کا ہے سب کو بالکل نابود کر دے اور ان پر رحم مت کر بلکہ مرد اور عورت، ننھے بچے اور شیر خوار، گائے بیل اور بھیڑ بکریاں اونٹ اور گدھے سب کو قتل کر ڈال۔ لیکن ساؤل بادشاہ نے عمدہ جانور اور موٹے موٹے بچوں کو جیتا رکھا تو خداوند کا کلام سموئیل نبی کو پہنچا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساؤل کو بادشاہ ہونے کے لئے مقرر کیا کیونکہ وہ میری پیروی سے پھر گیا ہے اور اس نے میرے حکم نہیں مانے۔''②

ان قوانین کا تقابل کرنے کے بعد ہر انصاف پسند یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ اسلام کے قوانین جہاد، یہودیت اور نصرانیت کے قوانین جنگ کے مقابلے میں کہیں زیادہ معقول، منصفانہ، رحیمانہ اور مشفقانہ ہیں۔ احترام انسانیت دین اسلام ہی میں ہے دیگر مذاہب اس سے خالی ہیں۔ و للہ الحمد۔ وجہ واضح ہے کہ ان میں انسانی خیالات کی من گھڑت آمیزش ہو چکی ہے اور انہیں تحریف اور من مانی تفسیر کی سان پر چڑھا دیا گیا ہے۔③

جس طرح ان مذاہب کے قوانین جنگ میں بڑا واضح فرق ہے بالکل اسی طرح ان قوموں کی جنگی تاریخ بھی ایک دوسرے سے یکسر مختلف تصویر پیش کرتی ہے۔

① یشوع ۱۱:۶-۹۔ ② ۱-سموئیل ۱۵:۲، ۳، ۱۰، ۱۱۔ ③ یہاں کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم انبیاء علیہم السلام پر اعتراض کر رہے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) دراصل مخالفین کو ان کی مذہبی کتاب سے آئینہ دکھانا مقصود ہے جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ انبیاء علیہم السلام ایسی ظالمانہ کاروائیاں نہیں کر سکتے، یہ واقعات بھی دیگر کئی الحاقی عبارات کی طرح رطب و یابس کا مجموعہ ہیں جو بائبل کے نامعلوم مرتبین نے بغیر تحقیق کے لکھ دیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں کی تاریخ ظلم، عہد شکنی، خیانت اور ان کارستانیوں کے ردّعمل میں ان کی تباہی کے واقعات کے ایک طویل سلسلے کا نام ہے۔ اس قوم کو جب بھی موقع ملا اس نے اپنے مذہبی صحیفوں کی تعلیمات کے مطابق تباہی و بربادی کی خوفناک مثالیں قائم کی ہیں۔ ان کے مظالم سے نہ دشمن بچ سکے، نہ مقدس پیغمبران کے ہاتھوں قتل ہونے سے محفوظ رہے۔

صلیبی جنگوں کے دوران عیسائیوں نے جن سفاکیوں کا مظاہرہ کیا۔ سان بارٹملی میں عیسائیوں کے ہاتھوں عیسائیوں کے خون کی جو ندیاں بہیں اور مصر و شام کے مختلف عیسائی فرقے ایک دوسرے کے خلاف جو یلغار کرتے رہے اور انسانیت کے نام پر جو بدنما دھبے لگاتے رہے وہ ان کی مذہبی تعلیمات کے عین مطابق تھا۔ اندلس میں مسلمانوں کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک کیا گیا؟ کسی سے مخفی نہیں، جنگ عظیم اول و دوئم میں دنیا کو تباہی کے دہانے میں پہنچا دیا گیا یہ سب کچھ شاید ان کی مذہبی تعلیمات ہی کا حصہ تھا۔

عہد نبوی کی جنگیں اور مقتولین

لیکن اسلام کی تاریخ ان سے قطعاً مختلف ہے۔ پیغمبر اسلام (ﷺ) کو مکی دور نبوت میں یعنی (۱۳سال) تک تو مقابلے میں ہتھیار اٹھانے کی اجازت بھی نہیں تھی۔ بعد از ہجرت، مدینہ میں اس کا اذن ملا۔ ان دس برسوں میں کئی مہمات سامنے آئیں۔ ان میں سات تو باقاعدہ جنگیں تھیں جبکہ دس ایسے واقعات تھے جن میں دشمنوں نے ڈاکا ڈالا اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا، سرحدوں کی حفاظت کے لیے کئی کارروائیاں کرنی پڑیں، دشمن کی طرف سے دھوکہ دہی کے واقعات بھی رونما ہوئے۔

اس طرح کے تمام واقعات، کارروائیوں اور جنگوں کی تعداد عہد نبوی میں بیاسی (۸۲) تھی۔ جن میں مسلمان شہداء کی تعداد (۲۵۹) جبکہ کفار مقتولین کی تعداد (۷۵۹) ہے۔ یعنی مجموعی لحاظ سے طرفین کے مقتولین (۱۰۱۸) ہیں۔ ①

① رحمة للعالمین ۱۹۷/۲ طبع مکتبہ محمودیہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے بنی نوع انسان کو اتنے کم مقتولین کے بدلے کیا دیا ہے؟ انسانیت کو بت پرستی سے نجات دلا کر توحید کی عظمتوں اور رفعتوں سے روشناس کرایا جس کا لازمی نتیجہ علم کا فروغ، دماغی نشو ونما، خرد افروزی، ذہنی بیداری، صنعتی ترقی اور دور جدید میں انتہا کو پہنچتی ہوئی سائنسی ایجادات ہیں۔ اسی طرح اسلام نے مدینہ کے باسیوں کو جو صدیوں سے نسل در نسل ایک دوسرے کے خون کے پیاسے چلے آرہے تھے، ایک دوسرے کا سگے بھائی سے بڑھ کر جاں نثار بھائی بنا دیا۔ وہ عرب جو اپنی خونخواری کے سبب ننگ انسانیت بنے ہوئے تھے اب محبت والفت کا پیکر بن گئے۔ جو کبھی قانون کی پابندی کو عار سمجھتے تھے وہ اب قانون دانوں کے لیے ماخذ آئین وقانون بن گئے۔ تہذیب وثقافت سے نا آشنا، دوسروں کو پاکیزہ زندگی اور مہذب تمدن کے سلیقے سکھانے لگے گویا انہوں نے انسانوں کی روحانی، سماجی، سیاسی اور اقتصادی زندگی کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ یہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی برکت اور تمام جہانوں کے لیے رحمت نہیں تو اور کیا ہے؟

عہد نبوی میں قیدیوں کی تعداد اور ان سے رسالت مآب ﷺ کا حُسن سلوک

قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے جنگی کارروائیوں میں دشمن قیدیوں کی تعداد (۶۵۶۴) بتائی ہے۔ چنانچہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''دشمنوں کے اسیران کی تعداد کافی معلوم ہوتی ہے یعنی (۶۵۶۴)۔ مگر یہ تعداد بھی جزیرہ نما عرب کی وسعت کے مقابلہ میں ہیچ ہے اور چونکہ اس تعداد کے اندر بڑی تعداد (۶۰۰۰) ایک ہی غزوہ حنین کی ہے اس لیے باقی جنگوں میں اوسط اسیران جنگ (۷) رہتا ہے اور یہ تعداد بھی ایسی نہیں ہے جو تمام ملک کو تبدیلی مذہب پر مجبور کر سکے۔

ہم کو (۶۵۶۴) قیدیوں کی تعداد کے متعلق یہ تحقیق سے معلوم ہو گیا ہے کہ (۶۳۴۷) کو نبی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریم (ﷺ) نے از راہ لطف اور احسان بلا کسی شرط کے آزاد فرما دیا تھا اور صرف دو قیدی ایسے تھے جو سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کیے گئے۔ جبکہ (۲۱۵) قیدی ایسے رہ جاتے ہیں جن کے بارے میں مجھے معلوم نہیں ہوسکا۔ امید ہے میرے بعد کوئی وسیع النظر عالم اس کی تکمیل فرما سکیں گے۔ مگر مجھے یقین محسوس ہوتا ہے کہ جس ذات قدسی نے (۶۳۴۷) کے ساتھ لطف و احسان فرمایا تھا اس کے الطاف سے یہ (۲۱۵) آدمی بھی ضرور بہرہ ور ہوئے ہوں گے اور زیادہ غالب بات یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہوکر مسلمانوں کے اندر رہ گئے ہوں گے اس لیے ان کا شمار رہائی پانے والوں میں نہیں ہوا۔ [1]

اگر اسلام کے اصول جنگ وہی ہوتے جو آج کے نام نہاد مہذب قوموں کے ہیں تو فریقین کے مقتولوں کی تعداد (۱۰۱۸) ہرگز نہ ہوتی۔ اگر پیغمبر اسلام مفتوح اقوام کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو بائبلی قانون روا رکھتا ہے تو تاریخ کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

غیر مسلموں کے لیے اسلامی جنگوں کی برکت

اسلامی اصول جنگ جہاں مسلمانوں کے لیے مفید ہیں وہیں غیر مسلم اقوام بھی اس سے بھرپور طور پر مستفید ہوتی ہیں۔

جہاد یعنی اسلامی اصول جنگ کا سب سے پہلا اور بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مذہبی جبر (Persecution) کا خاتمہ کر کے سب کو مذہبی آزادی کا پروانہ عطا کر دیا گیا جس کا تذکرہ پیچھے لفظ فتنہ کے تحت ہو چکا ہے۔ بقیہ فوائد فضیلۃ الشیخ مفتی عبدالرحمان رحمانی رحمہ اللہ کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

- جنگ میں عدل و انصاف کے علاوہ عورتوں، بچوں، کمزوروں اور راہبوں کا مکمل تحفظ۔
- اسلام قبول کرنے یا بصورت دیگر جزیہ ادا کرنے کا معاہدہ جنگ کے خاتمے کا وسیلہ بن جاتا ہے اور امان طلب کرنے والے کے تحفظ کی ضمانت یقینی ہو جاتی ہے۔ [2]

---

[1] رحمة للعالمین ۱۹۷۔۱۹۸ حصہ دوئم طبع مکتبہ محمودیہ۔

[2] التوبة ۹/ ۲۶۔۲۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ جنگی قیدیوں بالخصوص بچوں اور عورتوں کے لیے عدل و انصاف پر مبنی انسانی حقوق کی ضمانت۔ ①

❀ جنگ نہ کرنے والے کافروں اور صلح کے آرزومندوں کے لیے انکے جان و مال کا تحفظ اور قبولیت صلح کی بشارت۔ ②

❀ امن کے خواستگاروں کے علاوہ مستقل ذمیوں کے جان و مال اور اہل عیال کی حفاظت۔ ③

❀ ذمیوں کے لیے مذہبی اور شخصی آزادی کی نعمت اور عدل و انصاف کی فراہمی: ④

❀ جنگی قیدیوں کے لیے غلامی کے دائمی طوقِ سے گلو خلاصی اور انسانی وقار قائم کرنے کے تمام حقوق بحال کرنے کا موقع۔ ⑤

❀ غلاموں کے لیے نہایت منصفانہ انسانی حقوق اور مکاتب (ایسا غلام یا لونڈی جس نے اپنے مالک سے آزادی کی قیمت مقرر کر لی ہو اور وہ اُسے ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہو) اور ام ولد (ایسی لونڈی جو آزاد مرد کے بچے کی ماں بن چکی ہو) کے لیے آزادی کی گارنٹی۔ ⑥

❀ عالمی امن و امان کا قیام اور ہر مظلوم و مجبور کا دفاع۔ ⑦

❀ کافروں سے معاہدہ کرنے والوں کے لیے شخصی آزادی کے علاوہ معاشی کفالت کی ضمانت۔ ⑧

---

① الانفال ۸/ ۷۰-۷۱، محمد ۴۷/ ۴۔ ② الانفال ۸/ ۶۰-۶۱، الممتحنۃ ۶۰/ ۸۔

③ التوبۃ ۹/ ۲۹۔ ④ المائدۃ ۵/ ۴۲، التوبۃ ۹/ ۲۹۔ ⑤ محمد ۴۷/ ۴۔

⑥ النور ۲۴/ ۳۲-۳۳۔ ⑦ النساء ۴/ ۷۵، الحج ۲۲/ ۴۱۔

⑧ الجہاد الاسلامی ۶۳۸- ۶۳۹ طبع دارالاندلس۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی کیا ہے؟

اسلامی جنگوں کے مقاصد اس وقت مزید نکھر کر سامنے آجاتے ہیں جب ہم دہشت گردی کی تعریف اور مقاصد معلوم کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد عبداللہ (شعبہ اسلامیات گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان کے اجل معلم) اپنے مقالہ ''سیرت نبوی (ﷺ) کی روشنی میں انسداد دہشت گردی'' میں رقمطراز ہیں:

''دہشت کے معنی: ڈر خوف اور خطرہ۔ اور دہشت گردی کے معنی خوف و ہراس پھیلانا ہیں''۔[1]

انگریزی میں دہشت کے لیے Terror کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اس کے معنی ہیں: حد درجہ خوف، کسی شخص کو خوفزدہ کرنا، اور دہشت گردی کے لیے Terrorism کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اس کے معنی ہیں: غارتگری، تشدد اور دھمکی کے طریقے بروئے کار لانا۔[2]

دہشت گردی ایک عام اور اصطلاحی لفظ ہے، چنانچہ جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو انسانی ذہن پر قتل، تشدد غارتگری اور تباہی کے مناظر چھا جاتے ہیں۔ دہشت اور دہشت گردی میں کچھ فرق ہے جس کا اظہار درج ذیل Definition سے ہوتا ہے۔

''دہشت کو برسر اقتدار سیاسی گروہ کے خلاف بعض معاشی و معاشرتی نظریات تبدیل کرنے کے لیے دباؤ کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس کا نام دہشت گردی ہے، اس میں تشدد کو بطور حربہ استعمال کرنے کی دھمکی بھی شامل ہے اور تشدد کا بھرپور استعمال بھی۔''[3]

دہشت گردی کی سادہ الفاظ میں تعریف یوں کی گئی ہے:

---

① فیروز اللغات، ص ۶۵۸، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور۔

② آکسفورڈ یونیورسٹی پریس The Oxford Guide to the English Language P-537

③ انعام الرحمٰن سحری، دہشت گردی، ص ۴۳ سنگ میل پبلیکیشنز لاہور۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''دہشت گردی ایک ایسا فعل ہے جس میں بڑی منصوبہ بندی اور سوچ بچار کے بعد تشدد اور تباہی کا مخصوص راستہ اپنایا جاتا ہے تاکہ خاص سیاسی، مذہبی یا لسانی و نسلی مقاصد حاصل کیے جا سکیں۔ اگر یہ اقدام مالی فوائد حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہو تو ایجنسی مذکورہ یا ریاست کو بھاری مالی نقصان سے دوچار کردے گا۔''①

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں دہشت گردی کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

"Terrorism, the systematic use of terror or unpredictable violence against Governments, public or individuals to attain a political objective۔ Terrorism has been used by political organizations with both Rightist and Leftist objectives, by nationalistic and ethnic groups, by revolutionaries and by the armies and secret police of government themselves۔"②

ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا میں دہشت گردی اور اس کے مقاصد کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ۔

"Terrorism is the use or threat of violence to create fear and alarm۔ Terrorists murder and kidnap people, set off bombs, hijack airplanes, set fires and commit other serious crimes۔ But the goals of terrorists differ from those of ordinary criminals۔ Most criminals want money or some other form of personal gain۔ But most terrorists commit crimes to support political causes۔"③

---

① انعام الرحمٰن سحری، دہشت گردی، ص ۴۰ سنگ میل پبلیکیشنز لاہور۔

② The New Encyclopedia Britannica Vol 11 Page# 650.

③ The World Book Encyclopedia Vol 19, P-78

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی کے بارے میں مندرجہ بالا آراء سے واضح ہوتا ہے کہ دہشت گردی وہ فعل ہے جس میں دہشت گرد انسانی زندگیوں سے کھیلتے ہیں، بے گناہ لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے، بعض کو اغواء کر کے بھاری تاوان طلب کیا جاتا ہے۔ املاک کو آگ لگا کر یا بم مار کر تباہ کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ہوائی جہاز ہائی جیک کر لیے جاتے ہیں۔ مزید براں جنسی تشدد، مال و دولت کی چوری اور راہزنی کے مختلف واقعات کے پس پردہ بھی دہشت گرد افراد کارفرما ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا Definitions سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دہشت گردی کا ارتکاب افراد بھی کرتے ہیں اور مختلف گروہ، تنظیمیں، بعض سیاسی جماعتیں و (نام نہاد) مذہبی گروہ بھی دہشت گردی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض حکومتیں بھی دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث ہوتی ہیں۔ دہشت گردی کی ان مختلف تعریفوں Definitions سے دہشت گردی کے مقاصد کا بھی پتہ چلتا ہے کہ بعض مجرم یعنی دہشت گرد مال و دولت کی ہوس یا دیگر ذاتی مفادات کے لئے دہشت گردی کرتے ہیں لیکن عمومی طور پر دہشت گردی، سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے کی جاتی ہے، بعض اوقات نفسیاتی مریض اور معاشرے کے بعض شکست خوردہ افراد بھی اپنی مایوسی (Frustration) کے باعث دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث ہوجاتے ہیں۔

دہشت گردی کی مختلف نوعیّتوں اور صورتوں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ دہشت گردی صرف مقامی قومی یا ملکی سطح کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک عالمی مسئلہ ہے اور مختلف ممالک اور اقوام بین الاقوامی دہشت گردی کا شکار ہیں۔ بین الاقوامی دہشت گردی کی مختلف شکلیں ہیں۔ مثلاً کسی ملک کے خلاف بلاجواز اقتصادی پابندیاں لگا دینا، کسی قوم کو اپنے وسائل خود اپنے طور پر استعمال کرنے سے بزورِ قوت روکنا، کسی ملک میں مختلف حیلوں، بہانوں سے افواج داخل کر کے یلغار اور قتل عام کرنا، چھوٹے ممالک کو آپس میں لڑا کر ان کی توانائیاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضائع کر کے انہیں کمزور کرنا اور کسی قوم کو حقِ خود ارادیت سے محروم کرنا وغیرہ۔

''اس کی عملی مثالیں دنیا میں موجود ہیں، مثلاً عراق، لیبیا اور افغانستان پر اقتصادی پابندیاں لگائی گئی ہیں، عراق کو اپنے وسائل مثلاً تیل کی برآمد کے لیے اقوام متحدہ سے اجازت لینے کا پابند بنا دیا گیا۔ چیچنیا میں بلا جواز روس نے اپنی افواج داخل کر کے وہاں عوام کے قتل عام کا سلسلہ شروع کیا۔ عراق اور ایران کے مابین جنگ کرا کے ان کے وسائل کو ضائع کرا دیا گیا ہے اور دونوں کی فوجی طاقت کمزور ہو چکی ہے۔ انڈیا نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود کشمیری مسلمانوں کو حق خود ارادیت سے بزورِ قوت محروم کیے ہوئے ہے۔''[1]

دہشت گردی کی تمام تعریفات کے زمرے میں جتنی بھی صورتیں آتی ہیں، ان میں سے اسلام نے کسی کی بھی حوصلہ افزائی نہیں کی، نہ اسلامی جنگوں کے مقاصد میں کوئی ایسا مقصد شامل ہے، جیسا کہ تفصیل سے آپ نے مطالعہ کر لیا۔ لہٰذا اعلائے کلمہ حق کے لیے ہونے والی جہادی سرگرمیوں اور اسلامی جنگوں کو دہشت گردی قرار دینا یکسر غلط بات ہے اس کے برعکس قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو انسان یا تنظیم عام پبلک کو دہشت زدہ کرے، ان کے جان و مال کو لوٹتی پھرے۔ ایسے افراد کو نشانِ عبرت بنا دینا چاہیے۔

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

[1] مقالات سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مرتب پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر ص ۹۳ تا ۹۵ جلد ۲ طبع 2009۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والوں اور زمین میں فساد کرنے کی کوشش کرنے والوں کی سزا یہ ہے کہ انہیں بری طرح قتل کیا جائے یا انہیں بری طرح سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ مختلف سمتوں سے بری طرح کاٹے جائیں یا انہیں اس سرزمین سے نکال دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔"[1]

امن کی دُہائی دینے والوں کی جنگی تاریخ پر ایک نظر

آیئے! اب ایک نظر آج کے نام نہاد مہذب داعیانِ تہذیب اور امن پسند مغربی دنیا کی رزم آرائیوں پر ڈالیں اور دیکھیں کہ کس کی تلوار عالم انسانیت کی دشمن ہے اور کون انسانیت کا اصل دشمن ہے:

- 1618ء سے لے کر 1648ء تک کی 30 سالہ جنگ میں جرمنی، فرانس، آسٹریا اور سویڈن وغیرہ نے حصہ لیا۔ اس میں صرف جرمنی کے ایک کروڑ بیس لاکھ آدمی مارے گئے۔[2]
- 1857ء کی جنگ آزادی ہند میں انگریزوں نے 27 ہزار مسلمانوں کو پھانسی دی اس کے علاوہ سات دن تک برابر قتل عام ہوتا رہا۔ اس ہلاکت بار اقدام کے مقتولین کا کوئی حساب وشمار ہی نہیں۔[3]
- امریکی خانہ جنگی 1861ء سے 1865ء تک جاری رہی۔ اس میں 8 لاکھ افراد مارے گئے اور 74 کروڑ پاؤنڈ جنگی مصارف پر خرچ ہوئے۔[4]
- 1907ء کی ہیگ کانفرس میں غیر مقاتلین کو تحفظ دینے کا معاہدہ ہوا لیکن اس معاہدے کے بعد جب ریاست ہائے بلقان اور ترکی کے درمیان دوسری جنگ ہوئی تو اس میں 240000 غیر مقاتل مسلمان تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے۔[5]

---

① المائدۃ ۵/۳۳۔ ② رسول رحمت ﷺ ص ۷۸۳۔ ③ تاریخ ندوۃ العلماء: ۱/۴۔
④ رسول رحمت ﷺ ص ۷۸۴۔ ⑤ الجهاد في الاسلام، ص ۵۷۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- جنگ عظیم اول (1914ء-1918ء) میں مجموعی طور پر 75 لاکھ افراد ہلاک ہوئے اور ایک کھرب 86 ارب ڈالر کے وسائل حیات جنگ کے شعلوں میں جھونک دیئے گئے۔ ①
- 1918ء میں سوویت یونین نے قازقستان پر قبضہ کیا تو وہاں کی تمام مساجد اور دینی مدارس منہدم کر دیے۔ علماء اور اساتذہ کو فائرنگ اسکواڈ کی بوچھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا۔ ان ظالمانہ کارروائیوں میں دس لاکھ قازاق مسلمان شہید ہو گئے۔ ②
- جنگ عظیم دوم (1939ء-1945ء) میں مجموعی طور پر ساڑھے چار کروڑ انسان ہلاک ہوئے۔ صرف ایک شہر سٹالن گراڈ میں دس لاکھ افراد لقمۂ اجل بنے۔ جرمنی میں بے شمار انسان گیس چیمبروں کے ذریعے سے ہلاک کیے گئے۔ بیک وقت چار براعظموں یورپ، امریکہ، ایشیا اور افریقہ پر مسلسل 6 برس تک اس دہشتناک جنگ کے مہیب سائے چھائے رہے۔ چار براعظموں کے انسٹھ ممالک (پچاس اتحادی اور 9 محوری) آپس میں دست وگریبان ہوئے جن میں سے صرف ایک ملک امریکہ کا اس جنگ میں تین کھرب ساٹھ ارب ڈالر کا خرچہ ہوا۔ ③
- 1945ء میں جدید تہذیب وتمدن کے علمبردار اور انسانی حقوق کے سب سے بڑے چیمپئن امریکہ نے جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر گنجان آبادی کے یہ دونوں شہر صفحۂ ہستی سے مٹا دیے۔ ④
- یوگوسلاویہ میں کمیونسٹوں نے اپنے دور میں 24 ہزار سے زائد مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اور 17 ہزار سے زائد مساجد و مدارس مسمار کر ڈالے۔ ⑤
- 1979ء سے 1989ء تک روس نے افغانستان میں 15 لاکھ مسلمان شہید کیے۔ ⑥

---

① جہانگیر انسائیکلو پیڈیا آف جنرل نالج، ص ۳۸۱۔ ② ماہنامہ اردو ڈائجسٹ، جولائی 1995ء۔
③ ماہنامہ قومی ڈائجسٹ، لاہور۔ جولائی 1993ء۔ ④ ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، جولائی 1995ء۔
⑤ مجلۃ الدعوۃ لاہور، فروری 1993ء۔ ⑥ اشراط الساعۃ، ص: ٦٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ اپریل 1992ء سے ستمبر 1992ء تک صرف چھ ماہ کے دوران بوسنیا میں ڈھائی لاکھ مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ پانچ لاکھ بے گھر کیے گئے اور پچاس ہزار عصمت مآب مسلمان خواتین کی آبروریزی کی گئی۔ ①

❁ 1982ء میں اسرائیل نے فلسطین کے شہروں صابرہ اور شتیلہ کے کیمپوں میں 50 ہزار مسلمان شہید کیے۔ ②

❁ 1992ء کے بعد سے اب تک بوسنیا، کوسوو اور چیچنیا میں 5 لاکھ مسلمان کفار کے ہاتھوں شہید ہو چکے ہیں۔ ③

❁ 7 اکتوبر 2001ء سے 12 نومبر 2001ء تک صرف ایک ماہ اور 5 دن کی مدت میں امریکہ نے افغانستان میں 90 ہزار بے گناہ مسلمان مرد، عورتیں اور بچے شہید کر دیے اور لاشیں گرانے کا یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ ④

❁ عراق کی حالیہ جنگ میں امریکی جرائم کی فہرست بڑی طویل ہے۔ قتل و غارت گری کے واقعات میں ایک محتاط اندازے کے مطابق 10 لاکھ افراد موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔

مزید تفصیل کے لیے محمد صالح مغل کی کتاب ''امریکہ کا زوال'' دیکھیے۔ ⑤

---

① ہفت روزہ تکبیر کراچی، 4 مارچ 1993ء۔ ② اشراط الساعۃ، ص:۵۹۔ ③ اشراط الساعۃ، ص:۶۰

④ اشراط الساعۃ، ص:۶۰، امریکہ کا زوال، ص:۴۳۔ ⑤ ماخوذ از پیغمبر امن، ص۱۶۳، ۱۶۵ طبع دارالسلام، لاہور۔

نوٹ: 2001ء تک تو ان غیر اسلامی جنگوں میں ہونے والے جانی و مالی نقصان کے اعداد و شمار ملتے ہیں لیکن اس کے بعد سے لے کر آج 2014ء تک مسلمانوں کے جانی و مالی نقصان کی کوئی تفصیل میسر نہیں۔ آئی تحقیق کرنے پر بڑا حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ غیر مسلم تھنک ٹینک نے 2001ء سے یہ پالیسی وضع کر لی کہ اب مسلمانوں کے جانی و مالی نقصان کے اعداد و شمار کے حوالے سے کوئی سروے نہیں کیا جائے گا۔ بہر کیف ہر ذی فہم بخوبی واقف ہے کہ ان بارہ برسوں میں بھی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان اس بربریت کا نشانہ بن چکے ہیں اور کروڑوں اربوں روپے کا نقصان ہو چکا ہے۔ برما، افغانستان، عراق، کشمیر، فلسطین اور پاکستان کے آزاد علاقے اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ اور ہلاکت خیزی کا سلسلہ ابھی تک تھمتا نظر نہیں آتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ پیغمبر اسلام ﷺ کی پیدائش سے قبل 523ء میں یمن کے یہودی بادشاہ ذونواس نے عیسائیوں کے مرکز نجران پر حملہ کیا تاکہ وہاں سے عیسائیت کا خاتمہ کر کے لوگوں کو یہودیت اختیار کرنے پر مجبور کرے، انہوں نے انکار کیا تو نجران کے حاکم حارثہ کو قتل کر دیا گیا، اس کی بیوی رومہ کے سامنے اس کی دو بیٹیوں کو قتل کیا گیا اور ماں کو بچیوں کا خون پینے پر مجبور کیا گیا بعد میں والدہ کو بھی قتل کر دیا گیا، بشپ پال کی ہڈیاں قبر سے نکال کر جلادی گئیں، گڑھے کھود کر ان میں آگ بھڑکائی گئی۔ پھر ان شعلہ بار گڑھوں میں عورتوں، بچوں، مردوں، بوڑھوں سب کو جھونک دیا گیا۔ مجموعی طور پر 20 ہزار سے 40 ہزار تک زندہ انسانوں کو آگ میں بھسم کر دیا گیا۔ اس کا تذکرہ قرآن مجید سورہ بروج میں یوں کیا گیا:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔

''اہل ایمان سے ان کی دشمنی اس کے سوا کسی کی وجہ سے نہ تھی کہ وہ زبردست تعریف کیے گئے اللہ پر ایمان لائے تھے۔'' ①

❁ جب یورپ میں لوتھر کے پیرو بڑھ گئے تو پاپائے روم نے حکومت فرانس کو گانٹھا جس نے 24 اگست 1572ء کو فرانس میں پیروان لوتھر کے قتل عام کا حکم دے دیا جس کے نتیجے میں پچاس ہزار پروٹسٹنٹ قتل ہو گئے۔ ②

غیر مسلم دانشور اور اسلامی نظریہ جہاد

(۱) کیرن آرمسٹرانگ اپنی کتاب میں لکھتی ہیں:

''اسلام کو تلوار کے دین کا لیبل لگا کر بدنام کیا گیا، اور کہا گیا کہ یہ ایسا دین ہے جس نے تشدد کو مقدس بنا کر حقیقی روحانیت کو ترک کر دیا۔ یہ ایک ایسا مفروضہ ہے جس نے قرونِ وسطیٰ سے مغربی عیسائی دنیا میں اسلام کو بدنام کر دیا ہے۔ اگرچہ اس زمانے میں عیسائی مشرق وسطیٰ میں اپنی جنگوں میں مصروف تھے جنہیں وہ ''مقدس جنگوں'' کا

① تفہیم القرآن 297/6۔ ② یورپ پر اسلام کے احسان ص77۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نام دیتے ہیں۔ آج عام پڑھی جانے والی کتابوں اور ٹیلیویژن پروگراموں میں اسلام کو عموماً Rage of Islam اور Holy Terror اور Sacred Rage کے القاب سے متعارف کرایا جاتا ہے جبکہ ایسا کرنا حقیقت سے اغماض کرنا اور اسے توڑ مروڑ کر پیش کرنا ہے۔ مغرب میں ہم لوگ محمد (ﷺ) کو آقائے جنگ کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ ایسا آقا جس نے دنیا پر اس کے نہ چاہنے کے باوجود اسلام کو بزور شمشیر مسلط کرنے کے لیے اپنی تلوار چمکا رکھی ہو۔

حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ محمد (ﷺ) اور شروع دور کے مسلمان اپنی زندگی کی بقا کی جنگ لڑ رہے تھے اور انھیں دنیا کو ایسا پرامن نظام عطا کرنا تھا جس کیلیے (مناسب) تشدد ناگزیر تھا۔ اس لیے کہ صلاح وفلاح پر مبنی کوئی بھی سماج اور سیاسی انقلاب خونریزی کے بغیر برپا نہیں ہوسکتا، چونکہ محمد (ﷺ) افراتفری اور لاقانونیت کے دور میں رہ رہے تھے لہٰذا امن وآشتی کو بزور شمشیر ہی حاصل کیا جاسکتا تھا، امت مسلمہ اب اس قابل ہوگئی تھی کہ اہل عرب کے جبر واستبداد کا بے جگری سے مقابلہ کر کے اس کا استیصال کردے۔''

مزید لکھتی ہیں:

''قرآن نے مدنی مسلمانوں کو جہاد پر اُبھارا جس کا مطلب لڑنا مرنا اور خون بہانا ہو سکتا ہے۔ ج، ھ، د کے مادے میں ''مقدس جنگ'' سے بھی وسیع معانی جلوہ گر ہیں اور یہ جسمانی، اخلاقی، روحانی اور ذہنی ہر طرح کی جدوجہد کا نام ہے۔ عربی زبان میں حرب، سریہ، معرکہ اور قتال جیسے بہت سے الفاظ مسلح جنگ کے لیے مستعمل ہیں اور اگر مقصود خونریزی ہوتا تو قرآن ان الفاظ کو بآسانی استعمال کرسکتا تھا۔

جہاد دین کے پانچ ستونوں میں سے نہیں ہے جیسا کہ مغرب میں سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں پر ایک ایسے فریضے کے طور پر عائد کیا گیا ہے جس کی بدولت وہ کارزار حیات کے تمام محاذوں پر بالکل چوکس رہیں تا کہ ایک منصفانہ، فلاحی اور خوشگوار معاشرے کی تشکیل کی جاسکے جس میں بے سہارا اور مفلوک الحال لوگوں کا استحصال نہ ہو سکے۔''①

(۲) ایک یورپی سیرت نگار مسٹر باڈلے رقمطراز ہیں:

''اسلام کے نظریہ جہاد پر (بعض غیر مسلم) سیرت نگاروں نے طرح طرح کے اعتراضات کیے ہیں اور خیال ظاہر کیا ہے کہ مذہبی جنگ (جہاد) کی تبلیغ سب سے پہلے آپ ﷺ ہی نے کی ہے۔ معترضین یہ کہتے ہوئے درحقیقت ازمنہ قدیم کی اُن جنگوں کو بھول جاتے ہیں جن کا اولین یا ثانوی محرک مذہبی جذبہ ہی تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (عمالقیوں، اموریوں، حتیوں، حویوں اور کنعانیوں کے خلاف) کئی علاقوں میں جنگیں لڑیں۔ یہ علاقے اہل قریش سے مسلمانوں کی ہونے والی لڑائیوں کے مقامات سے زیادہ دور نہ تھے۔ اسرائیلی بادشاہوں نے تو مذہب کے نام پر جنگیں لڑنے کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں کیا۔ ان مذہبی جنگوں میں اس قدر قتل عام ہوا کہ غزواتِ رسول ﷺ میں مرنے اور زخمی ہونے والوں کی تعداد اُن کے مقابلے میں ایسی نظر آتی ہے جیسے فٹ بال کے میدان میں ایک دو حادثے ہو جائیں۔''②

(۳) علامہ اقبال رحمہ اللہ کے استاد مشہور مسیحی مورخ و محقق پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب The Preaching of Islam (دعوتِ اسلام) میں جابجا تلوار کے ذریعے اسلام پھیلانے کی تہمت کو مسترد کیا ہے، چنانچہ شروع ہی میں لکھتے ہیں:

اسلام ابتدا ہی سے نظریے اور عمل دونوں اعتبار سے ایک تبلیغی مذہب رہا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت مقدسہ اس کی روشن مثال ہے اور آپ ﷺ خود مبلغین اسلام کے

① Muhammad A Biography of the Prophet by Karen Armstrong P-164- US edition, Harper San Francisco, 1992-

② The Messenger از آر وی سی باڈلے اُردو ترجمہ الرسول ﷺ مترجم ڈاکٹر ایم۔ ایس۔ ناز، طبع مکتبہ عالیہ لاہور، ص ۲۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس طویل سلسلے کے سرخیل ہیں جنہوں نے کفار کے دلوں میں اپنے دین کے لیے راہ پیدا کر لی ہے۔ اگر اسلام کے تبلیغی جوش کا ثبوت تلاش کرنا ہو تو اسے کسی جابر شخص کی ایذا رسانی یا متعصب آدمی کے غیظ و غضب میں ڈھونڈنا عبث ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان مجاہد کی اس خیالی تصور کا بھی حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن دکھایا گیا ہے۔ اسلامی فتوحات کی یہ غلط توجیہہ اور تاویل اس مفروضے پر مبنی ہے کہ وہ جنگیں، جو دراصل کفار کے ملکوں میں اسلامی حکومت وسطوت قائم کرنے کے لیے لڑی گئی تھیں، ان سے غیر مسلموں کا مذہب بدلنا مقصود تھا۔ گولڈزیہر (یہودی مستشرق) نے سلطنت اسلام کی توسیع اور مذہب اسلام کی تبلیغ کے درمیان بہت خوبی سے تمیز کر دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''حضرت محمد ﷺ نے دیارِ عرب میں کفار کے ساتھ جو محاربہ کیا اور اپنے پیروکاروں کو بھی وصیت کی، اس میں انہوں نے کفار کو مسلمان بنانے پر اتنا زور نہیں دیا جتنا اس بات پر کہ ان کو اپنے دائرہ حکومت میں داخل کیا جائے جو بالفاظ دیگر حکومت الٰہیہ تھی۔ لہٰذا صدر اسلام کی اسلامی فتوحات کے دوران بھی مسلمان مجاہدین کا مقصد اولین یہ نہیں تھا کہ غیر مذاہب کے لوگوں کو مسلمان بنایا جائے بلکہ ان کی غرض وغایت یہ تھی کہ ان کو اسلامی حکومت کے زیرنگیں کیا جائے۔'' اسلام کی حقیقی روح کا مظہر وہ مسلمان مبلغ اور تاجر ہیں جنہوں نے اپنے دین کو نہایت خاموشی کے ساتھ دنیا کے ہر خطے میں پہنچایا ہے۔ (1)

(۴) دوسری جگہ یہی سکالر لکھتے ہیں: تبلیغ اسلام کی کوئی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک اس میں جہاد کا ذکر نہ آئے جس کا ترجمہ بالعموم ''مذہبی لڑائی'' کیا جاتا ہے۔ جہاد کا تذکرہ اس وجہ سے ضروری ہے کہ اسلام کے متعلق عام طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ تلوار کے زور پر پھیلا ہے اور ایک سچے مسلمان مبلغ کی تصویر یوں کھینچی جاتی ہے کہ اس کے

(1) دعوتِ اسلام ص 18-19۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک ہاتھ میں تلوار ہے اور دوسرے میں قرآن۔ وہ غیر مسلموں سے کہتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو۔ اگر اشاعت اسلام کی توجیہہ اس طور پر کی جائے تو جیسا کہ پچھلے صفحات سے ظاہر ہوتا ہے، اس قسم کا بیان ناکافی ہوگا۔ اب اس بات کی تحقیق کرنا باقی ہے کہ آیا قرآن کسی شخص کے مذہب کو جبراً تبدیل کرنے کی اجازت دیتا ہے اور کیا وہ مومنوں کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ مسلح ہو کر نکلیں اور جنگ وجدال کر کے دین پھیلائیں۔

قرآن کریم میں ایسی کوئی آیت موجود نہیں ہے جس میں کسی طرح جبری طور پر مذہب بدلنے کا حکم دیا گیا ہو بلکہ اس کے برعکس بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں تبلیغی سرگرمی کو محض وعظ ونصیحت اور ترغیب دینے تک محدود رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض مصنفوں کی طرف سے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ قرآن کی کسی آیت سے یہ حکم نہیں نکلتا کہ کافروں پر ازخود بغیر کسی انگیخت کے حملہ کیا جائے لہٰذا اس تعلیم وتلقین کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی تمام لڑائیاں دفاعی تھیں ۔۔۔۔۔ (جہاں تک مجھے معلوم ہے) اسلام میں کسی غیر مسلم کو جبراً مسلمان کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ غیر مسلم لوگ جزیہ ادا کر کے اپنے مذہب پر کاربند رہ سکتے ہیں۔ [1]

(۵) ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد لکھتے ہیں:

''گلشن اسلام کے گلہائے رنگارنگ کی رنگینیوں میں ان مظلوم سرفروشان توحید کے خون کی جھلک موجود ہے جنہوں نے حفاظتِ دین کے لئے اپنی گردنیں بے دریغ کٹائیں مگر یہ قطعی غلط ہے کہ مسلمانوں کو خونریزی اور جنگ وجدال سے کوئی دلی ذوق وشوق اور قلبی ربط وضبط تھا۔ تاریخ اقوام میں بعض لمحات ایسے آتے ہیں جب ان کے لئے خونریزی ناگزیر ہو جاتی ہے اور اس وقت جان دینے سے جان چرانا ایک قسم کا

---

[1] دعوتِ اسلام ص401، 406۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ مسلمان بھی ایسی ہی آزمائش سے دوچار تھے جب تلوار ہاتھ میں لینا ان کا اہم ترین فریضہ بن گیا تھا۔ وہ اپنے سینوں میں ایک دردمند دل رکھتے تھے جس میں حیات انسانی کی ہیچ سامانی کا خیال بھی جاگزیں نہیں تھا۔ ان کی قدر شناس اور حقیقت پسند نگاہوں میں انسانی خون کا ہر قطرہ مقدس تھا وہ اپنے دشمنوں کو بھی خاک وخون میں تڑپتا دیکھنے کے روادار نہ تھے لیکن اس وقت جبکہ فرعونیت اور نمرودیت اپنی شیطانی قوتوں سے مذہب و اخلاق کے بلند ترین اصولوں کو صفحہ دنیا سے نیست ونابود کر دینے پر تلی بیٹھی تھی تو وہ اپنے خون کے ہر قطرہ کو آب شور کی ایک بوند سے بھی کم قیمت سمجھنے لگے تھے۔ اب وہ اس ناگزیر خونریزی کو گلشن اسلام کی آبیاری کے لیے ضروری خیال کرتے تھے۔ یہ وہ نشتر تھا جس کی نوک سے وہ سرکش اور فرعون مزاج دشمنوں کی رگ حیات سے فاسد خون نکال دینا چاہتے تھے۔"[1]

☆☆☆☆☆

[1] عرب کا چاند از سوامی لکشمن پرشاد ص ۳۱۲۔۳۱۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر اسلام ﷺ اور یہود مدینہ

اسلامی نظریہ جہاد وقتال کے ضمن میں غیر مسلم ناقدین کی طرف سے ایک اعتراض یہ بھی ہوتا ہے کہ یہودی مدینہ میں کئی صدیوں سے رہائش پزیر تھے لیکن پیغمبر اسلام ﷺ نے باہر سے آکر وہاں قبضہ کیا اور انہیں ختم کیا اور جو بچ گئے انہیں جلاوطن کر دیا، آیئے اس اعتراض کی حقیقت جانتے ہیں۔

ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کا واسطہ ایک آسمانی مذہب کو ماننے والوں سے پڑا۔ جنہیں قرآن مجید میں ''اہل کتاب'' اور ''یہود'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

گو وہ دین الٰہی کا حلیہ تحریفات کے ذریعے بدل چکے تھے، مگر پھر بھی وہ بت پرستوں کی بہنسبت مسلمانوں کے زیادہ قریب تھے۔ اسی وجہ سے متعدد اسلامی قوانین میں ان کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا، جو مسلمانوں کے ساتھ کیا جاتا تھا۔

پیغمبر اسلام ﷺ کا رویہ ان کے ساتھ نہایت مشفقانہ رہا، حتی کہ جن امور میں وحی الٰہی سے رہنمائی نہ ملی ہوتی ان میں آپ ﷺ اہل کتاب کی بات کو مدِّنظر رکھتے تھے۔ ان لوگوں کو پیغامِ الٰہی پہنچانے کے لیے اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ ﷺ یہ طریق کار اپنایئے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○

''اے پیغمبر ﷺ کہہ دیجیے! ''اے اہل کتاب ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بھی نہ بنائیں۔ نہ اللہ تعالی کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ربّ بنالیں''۔ پس اگر وہ روگردانی کریں تو تم گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔''[1]

---

[1] آل عمران ۳:۶۴۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ایک اور جگہ یہ ارشاد فرمایا:

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

''اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقے سے ___ سوائے اُن لوگوں کے جو اُن میں سے ظالم ہوں ___ اور اُن سے کہو کہ ''ہم ایمان لائے ہیں اُس چیز پر جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اُس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی، ہمارا اللہ اور تمہارا اللہ ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔''[1]

انہی ہدایاتِ ربّانیہ کے تحت یہود مدینہ کو اسلام لانے کی دعوت دی گئی۔ لیکن ان کا حسد و بغض سر تسلیم خم کرنے میں آڑے آیا۔ حالانکہ وہ لوگ نبی کے منتظر تھے اور اسی سبب سے ان کے آباء واجداد یثرب (مدینہ) آکر آباد ہوئے تھے۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے حتی الامکان یہ کوشش کی کہ اہل کتاب کے ساتھ تعلقات پر امن اور خوشگوار رہیں۔ اس کی ایک نہایت روشن مثال ''میثاق مدینہ'' ہے۔

اس دستاویز کے مطابق مدینہ کے ہر شہری کو اپنے اپنے عقیدے پر قائم رہنے کی آزادی تھی۔ اور اس معاہدے کی مزید شقیں یہ تھیں کہ شہر پر حملہ آور ہونے والوں کے خلاف مدینہ کے تمام باسی اکٹھے دفاع کریں گے اور جنگ پر اٹھنے والے تمام اخراجات فریقین (مسلمان اور یہود) برداشت کریں گے، قریش مکہ کی کسیطرح کی کوئی حمایت نہیں کی جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ

یہ دستاویز انصاف و مساوات کی منہ بولتی تصویر تھی۔ اس پر اتفاق رائے بھی ہوا۔ کیونکہ اس کی کوئی شق یہودیوں کے خلاف نہیں تھی۔ بلکہ خلاف ہونا تو درکنار، یہ دستاویز ان کے تمام حقوق کی محافظ تھی۔

شروع میں اس معاہدے کی پابندی بھی کی گئی۔ لیکن پیغمبر اسلام ﷺ چونکہ بنو اسماعیل سے ظہور پذیر ہوئے تھے، لہٰذا ان کے دلوں میں پیدا ہونے والی کدورت زیادہ دیر پوشیدہ نہ رہ سکی۔ بالخصوص بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف تحویل قبلہ پر یہ لوگ بہت سیخ پا ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآنِ حکیم یہودیوں کو ان کی گمراہیوں اور بدعملیوں پر تنبیہ کرتا گیا اور ان کے

[1] العنکبوت ۲۹:۴۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رویے میں تبدیلی آنے لگی۔ چنانچہ انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف سازشیں شروع کر دیں انھوں نے مدینہ کے داخلی حالات کو پر امن رہنے دیا، نہ خارجی سطح پر سازشوں اور شرارتوں سے باز آئے۔ یہ میثاقِ مدینہ کی کھلی پامالی تھی۔

اہل یہود اپنے تمام وسائل مسلمانوں کے خلاف بروئے کار لاتے رہے۔ حتیٰ کہ اشعار میں بھی (قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر) کے مصداق بنے۔ اور انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرتے رہے۔ سو اس سلسلے میں پیشروؤں عصماء بنت مروان، ابوعفک اور کعب بن اشرف کو قتل کیا گیا۔ منٹگمری واٹ نے لکھا ہے:

"Asma bint Marwan----- composed verses taunting and insulting some of Muslims, the Chief Point was that the persons addressed were dishonouring themselves by submitting to a stranger not of their blood."

"عصماء بنت مروان اپنے شعروں میں بعض مسلمانوں پر طعنہ زنی اور ان کی ہتک کرتی تھی۔ جس بات پر وہ ان کو برا بھلا کہتی تھی، وہ بات یہ تھی کہ انہوں نے ایک اجنبی کو جو اُن کی نسل سے نہیں تھا، اپنا حاکم بنا کر، اپنی توہین کی ہے۔"(1)

ابوعفک کے متعلق لکھا ہے:

"Abu Afak had taunted his hearers with allowing an outsider to control their affairs۔"

"ابوعفک اپنے سامعین کو طعنے دیتا تھا کہ انہوں نے اپنے معاملات ایک اجنبی کے حوالے کر دیے ہیں۔"(2)

کعب بن اشرف جنگ بدر کے بعد مکہ گیا۔ وہاں اس نے کفارِ مکہ سے تعزیت کے مرثیے کہے اور انہیں مسلمانوں سے انتقام لینے پر اکسایا۔ یہ کام اس نے اپنی شاعری سے بھی لیا۔ اس نے مدینہ واپس آ کر آنحضرت ﷺ کی ہجو میں برملا اشعار کہے۔ لوگوں کو پیغمبر امن ﷺ کیخلاف بھڑکایا اور اپنے قصائد میں مسلمان خواتین کی عزت و ناموس پر ناپاک حملے شروع کر دیے۔ حتیٰ کہ غیروں نے بھی اس بدنہاد شخص کی کمینگی اور اخلاق باختگی محسوس کر لی۔ چنانچہ معروف مستشرق ٹار آنڈرے رقمطراز ہے:

(1) محمد ایٹ مدینہ ص 178 ایڈیشن Oxford 1956ء۔ (2) محمد ایٹ مدینہ ص 179 ایڈیشن Oxford 1956ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"This was the poet Ka'b ibn Al-Ashraf, after the battle of Badr, had the audacity to go to Mecca, where he sought to incite the Quraish to revenge by this sarcastic poems."

"یہ شاعر کعب بن اشرف ہی تھا جو جنگ بدر کے بعد جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکہ گیا، جہاں اس نے ہجو پر مبنیا شعار و افکار کے ذریعے قریش کو انتقام لینے پر برانگیختہ کیا۔" ①

منٹگمری واٹ لکھتے ہیں:

"When he heard the news of Badr, he set out for Mecca, and by his verses helped to rouse the Meccans to greif and anger and the desire for revenge."

"جونہی اس نے میدان بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کی خبر سنی تو وہ مکے روانہ ہو گیا۔ اور اس نے اپنی شاعری کے ذریعے اہل مکہ کو مشتعل کیا اور انتقام پر ابھارا۔" ②

بلکہ دشمنی اور تعصب میں وہ اس قدر اندھا ہو گیا کہ اس نے ایک دفعہ پیغمبر اسلام ﷺ کو دعوت کی آڑ میں قتل کرنے کی بھی کوشش کی۔ چنانچہ ان گھناؤنے جرائم کی پاداش میں اسے خفیہ طور پر قتل کرا دیا گیا۔ ③

ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کا معاملہ بھی کعب بن اشرف سے مختلف نہ تھا۔ وہ بھی پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف دشمنوں کی مدد اور ان کی ہجو کرتا تھا۔ چنانچہ امن کی لکڑی میں اس دیمک کو بھی خفیہ طور پر ختم کرا دیا گیا۔" ④

① "محمد دی مین اینڈ ہز فیتھ" صفحہ 147، بحوالہ عالمی السیر ج۱۹۵/۳۴۵۔ ② "محمد ایٹ مدینہ" صفحہ 18۔ ایضاً
③ فتح الباری طبع بیروت، ص ۳۳۷ تا ۳۴۰، جلد ۷۔
④ صحیح البخاری، کتاب المغازی باب قتل ابی رافع، رقم الحدیث ۴۵۳۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیر کرم شاہ صاحب الازھری (مرحوم) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ قبیلہ بنونضیر کا سردار تھا۔ اس قبیلے کو بغاوت کے جرم پر قتل کی سزا نہیں دی گئی تھی بلکہ اس جرم کی سزا انہیں یہ دی گئی تھی کہ وہ مدینہ طیبہ سے نکل جائیں۔ اپنا مال اسباب ساتھ لے جانے کی ان کو اجازت دی گئی تھی۔ انہوں نے خیبر میں ڈیرے ڈال دیے تھے اور مسلمانوں کے خلاف کاروائیاں شروع کر دی تھیں۔ سلام بن ابی الحقیق ان لوگوں میں سے تھا، جن کی کوششوں اور ترغیب سے مکہ کے قریش اور عرب کے دیگر قبائل نے ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی تھی اور مسلسل کئی روز تک مدینہ کا محاصرہ کیے رکھا تھا۔ یہ لشکر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے مدینہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ سلام بن ابی الحقیق نے جنگ خندق میں لشکر کفار کی عبرت ناک شکست کے بعد بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی معاندانہ کارروائیاں جاری رکھیں اور قبائل عرب کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے بھڑکاتا رہا۔ اس کی یہ کارروائیاں ریاست مدینہ کے خلاف کھلم کھلا اعلان جنگ تھیں۔ اور جو دشمن مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتا ہے، مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ بھی اس کے خلاف جنگ کریں۔ حضور ﷺ نے اس کی پوری قوم پر عام حملہ کرنے کی بجائے چند صحابہ کرام کو بھیج کر اس بدبخت کو قتل کرا دیا، تاکہ زیادہ خون خرابہ نہ ہو۔ سلام بن ابی الحقیق نے خود اپنے لیے جو راستہ بنایا تھا اس کا انجام وہی ہو سکتا تھا جو ہوا۔ مجرم کو جرم کی سزا ملے تو اس انجام کا ذمہ دار وہ خود ہی ہوتا ہے، نہ کہ اس کے خلاف قانونی کاروائی کرنے والے۔''(1)

(1) ضیاء النبی، ص ۶۰۹، جلد ۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رگِ جان سے بھی قریب ربّ العزت نے اس دور اندیش پیامبر کی طرف سے سردارانِ یہود کو خفیہ کارروائی کے ذریعے قتل کرانے میں دوررس نتائج رکھے تھے۔ کیونکہ کسی کے کرتا دھرتا کو کھلے عام قتل کرنے میں سخت بدامنی کا خطرہ ہوتا ہے۔ جو کئی جانوں کے اتلاف اور مالی نقصان پر منتج ہوتا ہے۔ سو پیغمبر امن ﷺ نے اس نوعیت کی کارروائیوں کو مخفی رکھا۔ تا کہ اصل مقصود فوت نہ ہو۔ یعنی ''پرامن معاشرہ'' قائم رہے۔ معروف مستشرق لین پُول (Lane Poole) کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے، جو اس پر خوب روشنی ڈالتا ہے:

"The reason is almost too obvious to need explanation- As there was no police, or law-court, or even court martials, at Medina, some of the followers of Muhammad had therefore to be the executor of the death sentence, and it was better- This should be done quietly, as the execution of a man openly before his clan would have caused a brawl and more bloodshed and retaliation, till the whole city would have become mixed up in quarrel- If secret assasisnations is the word for such deeds, secret assassinations was the necessary part of the internal government of Medina-"①

''اس کی وجہ اس قدر واضح ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ چونکہ مدینے میں نہ کوئی پولیس تھی، نہ عام قانونی عدالتیں نہ فوجی عدالتیں، اس وجہ سے محمد ﷺ کے کچھ پیروکاروں ہیکو سزائے موت نافذ کرنا پڑتی تھی اور یہی مناسب تھا۔ یہ کام خاموشی سے انجام پانا چاہیے تھا، کیونکہ کسی شخص کو اس کے قبیلے کے سامنے سرعام سزائے موت دینا زیادہ نزاع، خون ریزی اور انتقام کا باعث بنتا، حتی کہ پورا شہر اس میں ملوث ہو جاتا۔ اگر اس طرح کی کارروائیوں کو خفیہ قتل کا نام دیا جائے تو خفیہ قتل مدینے کے داخلی نظام حکومت کا ایک لازمی حصہ تھا۔''

① Studies in a Moscow by Stanley Lane Poole Page No-69.Edition London 1883.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پیر کرم شاہ صاحب الازہری (مرحوم) ان تمام واقعات کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں:

''ان میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس میں کسی شخص کو محض اس وجہ سے قتل کیا گیا ہو کہ وہ اسلام کی تکذیب کرتا تھا اور دلائل کے زور سے اسلام کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ تمام لوگ جو مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اپنے سابقہ ادیان پر قائم تھے، وہ سب اسلام کی تکذیب کرتے تھے اور دلائل کے زور پر اسلام کی مخالفت کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے ایسے تمام لوگوں کے خلاف نظریاتی جنگ لڑی، آپ نے ان کے خلاف طاقت استعمال نہیں کی۔ کیونکہ اگر آپ نظریاتی اختلافات کے تصفیے کے لیے طاقت استعمال کرتے تو یہ بات اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوتی اور دعوت اسلامی کو اس سے فائدہ پہنچنے کی بجائے نقصان پہنچتا۔

جن لوگوں کے خلاف کارروائی کی گئی، وہ اسلام کے نظریاتی مخالف تو ابتدا ہی سے تھے۔ لیکن اس مخالفت کے باوجود حضور ﷺ نے انہیں ریاست مدینہ کا آزاد شہری قرار دیا تھا اور ان کے تمام حقوق کی حفاظت کی ضمانت بھی دی تھی۔ انہیں اسلام کی نظریاتی مخالفت کی سزا نہیں ملی تھی بلکہ انہیں جس جرم کی سزا ملی تھی وہ جرم یہ تھا کہ انہوں نے نہ صرف شہری امن وامان کو خطرے میں ڈالنے کی سازشیں کی تھیں بلکہ انہوں نے مدینہ کی نوزائیدہ ریاست کو تباہ و برباد کرنے کے لیے مسلمانوں کے ان دشمنوں سے سازباز بھی کی تھی جو ہر قیمت پر اس ریاست کو ختم کرنا چاہتے تھے اور کئی بار مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

کوئی شخص جو عالم خواب میں نہیں بلکہ حقیقت کی دنیا میں رہتا ہو، وہ تسلیم کرے گا کہ ریاست کے امن وسلامتی کی خاطر اس قسم کے خطرناک عناصر کا خاتمہ ضروری تھا۔ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی کچھ مسلمانوں نے کیا۔ مسلمانوں کا یہ عمل کسی بھی مہذب معاشرے کے معیار کے مطابق معیوب قرار نہیں دیا جا سکتا۔" ①

قبائل یہود کی کارستانیاں

یہودیوں کی انفرادی طور پر کارروائیوں کا حال آپ جان گئے۔ اب یہ بات رہ گئی کہ اجتماعی اعتبار سے یہودی قبیلوں نے کیا خطا کی جس کی بنا پر وہ سخت سزا کے سزاوار ہوئے، سو اس حوالہ سے ذہن نشین رہے کہ مدینہ طیبہ میں تین یہودی قبائل آباد تھے: بنونضیر، بنوقینقاع اور بنوقریظہ۔

یہ سب قبائل "میثاق مدینہ" میں شریک تھے، لہٰذا ان کا فرض تھا کہ مدینہ کا امن و امان نہ صرف بحال رکھیں بلکہ اس سلسلہ میں معاون بھی ثابت ہوں۔ لیکن اجتماعی لحاظ سے بھی انہوں نے وہی غلطیاں کیں جو انفرادی حیثیت سے (کعب بن اشرف وغیرہ) کر چکے تھے۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد ان کا حسد و بغض بے نکیل ہو گیا۔ حتیٰ کہ بنوقینقاع نے واضح الفاظ میں کہنا شروع کر دیا کہ "ہمارا اور مسلمانوں کا اب کوئی معاہدہ نہیں۔" یہ صورت حال مدینہ کے امن و سلامتی کے پرسکون سکوت میں ایک چیخ تھی۔ چنانچہ پیغمبرِ امن و سلامتی ﷺ انہیں سمجھانے کی خاطر ان کے بازار میں تشریف لے گئے۔

آپ کے نرم رویے کے جواب میں انہوں نے کہا:

"اے محمد ﷺ! تم ہمیں بھی اپنی قوم کی طرح سمجھتے ہو؟ اس قوم کو شکست دے کر جنہیں فن حرب کا کچھ علم نہ تھا، تم مغرور نہ ہو جانا! اگر ہم تمہارے مقابلے میں آئے تو تمہیں پتا چل جائے گا کہ ہم کس قسم کے لوگ ہیں۔" ②

یہ ایک واضح اعلانِ جنگ تھا، لیکن پیغمبر اسلام ﷺ نے اس کے باوجود بھی حالات کو

① ضیاء النبی، جلد ۷، ص ۶۱۰ تا ۶۱۱۔ ② سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۳۰۰۱، تفسیر طبری ۳/ ۱۲۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بگڑنے سے بچانا چاہا اور خاموشی سے چل دیئے۔ لیکن اس خاموشی کو کمزوری سے تعبیر کیا گیا۔ یہی ''تعبیر کی غلطی'' ان کی رسوائی کا سبب بن گئی؛

ایک مسلم خاتون ان کے بازار میں کسی کام کے لیے گئی، تو ایک یہودی نے اسے چہرہ کھولنے کا کہا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پھر اس یہودی نے ایک ایسی شرارت کی جس کے نتیجے میں اس خاتون کا ستر کھل گیا۔ اور ارد گرد کھڑے تمام یہودی قہقہے لگانے لگے۔ جن لوگوں کے ہاں غیرت کی کوئی قیمت ہوتی ہے، ان کے لیے تلواروں کے بے نیام ہونے کا اس سے بڑا اور کوئی سبب نہیں ہوتا۔ وہاں بھی یہی کچھ ہوا لہٰذا ایک غیرت مند مسلمان جو وہاں موجود تھا، اسے اس خباثت کا علم ہوا تو اس نے یہودی کو قتل کر ڈالا۔ یہودیوں نے جوابی حملہ کر کے اس مسلمان کو شہید کر دیا۔

اس کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ کے لیے ممکن نہ تھا کہ انہیں مزید مہلت دیتے۔ سو ان کی بستی کا محاصرہ کیا گیا۔ لیکن صرف ایک ہی دن میں ان اک یہ زعم کہ ہم کس قسم کے لوگ ہیں، ریت کی دیوار ثابت ہوا۔ حالانکہ ان کے جنگجوؤں کی تعداد سات سو تھی۔ پھر انہوں نے خود ہی درخواست کی کہ ہمیں مدینہ سے زندہ سلامت نکل جانے دیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ درخواست منظور کی اور انہیں تین دن کی مہلت دی۔ سو وہ اپنی عورتوں اور بچوں سمیت چلتے بنے۔

بنوقینقاع کو جو سزا ملی، وہ ان کے جرائم کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھی۔ اگر ان کا واسطہ کسی دنیا پرست حکمران سے ہوتا خون کی ندیاں بہہ جاتیں اور ان کا انجام بڑا عبرتناک ہوتا۔ لیکن رحمۃ للعالمین ؐ نے انہیں ان کے انتہائی شنیع جرائم کی بہت معمولی سزا دی۔

باقی ماندہ دو قبیلے اپنے حسد و بغض کو چھپانے میں کامیاب رہے۔ لہٰذا ان سے تعرض نہ کیا گیا۔ جنگ احد میں مسلمانوں کا جانی نقصان ہوا اور اس کے بعد رجیع اور بئر معونہ کے واقعات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رونما ہوئے، جن سے مسلمانوں پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ بنو نضیر کو خیال گزرا کہ مسلمانوں میں اب وہ دم خم باقی نہیں رہا جو بدر کے موقع پر تھا۔ لہٰذا انہوں نے بھی اعلانیہ ''میثاق مدینہ'' کی خلاف ورزی شروع کر دی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ کو دو دفعہ شہید کرنے کی بھی سازش کی۔ لہٰذا ان کے خلاف بھی کارروائی کرنا ضروری ہو گیا۔ تاکہ امنِ مدینہ برقرار رکھا جا سکے۔

پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اوّلاً تو انہیں مدینہ آنے کا پیغام بھیجا لیکن وہ اپنے قلعوں کی مضبوطی پر تکیہ کیے بیٹھے تھے اور منافقین نے بھی اس پر انہیں شہ دی، چنانچہ وہ مسلمانوں کے خلاف مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ لہٰذا پیغمبر اسلام ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔

انہیں جب کسی طرف سے مدد نہ ملی اور شکست سامنے نظر آئی تو انہوں نے جلا وطن ہونے ہی میں عافیت جانی۔ لیکن اس سے قبل چونکہ وہ لڑائی کا راستہ، اختیار کر چکے تھے، اس لیے ان پر یہ بھی شرط عائد کی گئی کہ وہ اسلحہ ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ اور مال و متاع اتنا ہی لے جانے کی اجازت دی گئی جتنا وہ اونٹوں پر لاد سکیں۔ انہوں نے ان شرائط کو فوراً تسلیم کر لیا اور مدینہ سے چلے گئے۔

باقی بنو قریظہ رہ گئے، یہ یہودیوں کا طاقت ور قبیلہ تھا۔ معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے میں یہ بھی دوسرے دونوں قبیلوں سے پیچھے نہیں رہا چنانچہ جنگ بدر میں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کو اسلحہ سپلائی کیا۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جب قبائلِ عرب نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا ___ جسے ''جنگ خندق'' کے نام سے موسوم کیا گیا ___ تو انہوں نے پھر معاہدے کی خلاف ورزی کی اور بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کے بہکاوے میں آ کر بغاوت کر دی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمان ہر طرف سے گھرے ہوئے ہیں اور اب ان کے بچ نکلنے کا کوئی امکان نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر اسلام ﷺ نے انہیں معاہدہ کی پابندی کی یاددہانی کرائی تو انہوں نے کہا:

''محمد ﷺ کون ہیں؟ ہم ان کی بات نہیں مانیں گے۔ ہمارا ان کے ساتھ کوئی عہد و پیمان نہیں۔''[1]

ان کا یہ قدم مسلمانوں کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔ کیونکہ اس نازک صورت حال میں مدینہ طیبہ داخلی طور پر محفوظ تھا، نہ بیرونی حالات سازگار تھے۔ مسلمانوں کا لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل تھا چنانچہ اس لشکر کا تیسرا حصہ شہر کی حفاظت پر مامور کردیا گیا۔

یہودیوں کا عین موقع پر اپنے عہد سے مکر جانا عہد شکنی، بے وفائی اور غدّاری کی انتہا تھی لیکن نصرتِ الٰہی نے دستگیری فرمائی۔ عرب قبائل بیس دن کے محاصرے کے بعد خود ہی بوریہ بستر گول کرکے چلتے بنے۔

بیرونی حالات سے نمٹنے کے بعد پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اندرونی حالات کی طرف توجہ فرمائی اور بنوقریظہ سے ان کے اس طرز عمل کی وجہ دریافت کی۔ لیکن کوئی معقول جواب دینے کی بجائے وہ قلعہ بند ہوکر لڑائی پر تُل گئے۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا، جو پچیس دن تک جاری رہا۔ بالآخر بنوقریظہ خود ہی تنگ آکر قبیلہ ''اوس'' کی وساطت سے معاملہ سلجھانے لگے۔ چونکہ ان کے ''اوس'' سے دیرینہ مراسم تھے لہٰذا انہوں نے ''اوس'' کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو منصف تسلیم کرلیا کہ وہ جو فیصلہ صادر کریں گے ہم سر تسلیم خم کریں گے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں قریب قریب وہی فیصلہ سنایا جو وہ اپنے قیدیوں کو سنایا کرتے تھے کہ:

۱ جنگ لڑنے کے قابل مردوں کو قتل کردیا جائے۔

۲ عورتیں اور بچے مملوک بنائے جائیں۔

۳ ان کا مال تقسیم کرلیا جائے۔

---

[1] سیرت ابن ہشام ۲/۱۴۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"قریب قریب" اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے قیدیوں کو اس سے کہیں زیادہ سخت سزا دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ بائبل میں ہے:

"موسیٰ علیہ السلام اور ان کے لشکر نے مدیان کے بچوں اور عورتوں کو اسیر کیا۔ ان کے چوپائے، بھیڑ، بکریاں اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ ان کی سکونت گاہوں کے سب شہروں کو آگ سے پھونک دیا...... ان بچوں میں جتنے لڑکے تھے، انہیں قتل کر دیا گیا اور جو خواتین مردوں کا منہ دیکھ چکی تھیں، وہ قتل ہوئیں۔"①

یہودیوں کو ان کے انفرادی اور اجتماعی جرائم کی جو سزائیں دی گئیں، ان کے سرسری سے جائزے ہی سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں حضور ﷺ کی عالمین کے لیے رحمت ہونے کی شان پوری طرح نمایاں ہے کیونکہ مجرمین کو جرائم کی بہ نسبت بہت کم سزا ملی اور انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور مدینہ طیبہ کے امن و سلامتی کی خاطر ان سے نہایت مناسب برتاؤ کیا گیا۔②

www.kitabosunnat.com

غیروں کا اقرار و اعتراف

جان بیگٹ گلب نے یہودیوں کے ساتھ کیے گئے معاملہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

"شام، مصر اور فلسطین کی بہ سرعت فتوحات کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ وہ مفتوح اقوام کے جبری اسلام لانے پر محیط نہیں۔ جیسا کہ قبل ازیں ہم دیکھ چکے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے یہودیوں یا عیسائیوں کے جبری قبول اسلام کی ہرگز حمایت نہیں کی تھی۔ یہود مدینہ کو قتل یا جلاوطن اس لیے کیا گیا تھا کہ وہ ایک فتنہ پرور قوم کی حیثیت سے محمد (ﷺ) کے مشن کی مخالفت پر کمربستہ تھے۔ بہ الفاظ دیگر ان کی مخالفت سیاسی تھی، مذہبی نہیں تھی۔ ان کی مکمل تباہی کے بعد اِکا دُکا یہود مدینہ میں بطور تاجر رہ رہے تھے۔ مذہب تبدیل کرنے کے لیے ان پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا گیا...... قرآن حکیم میں کئی ایسی آیات ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ پیغمبر کا کام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا ہوتا ہے، نہ کہ ان پر جبر کر کے اسلام کی طرف لے آنا۔"③

① گنتی ۳۱:۱۷۔ ② ملخص از رحمۃ للعالمین ۱/۱۳۳۔۱۳۷ طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور، ضیاء النبی ۷/۶۱۱۔۶۱۷ طبع ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔

③The life and times of Muhammad by John Beggot Glub P-358 بحوالہ پیغمبر امن ﷺ۔ ص ۶۵۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیرن آرمسٹرانگ نے بنو قریظہ کے ساتھ کیے گئے برتاؤ کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے:

"بغاوت جیسا کہ ہم آج بھی سمجھتے ہیں، ایک سنگین جرم ہے اور عرب میں ہر شخص حضرت سعدؓ سے اسی فیصلے کی توقع کرتا تھا۔ قدیم دستاویزات کے مطابق خود بنو قریظہ کو بھی اس فیصلے پر کوئی حیرت نہیں ہوئی ...... یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ بنو قریظہ کے یہودیوں کو مذہبی یا نسلی بنیادوں پر قتل نہیں کیا گیا۔ نخلستان میں آباد دوسرے یہودی قبائل نے اس پر کوئی اعتراض کیا، نہ اس معاملے میں مداخلت کی جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک خالص سیاسی اور قبائلی معاملہ تھا۔ بنو قریظہ کے حاشیہ نشین عرب قبیلے بنو قیلہ کے متعدد افراد کو بھی یہودیوں کے ساتھ سزائے موت دی گئی.......... آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

"جو شخص کسی یہودی یا عیسائی کے ساتھ زیادتی کرتا ہے یا اسے تباہ کرتا ہے، قیامت کے روز مجھے اس کا جواب دینا پڑے گا۔ بنو قریظہ کے مردوں کو بلا جواز قتل نہیں کیا گیا۔ سترہ دوسرے یہودی قبیلے بدستور نخلستان میں موجود رہے اور کئی برسوں تک مسلمانوں کے ساتھ ان کے دوستانہ تعلقات قائم رہے۔"

قرآن مجید بھی مسلسل یہ اصرار کرتا ہے کہ مسلمانوں کو اہل کتاب کے ساتھ اپنی روحانی قرابت یاد رکھنی چاہیے:

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰـهُنَا وَاِلٰـهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

"اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو، مگر اس طریقہ پر جو بہتر ہو۔ مگر ان کے ساتھ جو ان میں سے ظالم ہیں۔ اور صاف اعلان کردو کہ ہمارا تو اس کتاب پر ایمان ہے جو ہم پر اتاری گئی ہے اور اس پر بھی جو تم پر اتاری گئی۔ ہمارا تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ ہم سب اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔"[1]

بعد ازاں اسلامی سلطنتوں میں یہودیوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل رہی۔"[2]

---

[1] العنکبوت ۲۹:۴۶۔ [2] محمد ﷺ پیغمبر عہد رواں ص ۱۳۰۔۱۳۱، کیرن آرمسٹرانگ، طبع ابوذر پبلی کیشنز 241 ڈی جرنلٹس کالونی، لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

خطا کار سے درگزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا

مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زبان اور دل کی شہادت کے لائق

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا

سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا
حقیقت کا گُر ان کو اک اک بتایا

مس خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
وہ دکھلا دیے ایک پردہ اُٹھا کر

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادیؐ
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی
اک آواز میں سوئی بستی جگا دی

کیا بر طرف پردہ چشم جہاں سے
جگایا زمانے کو خواب گراں سے

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

Huqooq-un-Naas

خصوصی کاوش: حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن